احساس

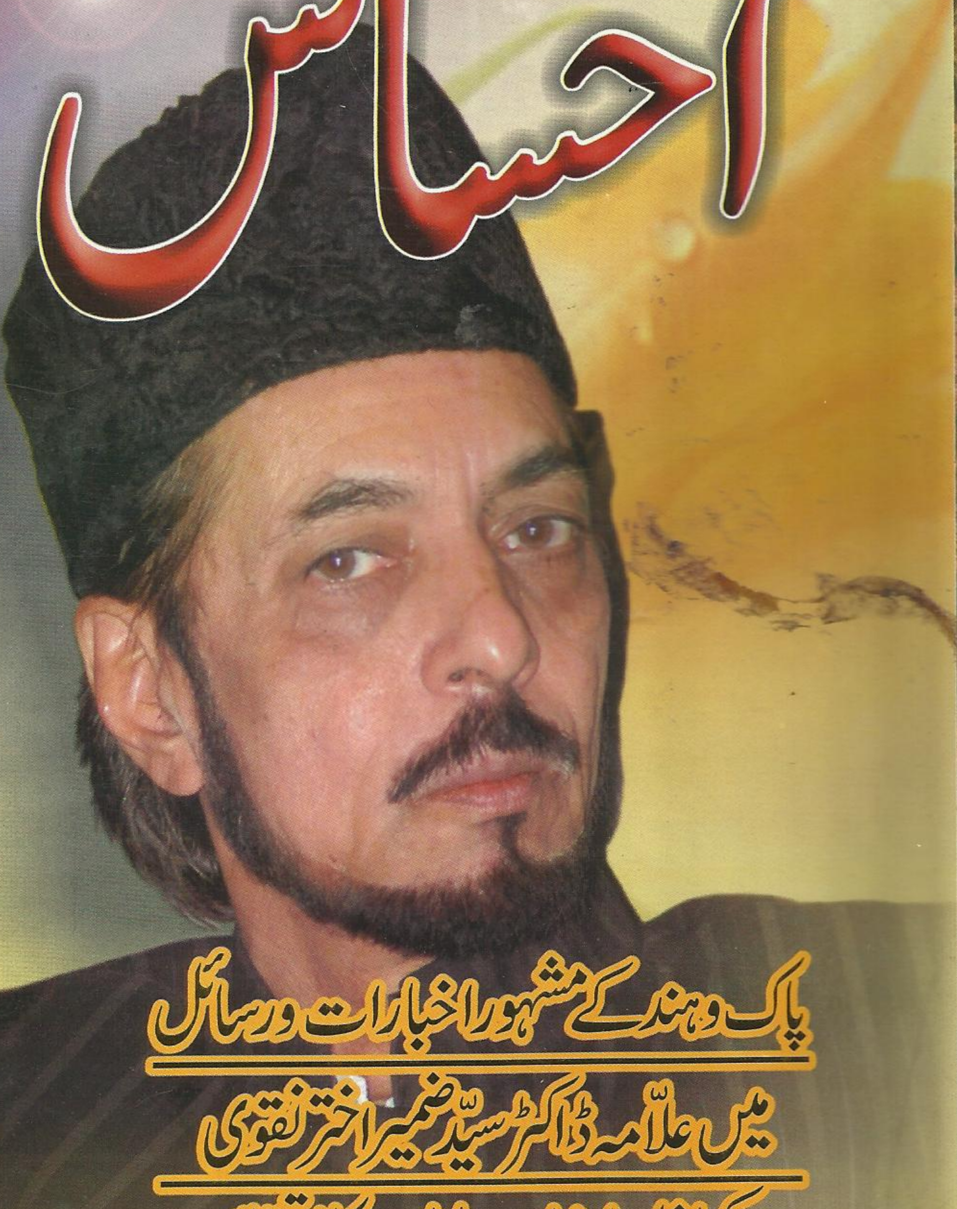

پاک وہند کے مشہور اخبارات ورسائل
میں علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی
کے انٹرویوز اور بیانات کا اقتباس

ترتیب
محمد عباس نقوی

Presented by www.ziaraat.com

احساس

پاکستان کے مشہور اخبارات ورسائل
میں علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی
کے انٹرویوز اور بیانات کا اقتباس

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

:- ترتیب :-

محمد عباس نقوی

Presented by www.ziaraat.com

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : احساس
ترتیب : محمد عباس نقوی
ناشر : مرکزِ علوم اسلامیہ
I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال بلاک-11
کراچی۔ فون: 021-4612868
کمپوزنگ : ریحان احمد شیخ 0300-2787252
مطبع : سیّد غلام اکبر
تعدادِ اشاعت : ایک ہزار
سالِ اشاعت : ۲۰۰۸ء
قیمت : Rs. 300/=

کتاب ملنے کا پتہ

مرکزِ علوم اسلامیہ
I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال، بلاک-11
کراچی۔ فون: 021-4612868

Presented by www.ziaraat.com

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر
۹	ادبِ صحافت ---------------------------- «عباس نقوی»	۱۔
۱۲	روشن خیال پاکستان اور مذہبی انتہا پسندی (مذاکرہ) ---- میزبان: محمد اکرم خان «روزنامہ جنگ کراچی، ۲۹، جون ۲۰۰۳ء»	۲۔
۲۸	فرقہ وارانہ ہم آہنگی، متحدہ قومی موومنٹ کی علامہ ضمیر اختر نقوی سے ملاقات ---------------------------- «روزنامہ جنگ کراچی منگل ۹ ستمبر ۲۰۰۳ء»	۳۔
۳۰	ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین سے عالمِ دین ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی ملاقات ---------- «روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ ۵/نومبر ۲۰۰۳ء»	۴۔
۳۱	دہشت گرد اولاد ---------------------------- رپورٹ: رضیہ فرید «روزنامہ جنگ کراچی مڈ ویک میگزین ۹/جون ۲۰۰۴ء»	۵۔
۳۴	اجتہاد ---------------------------- میزبان: محمد اکرم خان «جنگ کراچی سنڈے میگزین ۷/نومبر ۲۰۰۴ء»	۶۔
۴۶	رویت ہلال کا تنازع حل کیوں نہیں ہوسکتا؟ ---------- میزبان: افشین نگہت «روزنامہ جنگ کراچی بدھ ۶/دسمبر ۲۰۰۶ء»	۷۔

Presented by www.ziaraat.com

۸۔ گفتگو (علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی اور اختر سعیدی) ----- ۵۱

رپورٹ: اختر سعیدی ﴿روزنامہ جنگ کراچی ٹڈویک میگزین ۱۴ر مارچ ۲۰۰۷ء﴾

۹۔ درسِ حسینؑ یہ ہے کہ مظلومیت میں ہی فتح ہے --------- ۸۰

انٹرویو: آصف مالک ﴿روزنامہ ایکسپریس کراچی، ۲۸ر فروری ۲۰۰۴ء﴾

۱۰۔ تعصّبات کا خاتمہ ادبی سطح پر ممکن ہے ------------ ۹۰

سیّد سجاد شبیر رضوی ﴿روزنامہ ''حرّیت'' کراچی، ۱۶ستمبر ۱۹۹۸ء﴾

۱۱۔ علامہ صاحب سے انٹرویو ------------------ ۹۴

انٹرویو: سیّد سجاد شبیر رضوی ﴿ہفتہ وار ''ندائے شیعہ'' لاہور ۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۴ء﴾

۱۲۔ فنِ خطابت کے اسرار و رموز ------------------ ۹۸

محمد عباس نقوی ﴿مجلّہ فکرِ زینبؑ اشاعت، کراچی، ۱۱محرم الحرام ۱۴۲۳ھ﴾

۱۳۔ جنت البقیع چند تاریخی حقائق ---------------- ۱۰۷

محمد عباس نقوی ﴿اخبار ''ندائے حق'' کراچی ۳۱ دسمبر ۲۰۰۲ء﴾

۱۴۔ آدابِ عزاداری -------------------- ۱۱۶

محمد عباس نقوی ﴿اخبار ''ندائے حق'' کراچی ۔۴ر مارچ ۲۰۰۳ء﴾

۱۵۔ شہادتِ مولا علیؑ ------------------- ۱۲۴

محمد عباس نقوی ﴿اخبار ''ندائے حق'' کراچی، رمضان ایڈیشن، ۲۲ نومبر ۲۰۰۲ء﴾

۱۶۔ ادارۂ مرکزِ علومِ اسلامیہ کا تعارف ---------- ۱۳۳

﴿محمد عباس نقوی﴾

۱۷۔ رپورٹ ہفتہ وار ''سرخی'' لکھنو ---------- ۱۴۲

سعید حسنین عابدی ﴿ہفتہ وار ''سرخی'' لکھنؤ ۵ مئی ۱۹۸۱ء﴾

۱۸۔ جوشؔ کی دوسری برسی (ملیح آباد میں) ---------- ۱۴۴

مطبوعہ روزنامہ ''قومی آواز'' لکھنؤ ۲۵ فروری ۱۹۸۴ء

Presented by www.ziaraat.com

۱۹۔ کراچی کا ادبی منظر نامہ (علامہ ضمیر اختر نقوی کی دو کتابیں) --- ۱۴۷

﴿علی حیدر ملک ہفت روزہ اخبارِ جہاں کراچی، ۵ تا ۱۱ جون ۱۹۹۵ء﴾

۲۰۔ مجلس مولانا محمد ذکی مرحوم (لکھنؤ کی ایک عظیم الشان مجلس) --- ۱۵۱

﴿روزنامہ ''اِن دنوں'' لکھنؤ ۱۶/اگست ۱۹۹۷ء﴾

۲۱۔ ضمیر اختر نقوی مزارِ انیسؔ پر ------------------ ۱۵۳

﴿مطبوعہ روزنامہ ''قومی آواز'' لکھنؤ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۷ء﴾

۲۲۔ ڈاکٹر نیر مسعود کو مبارک باد ------------------ ۱۵۶

روزنامہ ''صحافت'' لکھنؤ ۱۴/ستمبر ۱۹۹۷ء

۲۳۔ علامہ ضمیر اختر نقوی کو لکھنؤ میں استقبالیہ ------------ ۱۵۸

روزنامہ ''صحافت'' لکھنؤ ۱۴/ستمبر ۱۹۹۷ء

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

۲۴۔ علامہ ضمیر اختر نقوی کو لکھنؤ میں استقبالیہ ------------ ۱۶۰

مطبوعہ روزنامہ ''قومی آواز'' لکھنؤ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۷ء

۲۵۔ ملتان میں توسیعی لیکچر ------------------ ۱۶۳

محمد علی کاظم ﴿روزنامہ ''خبریں'' ملتان ۲۸، اپریل ۲۰۰۲ء﴾

۲۶۔ یادگارِ میر انیسؔ سیمینار ------------------ ۱۶۷

ضیغم زیدی۔ ﴿روزنامہ ایکسپریس کراچی، ۱۲/مئی ۲۰۰۲ء﴾

۲۷۔ آسمانِ خطابت کے آفتاب ------------------ ۱۷۳

تعارف ضیغم رضوی ﴿کرائم نیوز۔ کراچی﴾

۲۸۔ بین الاقوامی دولتِ مشترکہ Common wealth

ایوارڈ لندن ------------------ ۱۷۷

﴿جناب سید مولانا سید محمد رضا شبر کی تقریر سے اقتباس﴾

Presented by www.ziaraat.com

۲۹۔ ''وہ شام جس پہ سحر کا گماں ہوتا ہے'' ---------------- ۱۷۹

ڈاکٹر تسنیم زیدی: ﴿ہفت روزہ ''نیشن'' لندن ۲۸ جولائی تا ۳ راگست ۲۰۰۰ء﴾

۳۰۔ عزاخانہ گلزارِ زینبؑ میں مجلس عزا بسلسلہ شہادت مادرِ حسنین ۱۸۱

ہفت روزہ ''نوائے وطن'' ایتھنز (یونان) ۲۲ رجولائی ۲۰۰۵ء

۳۱۔ یومِ شہادت شہزادہ امن (لاہور) ---------------- ۱۸۳

سیّد اعجاز ثقلین بخاری. ﴿ہفت روزہ ''شہید'' لاہور۔ ۱۲، جولائی ۱۹۹۷ء﴾

۳۲۔ لاہور میں معرکتہ الآرا خطابات (۱۹۹۰ء) ----------- ۱۸۶

سیّد اعجاز ثقلین بخاری ﴿رپورٹ ہفت روزہ ''شہید'' لاہور، ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء﴾

۳۳۔ لاہور کا محرم ۱۹۹۶ء ------------------------ ۱۸۹

سیّد اعجاز ثقلین بخاری... ﴿ہفتہ وار اخبار شہید لاہور﴾

۳۴۔ ملک کا نام اسلامی جمہوریہ کے بجائے
عوامی جمہوریہ پاکستان ہونا چاہیئے ------------ ۱۹۳

ایڈیٹر: عمار یاسر... ﴿پندرہ روزہ ولایت یکم مئی/ ۲۰۰۵ء تا ۱۵ مئی ۲۰۰۵ء﴾

۳۵۔ آج کی ماں اپنی اولاد کو کڑی تربیت گاہ فراہم کرے ---- ۲۰۰

سیّد محمد عباس نقوی. ﴿اخبار فکرِ عزا، کراچی۔ شمارہ ۲۰۰۱ء﴾

۳۶۔ غالبؔ انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کا انیسؔ و دبیرؔ سیمینار ------- ۲۰۳

﴿ہفت روزہ آوازِ غیب لکھنؤ ۲۶ ردسمبر ۲۰۰۴ء﴾

۳۷۔ بزمِ مسالمہ میں علامہ ضمیر اختر نقوی ------------- ۲۰۵

﴿ہفت روزہ آوازِ غیب لکھنؤ ۲۶ ردسمبر ۲۰۰۴ء﴾

۳۸۔ تقسیم ایوارڈ (روضۂ زینبیہ ٹکیت رائے روڈ لکھنؤ میں) -------- ۲۰۶

﴿ہفت روزہ آوازِ غیب لکھنو﴾

Presented by www.ziaraat.com

۳۹۔ شاعرِ اعظم میر انیسؔ کی اٹھانوے سالہ برسی
کے موقع پر یومِ انیسؔ ۱۹۷۲ء ---------------- ۲۰۸
﴿ماہنامہ ''پیامِ عمل'' لاہور (انیسؔ نمبر) فروری ۱۹۷۳ء﴾
۴۰۔ صمد انصاری کے ساتھ شام منائی جائے گی ---------- ۲۲۰
﴿''ادبی معیار'' ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء﴾
۴۱۔ انجمن یادگارِ انیسؔ ---------- ۲۲۱
﴿ماہنامہ ''جامِ جم'' کراچی، جون ۱۹۷۱ء﴾
۴۲۔ عشرہ ہوا تمام شہؑ مشرقین کا ---------- ۲۲۵
﴿اخبار شہید لاہور﴾
۴۳۔ یوم شاہ ولایت کے موقع پر محفل مذاکرہ اور محفل سماع شایانِ شان
طریقے سے منایا گیا ---------- ۲۳۰
﴿''خبرنامہ کراچی'' اپریل ۱۹۸۹ء﴾
۴۴۔ میر انیسؔ پر ضمیر اختر نقوی کی کتاب کی رونمائی ---------- ۲۳۲
تحریر: حسن عابدی، روزنامہ ''ڈان'' کراچی مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۹۵ء
۴۵۔ قیمتی تحقیقی کام ---------- ۲۳۴
انتظار حسین، روزنامہ ڈان کا تبصرہ
۴۶۔ رنگوں کی زبان ---------- ۲۳۷
انتظار حسین، ڈان میگزین، مورخہ ۲۸ مئی ۲۰۰۰ء
۴۷۔ ملتان آرٹس کونسل کے میر انیسؔ سیمینار میں علامہ ضمیر اختر نقوی
کا تاریخی خطاب ---------- ۲۴۱
شاہد ملک ملتان

Presented by www.ziaraat.com

۴۸۔ شامِ انیس ---------------------------------- ۲۷۲

شہزاد منظر... ﴿روزنامہ جنگ کراچی جمعہ ایڈیشن، ۲۸ /مارچ ۱۹۸۶ء﴾

۴۹۔ پیغام -- ۲۷۴

﴿علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی﴾ روزنامہ حریت کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۹۵ء

۵۰۔ ممتاز شاعر شہاب کاظمی (نیوجرسی، امریکہ) کی تین کتابوں کی کراچی میں تقریبِ رونمائی ---------------------- ۲۷۶

﴿القلم کراچی، شمارہ۔۸... جنوری ۲۰۰۵ء﴾

۵۱۔ علامہ ضمیر اختر نقوی کے بیانات اخبارات کے آئینے میں۔ ۲۸۶

Presented by www.ziaraat.com

محمد عباس نقوی

ادبِ صحافت

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اگر ہم اپنے اردگرد لوگوں کی زبان ولفظیات اور گفتگو کا جائزہ لیں تو احساس ہوگا کہ ہمارے بعض روّیے باقاعدہ مشینی حیثیت کے حامل ہیں یعنی اخبار، میگزین ہم روزانہ پڑھتے ہیں، دن بھر کے دوران ہر شخص کی نظر سے کم از کم، کم از کم ایک اخبار ضرور گزرتا ہوگا...! لیکن اس کے باوجود صحافتی روّیوں کی کمی واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ عموماً بیان کو خبر اور خبر کو اداریہ کہتے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ سنجیدہ طبقہ واقف ہے کہ اخبار میں ''خبر چھپنے'' کا کیا مطلب ہے اور بیان شائع ہونے کا کیا مفہوم ہے..!

اسی طرح ہر اخبار کی ایک مخصوص پالیسی ہوتی ہے۔ جس میں کچھ شعبے، شخصیات اور ادارے مستند قرار پاتے ہیں اور کچھ مسترد رکھے جاتے ہیں۔ ایسے میں ہوتا یہ ہے کہ کچھ اچھے لوگ کسی ایک اخبار میں مسلسل شائع ہوتے رہتے ہیں اور کچھ دوسرے کسی اخبار میں کسی نہ کسی شکل میں سامنے آتے رہتے ہیں۔

البتہ ان ہی لوگوں میں ایک طبقہ ان علمی و ادبی قدآور شخصیات کا ہوتا ہے جن کا نام ہر اخبار، رسالے یا جریدے کے لیے نہ صرف قابلِ قبول بلکہ قابلِ فخر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب مدظلہٗ العالی کا شمار بھی ایسے ہی خال خال شخصیات میں کیا

Presented by www.ziaraat.com

جاسکتا ہے جنہیں ہر دور میں پیپر paper میڈیا ، الیکٹرانک میڈیا اور انٹرنیٹ میڈیا نے مکمل طور پر سراہا ہے۔

ہر دور میں مختلف اخبارات میں علامہ صاحب کے بیانات، مجالس کی کوریج، ادبی مذاکروں و محافل کی کوریج، علامہ صاحب کی کتب پر تبصرے، سروے اور مذاکروں کی روداد شائع ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

زیرِ نظر مجموعۂ مضامین دراصل 1981ء سے 2006ء کے دوران مختلف رواں موضوعات پر علامہ صاحب کے رواں موضوعات سے متعلق چنیدہ اظہارِ خیال کو پیش کیا جارہا ہے۔ چنیدہ سے یہ مراد ہے کہ ہر برس ملکی و غیر ملکی اخبارات میں سینکڑوں طور طریقوں سے علامہ صاحب کے نکتۂ نظر کو عوام تک پہنچایا جاتا ہے اور عوام الناس علامہ صاحب کی جدید تحقیق، ادبی رجحانات اور مذہبی موضوعات سے مستفید ہوتے ہیں۔ اگر ان تمام مضامین کو شائع کرنے کا ارادہ کیا جائے تو جلدوں پہ جلدیں بنتی جائیں گی..... اور سلسلہ ختم نہ ہوگا۔

لہٰذا معروف اخبارات و رسائل بشمول جنگ کراچی، اخبارِ جہاں کراچی، جنگ لاہور، ہفت روزہ شہید لاہور، خبریں ملتان، Daily ،The News،Dawn، News، Midweek، Sunday Magazine، حرّیت کراچی، ندائے حق کراچی، کرائم نیوز کراچی، فکرِ عزا کراچی، فکرِ زینبؑ کراچی۔ اور قومی آواز لکھنؤ، ان دنوں لکھنؤ، سُرخی لکھنؤ، صحافت لکھنؤ سے علامہ صاحب کے بیانات، مضامین، تبصروں، نقد و نظر اور روداد کے ہزاروں صفحات میں سے محض چند قارئین کے استفادے کی خاطر شائع کئے جارہے ہیں۔ زیرِ نظر مجموعے میں مخصوص موضوعات مثلاً ''روشن خیالی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی''، ''دہشت گردی''، ''اجتہاد کی اہمیت''، ''رویتِ ہلال''،

Presented by www.ziaraat.com

''تعصّبات کا خاتمہ''، ''فنِ خطابت کے اسرار و رموز''، ''شہادتِ مولائے کائنات کے جلوس کی بنیاد''، ''عزاداری کے بنیادی آداب''، ''شیعت اور عراق'' اور میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہٗ کی شخصیت و فن پر علامہ صاحب کی تحقیق و تبصروں جیسے مسلسل زیرِ بحث رہنے والے موضوعات کو شامل کیا گیا ہے جبکہ باقی رہ جانے والے دیگر مضامین و ادبی صحافت کو انشأ اللہ منزل بہ منزل شائع کیا جاتا رہے گا اور مجھے امید ہے کہ یہ سلسلہ اگر چل نکلا تو ۲۰، ۲۵ جلدیں لائی جا سکتی ہیں۔ مضامین پڑھئے اور علامہ صاحب کو دُعائیں دیجئے۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ جنگ کراچی، ۲۹، جون ۲۰۰۳ء

میزبان: محمد اکرم خان جنگ فورم

روشن خیال پاکستان اور مذہبی انتہا پسندی

جنگ:- کہتے ہیں کہ "وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ" لیکن ان دنوں ان رنگوں پر ایک رنگ بہت غالب آرہا ہے اور وہ ہے سیاہ رنگ، چند دن پہلے ملتان، لاہور، پشاور اور صوبہ سرحد کے دیگر شہروں میں نہ صرف خواتین کی تصاویر برائے ہورڈنگز پر بلکہ جہاں خواتین کی تصاویر نہیں تھیں ان پر بھی سیاہ رنگ پھینکے گئے یا انہیں گرادیا گیا۔ آج جنگ فورم کا یہی موضوع ہے ہم نے کوشش کی کہ دونوں جانب سے لوگ موجود ہوں اور اطمینان کے ساتھ ٹھنڈے ماحول میں بات کریں۔ گفتگو کا آغاز کرتے ہیں نائلہ جعفری سے۔

نائلہ جعفری:- ہمارے مذہب اسلام میں بہت گنجائش اور آسانی ہے۔ اسلام سخت مذہب نہیں ہے مگر اسے سخت انداز میں پیش کیا جارہا ہے۔ آج پوری دنیا اسلام اور

Presented by www.ziaraat.com

مسلمانوں کو برا کہنے پر کیوں تلی ہوئی ہے؟ یہ ایک بہت بڑا سوال ہے۔ اتنا پیارا مذہب زدِ تنقید کیوں ہے؟ ہم نے اسے کہاں پہنچا دیا؟ ایک مفکر نے کہا ہے کہ آپ کا سوچنے کا انداز چیزوں کو اچھا یا برا بناتا ہے اگر ایک ذہن مثبت سوچ رکھتا ہے تو پھر کسی بھی بات کو غلط رنگ نہیں دیا جا سکتا۔ شارع فیصل پر ایک ہورڈنگز میں ماں اور بچے کی تصویر ہے جس پر انہوں نے وہ رنگ پھینکا ہوا ہے جس نے ماں اور بچے کے خوب صورت رشتے کا تقدس بھی پامال کرنے کی کوشش کی۔

ہمارے ملک اور معاشرے میں بنیادی ضرورت ان خوفناک مسائل پر توجہ دینے کی ہے جو ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہیں۔ جہاں پینے کا صاف پانی نہ ہو، آلودہ پانی مہیا کیا جا رہا ہو، گاؤں دیہاتوں میں لوگوں کے پاس کپڑے اور جوتے نہیں ہیں، تعلیم، صحت، روزگار اور روزمرہ کی سہولتیں ناپید ہیں۔ بے روزگاری کے باعث خودکشی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسے میں کیا آپ مرد اور عورت کی تخصیص پر اپنا وقت ضائع کریں گے؟ آپ شلوار قمیض کی بحث میں الجھے رہیں جبکہ آدھی دنیا کے ممالک میں مسلمان پینٹ شرٹ پہن رہے ہیں۔ کیا عورت آپ کے گھر اور زندگی کا حصہ نہیں ہے۔ کیا وہ روزمرہ کی ضروریات کی خریداری میں اپنے شوہر کی پسند میں شامل نہیں ہوتی۔ آپ عورت کو کس کس سطح پر الگ کریں گے۔ جہاں تک چہروں کی بات تو پھر مرد کی تصویر بھی نہیں جانی چاہیے۔

ہمیں تو یہ بتایا گیا ہے کہ پردہ آنکھ میں ہوتا ہے۔ شرم و حیا بھی آنکھ میں ہوتی ہے۔ اعمال کا دارومدار اس کی نیت پر ہے۔ ہورڈنگز پر رنگ پھینک کر آپ کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ کس نیت کا پرچار ہے۔ آپ شرعی مسائل پر ضرور بات کریں مگر اس کے ساتھ ساتھ بنیادی مسائل پر بھی توجہ دیں۔ ہر انسان کا حق ہے کہ وہ دنیا میں عزت کے ساتھ جی سکیں۔ مگر اس تذلیل کے ذمہ دار سیاسی لیڈر اور وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس

Presented by www.ziaraat.com

معاشرے کو نقصان پہنچایا۔ مذہب اور سیاست کے طریقے نے ہمیں کہاں پہنچا دیا ہے۔ مرد اور عورت کائنات کا حصہ ہیں اور اللہ نے دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا ہے ان کے حقوق و فرائض بھی تفویض کیے ہیں۔ کیا اس معاشرے میں خواتین کے ساتھ مشکلات نہیں ہیں۔ فلموں، ڈراموں اور میڈیا پر خواتین کے انہی مسائل کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ میں یہ بات تسلیم کرتی ہوں کہ تمام چیزیں اخلاقی اقدار اور طے شدہ حدود میں ہونی چاہیے لیکن جن ہورڈنگز پر رنگ پھینکے گئے کیا وہ اخلاقی حدود سے باہر تھے؟ جہاں تک چہرہ چھپانے کی بات ہے اسلام میں کہیں نہیں ہے کہ آپ اپنا چہرہ اس حد تک چھپا لو کہ آپ کو کچھ نظر ہی نہ آئے۔ پردے کا تصور چادر اور اوڑھنی کی صورت میں ہے وہ کرنا چاہیے۔ مگر جو خواتین پردہ نہیں کرتیں کیا ان کے چہروں پر تیزاب پھینک دینا چاہیے۔ کیا آپ یہ منظر پوری دنیا کو دکھانا چاہتے ہیں؟ کیا اسی طرح اسلام پھیلا تھا۔ کیا آپ نفرتوں اور غلط روایات کو جنم دینا چاہتے ہیں۔

ارجمند رحیم:- ہر عورت کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی زندگی کس طرح گزارے۔ اگر اللہ نے عورت کو حسن دیا ہے اور وہ اسے غلط طریقے سے استعمال نہیں کر رہی اور نہ ہی برائی کی جانب جا رہی ہے تو اس میں کوئی بری بات نہیں ہے اس وقت پاکستان میں اس مسئلے کے علاوہ اور بہت سے مسئلے ہیں جنہیں پہلے حل ہونا چاہیے یہ مسئلہ بعد کا ہے۔ مجھے اس بات پر فخر ہوتا ہے کہ آج ہمیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ آیئے فنڈز جمع کرتے ہیں اور اسکول بناتے ہیں۔ معاشرتی مسائل کے حل کے لئے پروگرام کرتے ہیں۔ مگر ہم اس بحث میں الجھے ہوئے ہیں کہ اشتہار میں عورت کو ہونا چاہیے یا نہیں؟ آپ سائن بورڈ اتار دیں اس سے کیا فرق پڑے گا۔ میرا خیال ہے کہ معاشرے میں ایسی صورتِ حال نہیں کہ نوجوان نسل ہاتھوں سے نکل رہی ہو صرف اس وجہ سے کہ عورت

Presented by www.ziaraat.com

اشتہار میں آئی ہو۔

طلعت حسین:- دو چیزیں ہمیں طے کرنا ہوں گی کہ عورت کا معاشرے میں کردار کیا ہے اور اس معاشرے میں جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں وہ کیا ہیں۔ یہ ساری صورت حال دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم طے کر بیٹھے ہیں کہ اسلام رہتی دنیا تک کے لئے مذہب نہیں ہے۔ جو صورت ہم دیکھ رہے ہیں وہ آج سے ہزاروں سال پہلے قبائلی نظام کی شکل ہے۔ جن علاقوں میں اس طرح کی کارروائیاں ہو رہی ہیں اس کی وجہ تعلیم کی کمی ہے جس سے ایک طرح کی طبقاتی تقسیم پیدا ہو گئی ہے۔ مسلمانوں کو سوائے قرآن کے کسی کتاب میں علم حاصل کرنے کی ہدایت نہیں کی گئی۔ علماء کا طبقہ اس لئے قابل احترام ہے کہ ان کے پاس علم کے فروغ کی ذمہ داری ہے۔ میرے مطالعہ کے مطابق تمام بڑے لوگ جو دنیا میں گزرے ہیں وہ سادی زندگی گزار رہے تھے۔ مگر موجودہ صورتِ حال اس سے قطعی مختلف ہے مولوی حضرات کے پاس انتہائی بڑی بڑی جاگیریں، آن بان اور قیمتی گاڑیوں کے ساتھ گھومتے ہیں سیکورٹی گارڈ بھی ہمراہ ہوتے ہیں تو دین اتنا مہنگا کب سے ہو گیا۔ عورت کے حقوق کے بارے میں جو کچھ قرآن میں ہے اس پر غور کیا جانا ضروری ہے۔ عورت اور مرد کے رشتے میں مرد کی برتری کی وجہ اس کی ذمہ داری اور کفالت ہے ورنہ سیدھا سا حکم ہے بدکار عورتوں اور مردوں کو سزا اور نیک عورتوں اور مردوں کو جزا ملے گی اس لحاظ سے کوئی تقسیم نہیں رکھی گئی۔ جہاں تک عورت کے ناقص العقل ہونے کی بات ہے میں بھی انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتا اس کی وجہ یہ ہے اگر عورت مرد کے شانہ بشانہ چلے تو پھر اس کے بارے میں سوچنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کی نظر کسی عورت پر پڑ بھی جائے تو اسے خطا کا پتلا کہا گیا ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم سزا اور جزا کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں چھوڑنے کے لئے تیار

Presented by www.ziaraat.com

نہیں ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ٹھیکے دار ہیں اس لئے سزا بھی ہم دیں گے اور جزا بھی ہم دیں گے باقی تمام لوگ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ رویّے جہالت پر مبنی ہیں۔ ان رویوں کا ردعمل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صحیح لباس نہیں پہن رہا تو وہ کافر ہوگیا۔ یہ بے مقصد گفتگو ہے اس لئے ہمیں اپنی روحانی صفائی کی جانب سوچنا چاہئے اور غور وفکر کی پالیسی اپنانی چاہئے۔ قرآنی تعلیمات کو اس کے ترجمے کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔

علامہ ضمیر اختر نقوی:- گلشن اقبال سے یہاں تک یہی دیکھتے ہوئے چلا کہ کیا کوئی ایسا اشتہار ہے جس میں کوئی قابلِ اعتراض بات ہو۔ مجھے پورے راستے میں کوئی ایسا اشتہار نظر نہیں آیا۔ گزشتہ دنوں ملتان سے فیصل آباد کے سفر میں بھی ایسا اشتہار نظر نہیں آیا۔ ٹیلی وژن میں ماں بیٹے سے متعلق اشتہار چھپتے رہتے ہیں ہفت روزہ رسالوں کے سرورق پر حسین خواتین کی تصاویر برسوں سے شائع ہورہی ہیں کسی نے برا نہیں منایا یہ اچانک اتنی بڑی مہم کیوں چل پڑی؟ اس کی وجہ تلاش کی جانی چاہئے۔ خواتین کے اس موضوع پر میں کہنا چاہوں گا کہ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام واحد مذہب ہے جس نے عورت کا سب سے زیادہ احترام اور تکریم کا حکم دیا ہے۔ اسلام نے خواتین سے متعلق کچھ چیزیں ایسی دے دیں کہ وہ نہ صرف پوری دنیا پر چھا گئیں بلکہ عیسائی مذہب نے بھی اسے اپنا لیا۔ مادری زبان ہم کہتے ہیں پدری زبان کیوں نہیں؟ کیونکہ بچہ ماں سے بولنا سیکھتا ہے۔ وطن کا تصور بھی جب آتا ہے تو مادرِ وطن کہا جاتا ہے۔ انگریز مدر لینڈ کہتے ہیں۔ زمین، زبان، پرورش، تربیت سے متعلق تصور عورت سے ہے۔ اسلام میں عورت کی جو عظمت بیان کی گئی ہے وہ کسی بھی مذہب میں نہیں۔ روشن خیالی اسی صورت میں آتی ہے جب انسان کا مطالعہ بڑھتا ہے یا وہ علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور عمل کرتا ہے۔ ہم اپنے میڈیا ٹی وی اور ذرائع ابلاغ

Presented by www.ziaraat.com

سے غیر ممالک کو یہ بتائیں کہ اسلام عورت کا احترام کرتا ہے اور عورت یہاں مقید نہیں ہے اس پر پابندیاں نہیں ہیں تو عورتوں پر ظلم و تشدد کے حوالے سے الزام کو غلط ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اپنے ڈراموں، کہانیوں اور اخلاقی درس کے ذریعے یہ کام ہو سکتا ہے۔ ایران اور مصر نے ایسے ڈرامے بنائے ہیں جو مذہبی موضوعات پر ہیں اس لئے اگر اس طرح کا آغاز یہاں کیا جائے تو ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ عورت صرف گھر میں قید نہیں میدان جنگ میں بھی عورتوں نے حصہ لیا ہے جس سے عالمی سطح پر شعور اجاگر ہوگا۔

ڈاکٹر طاہرہ شاہد خان:۔ یہ مسئلہ نہیں ہے کہ عورت ماڈلنگ میں کیوں نظر آرہی ہے بلکہ مسائل کچھ اور ہی ہیں۔ میں اتفاق کرتی ہوں کہ مسئلہ اس وقت صحت، پانی اور تعلیم کا ہے۔ عورت پر تشدد اور مسلمانوں کی پسماندگی کا ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ عورت کو اشتہارات میں آنا چاہئے یا نہیں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ عورتوں کو کس طرح کے اشتہارات میں اور کس انداز سے آنا چاہئے یا ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ عورت جس طرح سے اشتہارات میں آتی ہے وہ طریقہ صحیح ہے یا غلط۔ اس کے روزگار کے ذریعے کو معاشرہ کس طرح سے متاثر کر رہا ہے۔ اس حوالے سے ہمیں معاشرے میں دو طرح سے رائے نظر آتی ہے ایک وہ رائے جو مذہبی گروپ کی جانب سے آئے گی۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ سراسر فحاشی اور عریانی ہے۔ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہ اشتہارات عورت کی روٹی روزی کا ذریعہ ہیں اسے میں سرمایہ دارانہ نظام کی پوزیشن کہتی ہوں۔ یہاں معاشی اور مذہبی نظام کا ٹکراؤ دکھائی دیتا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گی کہ مذہبی جماعتیں اسلام کی زیادہ وفادار ہیں یا جو مخالف لوگ ہیں، جو عورت کو روزگار کے مواقع فراہم کر رہے ہیں وہ اچھے مسلمان نہیں ہیں ہمیں اس چیز کو واضح کرنا ہے اور سامنے لانا ہے۔ میں دونوں نقطہ نگاہ سے اتفاق بھی کرتی ہوں اور اختلاف بھی کرتی ہوں۔ اگر سرمایہ

Presented by www.ziaraat.com

دارانہ نظام کے حوالے سے عورتوں کی ماڈلنگ کے مسئلے پر بات کی جائے تو ہمارے معاشی نظام میں عورت اپنی مرضی سے آتی ہے۔ پوری دنیا میں عورتوں کے حوالے سے ایک تحریک چل رہی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اپنی پراڈکٹ کو فروخت کرنے کے لئے چہرے کے علاوہ باقی وجود کو جس طرح پیش کیا جاتا ہے وہ مناسب نہیں ہے مگر مسئلہ یہ ہے وہاں ماڈلنگ میں اخلاقی ضابطوں کی قید نہیں ہے اور اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو وہاں عملی طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔ انہوں نے تین سال پہلے قانون بنایا ہے کہ کوئی بھی لڑکی تعلیم مکمل ہونے سے پہلے ماڈلنگ نہیں کرے گی تاکہ اس کی ذہنی صلاحیتیں متاثر نہ ہوں اور وہ اگر ماڈلنگ میں نہیں ہے تو اس کے پاس روزگار کے دیگر ذرائع ہوں۔ اس نقطہ نگاہ سے ہمیں جو صورت گزشتہ ہفتے نظر آئی ہے اس پر غور کرنا ہے کہ ہمارا مسئلہ کیا ہے؟ پاکستان کے حوالے سے خواتین کی تصاویر پر گاہے بگاہے رنگ پھینکا جاتا رہا ہے۔ یہ ہمارے مسائل نہیں ہیں مگر ہمیں اس مسئلے کو نظر انداز بھی نہیں کرنا ہمیں ہر فورم پر یہ سوال اٹھانا ہے کہ یہ کیوں ہوتا ہے اس حوالے سے اسے سیاسی طور پر استعمال کر کے کیوں چھوڑ دیا جاتا ہے وہی سیاسی گروپ جو یہ کام کرنے کے لئے سڑکوں پر نکلتے ہیں وہ بنیادی مسائل پر احتجاج کیوں نہیں کرتے؟ زیادہ گمبھیر مسائل موجود ہیں جن میں کاروکاری، تشدد، جہیز، جھلسنے کے واقعات، رشوت اور دیگر برائیاں شامل ہیں۔ ان دفاتر پر حملے کریں جو لوگوں کی بنیادی ضروریات دبا کر بیٹھے ہیں۔ توانائی منفی سمت ضائع کرنے کی بجائے مثبت سمت میں پیش کی جائے۔ اس طرح سے یہ معاملہ بھی خود بہ خود حل ہو جائے گا۔

روبینہ اشرف:۔ میں اس صورت حال پر احتجاج کرنا چاہتی ہوں اور اپنے لوگوں کے ساتھ ہوں اور ان سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں جو یہ تحریک لے کر چلے ہیں۔ جب

Presented by www.ziaraat.com

بیس برس پہلے میں آئی تھی تو حالات کچھ اور تھے اب حالات کچھ اور ہیں لوگ بدل گئے ہیں ماحول بدل گیا ہے۔ اقدار بدل گئی ہیں بہت سے لوگ ہماری فیلڈ میں بھی ایسے آگئے ہیں جو کام کو اچھائی کی جانب نہیں بلکہ نیچے کی جانب لے کر گئے ہیں۔ ڈراما بھی خراب ہوا جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے کام کے بجائے گلیمر اور فیشن پر توجہ دی۔ جو کام کرنا چاہتے ہیں وہ مشکل میں ہیں ہم ڈرامے میں اپنے معاشرے کی عکاسی کرنا چاہتے ہیں پلکیں اور لینس دکھانا نہیں چاہتے۔ ہم لڑکیوں کو اس جانب لے جا کر لوگوں کا دھیان اس طرف نہیں کرنا چاہتے۔ ٹیلی وژن ڈراموں میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ مسائل، گھر اور معاشرے کی بات کی گئی۔ حقیقت پسندی کی بات کی ہے کہ جہاں مرنے کا سین ہے وہاں بغیر میک اپ اداکاری کی گئی ہے۔ جہاں پریشانی ہے وہاں اجڑی ہوئی شکل بنائی ہے۔ ہم آج اس مسئلے کا کیا نتیجہ نکالتے ہیں۔ ہم تمام اشتہارات میں سے عورتوں کو نکال دیں اور ٹی وی پر بھی پابندی لگا دیتے ہیں تو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ معاشرہ بالکل سدھر جائے گا۔

مولانا اسد اللہ بھٹو:- خواتین کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ اسلام نے خواتین کو جو بلند مقام دیا ہے وہ دنیا کی کسی سوسائٹی اور تہذیب میں نہیں ہے قبل از اسلام عورتوں کو زندہ درگور کیا جاتا اور طرح طرح سے ستایا جاتا اسلام نے عورتوں کو عزت و احترام کا مقام دیا۔ آج امریکا کی مغربی تہذیب میں عورتوں کو جو ذلیل ترین مقام دیا گیا ہے اس کا تصور یہاں ممکن نہیں۔ ہم اس معاشرے کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ متحدہ مجلس عمل کے صدر کی حیثیت سے میں یہ کہوں گا کہ اس معاشرے کو ہمیں عظمت کی بلندیوں پر لے جانا ہوگا۔ خواتین کی عظمت اشتہاری بننے میں نہیں ہے بلکہ ایک مقدس خاتون بننے میں ہے جس کی عزت مرد بھی کرے، بچے اور خواتین بھی کریں۔ خواتین

Presented by www.ziaraat.com

اس معاشرے میں ماں کا کردار ادا کرتے ہوئے ہماری رہنمائی کریں۔ یہ کش مکش اسی وجہ سے ہے۔ مغربی خواتین بھی اس بارے میں سوچتی ہیں۔ جب باہر سے فائر فلم آئی تو خود ہندوؤں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ اس طرح سے بیجنگ کانفرنس کی بات ہوئی تو مدر ٹریسا سے لے کر تمام خواتین نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ مگر یہاں نان ایشوز کو بھی ایشوز بنایا جا رہا ہے۔ شلوار قمیض کا مسئلہ ہم نے نہیں بلکہ اسکول جانے والے بچوں کے حوالے سے حکومت نے اٹھایا۔ جج صاحبان کو بھی اس حکومت نے حکم دیا کہ شلوار قمیض نہ پہنی جائے۔ ہماری خواتین بھی فوج میں شلوار قمیض پہنتی تھیں انہیں کہا گیا کہ پینٹ پہنو۔ یہ مسائل ہمارے پیدا کردہ نہیں حکومت کے ہیں۔ وہ سیکولرازم کو ہم پر مسلط کر رہے ہیں۔ یہاں مساجد بنانے پر پابندی عائد کی گئی جبکہ مغربی تہذیب اور مخلوط تعلیم کے ذریعے راستے کھولے جا رہے ہیں۔ جو این جی او اسلام کے نام پر بنائی جائے اس کے لئے ہدایات ہیں کہ اسے رجسٹرڈ نہ کیا جائے۔ مگر اس مقابلے میں لادینیت کے راستے کھولے جا رہے ہیں مگر جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو ہمیں انتہا پسند کہا جاتا ہے۔ مذہبی انتہا پسندی مذہبی لوگوں نے نہیں کی بلکہ یہ سیکولرازم کا نتیجہ ہے۔

شاکر حسین خان:۔ تمام سائن بورڈز حکومت کی اجازت سے لگائے جاتے ہیں۔ پارٹی کے کارکن قائدین کے حکم سے چلتے ہیں۔ اخلاقی ضابطوں کی پاسداری ہونی چاہئے۔

مولانا اسد اللہ بھٹو:۔ ہم نے کسی کو توڑ پھوڑ یا متحرک ہونے کو نہیں کہا لوگوں نے خود ہی اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر طاہرہ شاہد خان:۔ اگر آپ نے یہ محسوس کیا تھا کہ کارکنوں کا یا لوگوں کا طرزِ

Presented by www.ziaraat.com

عمل غلط ہے تو آپ انہیں روک سکتے تھے۔

مولانا اسد اللہ بھٹو:۔ ہمیں بھی اخبارات سے ہی علم ہوا لوگ اپنے جذبات کے اظہار کے لئے پہلے قائدین کے پاس نہیں جاتے۔

ڈاکٹر طاہرہ شاہد خان:۔ جب کوئی کارکنوں کی اچھائی یا حوصلہ افزائی کرتا ہے تو آپ فوراً انہیں پارٹی کارکن قرار دیتے ہیں مگر جب منفی طرز عمل ہو تو لاتعلقی کا اعلان کر دیتے ہیں۔

روبینہ اشرف:۔ کل کو تو آپ کہیں گے کہ لوگوں نے اٹھ کر لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تو ہم کیا کریں گے؟ لوگوں کا جو دل چاہیں گے وہ کریں گے۔

اکرام الحق:۔ اگر یہ مذہبی نقطہ نظر ہے تو اس میں اجتہاد کی ضرورت ہے اور یہ معاملہ ان لوگوں کو دینا چاہئے جو ان امور پر دسترس رکھتے ہیں۔

مولانا سلیم:۔ جس طرح خواتین یہاں لباس پہن کر بیٹھی ہیں اور سائن بورڈ پر بھی استعمال کرتی ہیں اگر یہی روش رہی تو رنگ ہی نہیں پھینکے جائیں بلکہ انہیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے گا۔

سیّد امیر احمد:۔ عورت ایک مقدس ماں بھی ہے، بہن بھی ہے، بیٹی بھی ہے مجھے ماڈلنگ پر اعتراض نہیں مگر جب عورت کو عریاں حالت میں پیش کیا جائے تو یہ پوری قوم کے لئے باعثِ شرم ہے۔

ڈاکٹر طاہرہ شاہد خان:۔ میں نے ابتدا میں سرمایہ دارانہ نظام کی بات کی تھی اور اس کے خلاف مذہبی نقطۂ نظر کی۔ مذہب میں عریانیت کا کیا مفہوم ہے اس کے صحیح معنی آپ کے پاس بھی نہیں۔ آپ صحیح لباس کا تعین کس طرح کریں گے۔

ماجد رضا:۔ آج جنرل پرویز مشرف کا بیان شائع ہوا ہے کہ اشتہارات دیکھ کر جن کا

Presented by www.ziaraat.com

ایمان خراب ہو وہ اپنا ذہنی علاج کرائیں۔ اس پر کیا کہیں گے۔

مولانا اسد اللہ بھٹو:۔ جنرل مشرف کو چونکہ امریکا جانا ہے اس لئے یہ بیان دیا ہے، مجھے امریکا نہیں جانا؟

طلعت حسین:۔ ایک صاحب نے ناراضی کا اظہار کیا ہے کہ اشتہار گرا دیئے جائیں گے۔ بات کرنے کا یہ انداز درست نہیں اگر آپ گرائیں گے تو دوسرے بھی کھڑے ہو جائیں گے نتیجہ خانہ جنگی کی صورت میں نکلے گا۔

شاہد محمود:۔ حضرت موسیٰ کنویں سے پانی بھر کر جا رہے تھے شعیبؑ کی بیٹی آگے جا رہی تھیں۔ موسیٰ نے ان سے کہا کہ تیرا کپڑا اڑنے سے بے پردگی ہو رہی ہے راستے میں جس طرف مڑنا ہو کنکر مار دینا میں اس طرف مڑ جاؤں گا۔ دوسری مثال رسول اللہؐ مسجد نبوی میں اعتکاف میں بیٹھے تھے امہات المومنین میں ایک زوجہ وہاں آئیں ان کے قریب سے ایک صحابی گزرے، انہیں بلا کر کہا یہ میری بیوی ہے۔ صحابی نے عرض کیا اللہ کے رسولؐ کیا ہم آپ کے بارے میں یہ گمان کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا شیطان تیری رگوں میں دوڑتا ہے۔ آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

طلعت حسین:۔ میں نے تو پہلے کہا تھا کہ آپ کی رگوں میں شیطان دوڑ رہا ہے اسے کنٹرول کرنا ہے۔

سعید خان:۔ جو کچھ درگاہوں پر ہو رہا ہے کیا یہ صحیح ہے۔ ماڈلنگ میں عورت جس انداز سے آ رہی ہے کیا یہ صحیح ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف کیا اسلام کا ضابطۂ حیات نہیں ہے۔

ڈاکٹر طاہرہ شاہد خان:۔ سرمایہ دارانہ نظام میں خود بھی ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے۔ گزشتہ ایک سال کے دوران یورپ میں پوسٹ کمرشل ازم تحریک شروع ہو رہی ہے

Presented by www.ziaraat.com

وہاں ایک چینل ایسا بھی ہے جس میں کوئی اشتہار نہیں چلے گا۔ ہمارے یہاں ماڈلنگ اور ایڈورٹائزنگ میں جو رویہ آج ہے یورپ اور امریکا نے بہت پہلے چھوڑ دیا۔

سید رضا شاہ:۔ اسلام خواتین کے زیادہ سے زیادہ حقوق ادا کرتا ہے مگر ہمارے حکمرانوں نے یہ طے نہیں کیا کہ عورت کو کیا مقام دینا ہے۔ یہاں ایک مخصوص طبقہ سائن بورڈز پر رنگ پھینکتا ہے۔ اگر مذہبی مسئلہ ہوتا پھر ٹی وی، سینما وغیرہ کو بھی توڑتا۔ اس سازش کو بے نقاب کیا جائے۔

جویریہ احمد:۔ پاکستان میں بھی یو کے اور دیگر بڑے ممالک کی طرز پر ریگولیٹری بورڈ قائم کیا جائے جو ایڈورٹائزنگ کے مقاصد کا تعین کرے۔

عالیہ نثار:۔ اکثریت نے کہا یہ مسئلہ نہیں ہے بنایا جارہا ہے میں یہ کہوں گی کہ مسئلہ اس لئے بنایا جارہا ہے کہ لاہور، پشاور اور ملتان میں یہ ردعمل دیکھ کر ہمیں افغانستان کی صورت حال نظر آگئی ہم نہیں چاہتے کہ یہ صورتِ حال یہاں بھی ہو۔ اس لئے آج ہی طے کرلیا جائے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ماڈلنگ لڑکیوں کے روزگار کا آسان ذریعہ ہے۔

مولانا اسد اللہ بھٹو:۔ ہمارا معاشرہ صدیوں سے چل رہا ہے محض چند خواتین کے روزگار کے لئے پورے معاشرے کو تباہ کرنا مناسب نہیں۔

زاہد فاروق:۔ پشاور میں جو کچھ ہوا اس کی ایف آئی آر متحدہ مجلس عمل اور ان کے سرگرم کارکنوں کے خلاف درج ہوئی۔ سوال یہ ہوتا ہے ان سائن بورڈ اور ہورڈنگز سے جن لوگوں کا روزگار متاثر ہوا ہے کیا انہیں متبادل روزگار ملے گا؟

مولانا اسد اللہ بھٹو:۔ آپ نے تصویر کا غلط رخ دیکھا ہے۔ یہ رنگ پھینکنے سے کئی لوگوں کا روزگار کھل جائے گا۔

شاہد نواب:۔ امام بخاریؒ کا فرمان ہے کہ جو کچھ میں سوچتا ہوں وہ بالکل صحیح ہے مگر

Presented by www.ziaraat.com

اس میں غلطی کی گنجائش ہے اور میرے سامنے والا جو سوچتا ہے وہ بالکل غلط ہے مگر اس میں صحیح ہونے کا امکان ہے۔ اس شہر کراچی میں ایک مکتبہ فکر (شیعہ) کے سیکڑوں بے گناہ شہری دہشت گردی کا شکار ہوئے مگر آپ کے اور آپ کی جماعت کے ماتھے پر بل نہیں آیا۔ وہاں احتجاج کیوں نہیں ہوا۔

مولانا اسد اللہ بھٹو:۔ میں آپ کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے پرزور مذمت کرتا ہوں اور محبت، رواداری اور اخوت پر یقین رکھتا ہوں۔ ہم نے کراچی شہر کی بدامنی پر آواز اٹھائی ہے مگر سیکولر لوگوں نے عراق اور افغانستان کی جنگ پر کوئی آواز نہیں اٹھائی۔

روبینہ اشرف:۔ ہم نے جنگ کے خلاف پریس کلب میں آواز اٹھائی تھی۔

راشد:۔ روبینہ اشرف نے یہ ضمانت مانگی تھی کہ اگر خواتین کو سائن بورڈ، ڈراموں اور ماڈلنگ سے ہٹا دیا جائے تو کیا معاشرہ اچھا ہو جائے گا۔ میرا کہنا یہ ہے کہ خواتین ڈراموں میں رہیں مگر اسلامی روایات اور اقدار کو نہ چھوڑیں۔

روبینہ اشرف:۔ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ خواتین اشتہارات میں کیوں ہیں۔ اگر اخبار پر خاتون کی تصویر نہ ہو تو یہ بکتا کیوں نہیں۔ لڑکی اگر جینز پہن کر نکلے تو نظر بار بار کیوں اٹھتی ہے اس آنکھ کو پکڑیں۔

ڈاکٹر طاہرہ شاہد خان:۔ مشرقی اقدار کیا ہیں۔ کیا مشرقی اقدار اسلامی اقدار ہیں۔ کیا مشرقی قدر یہ ہے کہ عورت خاموشی سے ظلم وستم سہے۔

ڈاکٹر اسد اللہ بھٹو:۔ ہمارے یہاں مشرقی اور مغربی تہذیب کا ٹکراؤ ہے۔ مسلمان عورت ہو یا غیر مسلم، اخلاقی ضابطے سب کے لئے ہیں۔

ڈاکٹر ہیر العل:۔ فلموں کی طرح اشتہارات کے لئے بھی سنسر بورڈ ہونا چاہئے جو اس بات کا جائزہ لے کہ کون سا اشتہار آنا ہے یا نہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

شازیہ خان :- مولانا اسد اللہ بھٹو نے کہا کہ عورت کو پسند اور ناپسند کا حق حاصل ہے۔ آپ تو خود سیکولرازم کی حمایت کرتے ہیں۔ باچا خان چوک پر جو عریاں اشتہارات لگے ہوئے ہیں وہ اور سینما دیکھنے مذہبی طبقہ کیوں جاتا ہے؟

مولانا اسد اللہ بھٹو :- ہم دونوں اطراف سے تنقید کی زد میں ہیں پھینکا ہے تو بھی تنقید ہے نہیں پھینکا تو بھی تنقید ہے۔

سیّد ابوبکر ہاشمی :- سیاست داں کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص آپ سے بیس روپے لے اور دس روپے واپس کر کے کہے کہ ہم دونوں کا دس روپے کا نقصان ہو چکا ہے۔

سید زیاد احمد :- ایک حدیث ہے لعنت ہو بد نظری کرنے والے پر اور بدنظری کے لئے خود کو پیش کرنے والے پر۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ان کے اس عمل سے ہی دروازوں کے تالے کھل گئے تھے۔

نگہت چوہدری :- مسلمانوں کے درمیان عورت ہی نشانہ بنی ہوئی ہے۔ کہیں دنیا میں عورت کو اس طرح سے نشانہ نہیں بنایا گیا۔ عورت ہی بری ہے، عورت ہی خراب ہے، عورت پر ہی الزام ہے، عورت ہی غلط کرتی ہے، عورت پر ہی ساری پابندیاں ہیں۔ مرد پر کوئی کچھ نہیں کہتا کیا اسلام صرف عورتوں کے لئے تو نہیں آیا۔ اسلام مرد کی اصلاح کے لئے بھی تو ہے۔ یہاں تو یہ بھی دیکھا ہے کہ مرد کسی عورت کو طلاق دے دے اور اس کا حق اسے نہ پہنچائے۔

ضمیر اختر نقوی :- انگلینڈ اور امریکا کے علاوہ یورپ کے کئی ممالک جا چکا ہوں۔ وہاں پر لگے عریاں اشتہارات کے بارے میں جب میں نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ پورے انگلینڈ میں ۲۵ فیصد لوگ عریانیت پسند ہیں۔ پاپ سنگر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ یہ بڑی باحیا قوم ہے۔ وہاں شاہی خاندان کی ملکہ بغیر لباس کے

Presented by www.ziaraat.com

باہر نہیں نکلتی۔ دستانے تک پہنچتی ہے۔ وہ اچھی زندگی گزارنا اور رہنا چاہتے ہیں اس لئے ہمیں غیر مسلم ممالک کو پردے اور عورت کی اہمیت سے آگاہ کرنا چاہیئے۔ عورت ایک قیمتی موتی اور خزانہ ہے جسے حفاظت کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔

نگہت چوہدری :- تو پھر آپ کے اس معاشرے میں میری حفاظت کیوں نہیں ہے۔ میں کسی کی آنکھ میں حفاظت میں کیوں نہیں ہوں۔

علامہ ضمیر اختر نقوی :- اگر ہر پاکستانی یہ سمجھ لے کہ عورت ہمارے گھر کی فرد ہے تو کوئی مسئلہ نہ ہو۔ مگر جہاں فرقہ واریت، صوبائیت اور نفرت پھیلا دی گئی ہے وہاں احترام کے تقاضے کس طرح ملحوظ خاطر رکھے جاسکتے ہیں۔

ثمن نورانی :- اگر عورتیں حجاب پہن لیں تو یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔

ڈاکٹر طاہرہ شاہد خان :- آپ کا خیال ہے کہ حجاب پہن کر مکمل تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ باہر نکل کر دیکھیں اور رات بارہ بجے کے بعد باہر نکلیں آپ کو اندازہ ہو گا کہ کتنی مشکلات ہیں۔ جنسی تشدد کے واقعات گاؤں دیہاتوں میں زیادہ ہوتے ہیں حالانکہ وہاں پردہ زیادہ ہے۔

مولانا اسد اللہ بھٹو :- میں اس کی تردید کرتا ہوں اور اسے کلی طور پر مسترد کرتا ہوں۔

نگہت چوہدری :- کیا پورے پاکستان کے اخبارات غلط ہیں۔

مولانا اسد اللہ بھٹو :- دو چار کیس اخبارات میں آجانے سے کوئی خاص شرح نہیں بنتی۔ دنیا میں سب سے زیادہ جنسی تشدد امریکا میں ہوتا ہے۔ جہاں سب سے زیادہ بے حیائی ہے سب سے کم شرح سعودی عرب اور افغانستان کی ہے۔

طلعت حسین :- یہاں جو لوگ اعتراض کر رہے ہیں وہ یہ بتائیں کہ قرآن کی تفاسیر سب لوگوں کے لئے ہے یا چند لوگوں کے لئے، اس لئے سب کو چاہیئے کہ وہ قرآن

Presented by www.ziaraat.com

پڑھیں اور علما پر انحصار نہ کریں۔

جنگ :- ترقی اور تبدیلی کا سفر ہمیشہ جاری رہتا ہے کوئی چیز نہ جبر سے ختم کی جاسکتی ہے اور نہ شامل کی جاسکتی ہے۔ ہمارا معاشرہ ارتقائی عمل میں ہے ہم سب کو بہتری کی امید رکھنی چاہئے۔

Presented by www.ziaraat.com

روز نامہ جنگ کراچی منگل ۹ ستمبر ۲۰۰۳ء

فرقہ وارانہ ہم آہنگی، متحدہ قومی موومنٹ کی علامہ ضمیر اختر نقوی سے ملاقات

عوام میں فقہ اور مسلک کی بنیاد پر کوئی اختلاف نہیں

آفتاب شیخ اور شعیب بخاری سے گفتگو

کراچی (پ ر) فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے فروغ اور قیام امن کے لئے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام سے ایم کیوایم کی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ صوبائی مشیر داخلہ آفتاب شیخ نے عبدالعزیز ایڈووکیٹ اور صوبائی وزیر منصوبہ بندی وترقیات شعیب بخاری نے علامہ ضمیر اختر نقوی سے ملاقات کی اور ان سے کراچی میں قیام امن اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے فروغ کے لئے تعاون کی اپیل کی۔ علمائے کرام نے اپنی گفتگو میں کہا کہ تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے عوام میں فقہ اور مسلک کی بنیاد پر کوئی اختلاف نہیں اوران میں آپس میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی ہے مگر بعض عناصر سندھ بالخصوص کراچی میں فرقہ وارانہ فسادات کرانے اور امن وامان کی صورتحال تباہ کرنے کی سازشیں کررہے ہیں۔ ملاقات کے موقع پر رکن سندھ اسمبلی عباس جعفری، ایم کیوایم کی علماء کمیٹی کے ارکان جاوید احمد، مولانا شاہ فیروز الدین

Presented by www.ziaraat.com

رحمانی اور ناصر یامین بھی ان کے ہمراہ تھے۔ عبدالعزیز ایڈووکیٹ اور علامہ سید ضمیر اختر نقوی نے اس بات پر زور دیا کہ تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اتحاد بین المسلمین کے موضوع پر ایک کانفرنس کا انعقاد کریں اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانے والوں کے خلاف ایسی متفقہ قرارداد منظور کریں جس میں ان عناصر کا احتساب یقینی ہو۔ انہوں نے دہشت گردوں کی فائرنگ سے ایم کیو ایم کے کارکنان نوید مرتضیٰ اور آصف بیگ سمیت آٹھ افراد کے بہیمانہ قتل کی واردات پر بھی گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے عوام سے اپیل کی کہ وہ اپنے درمیان اتحاد و بھائی چارگی کی فضا برقرار رکھ کر فرقہ وارانہ فسادات کی سازشوں کو ناکام بنا دیں۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ جنگ کراچی بروز بدھ ۵/نومبر ۲۰۰۳ء

ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین سے عالمِ دین ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی ملاقات

لندن (پ ر) ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین سے عالمِ دین اور اسکالر علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے ایم کیو ایم انٹرنیشنل سیکریٹریٹ لندن میں ملاقات کی۔ اس موقع پر ایم کیو ایم کے کنوینر ڈاکٹر عمران فاروق، رکن قومی اسمبلی سیّد حیدر عباس رضوی اور ایم کیو ایم برطانیہ کے آرگنائزر سہیل زیدی بھی موجود تھے۔ ضمیر اختر نقوی نے الطاف حسین کو میر انیسؔ کی دو سو سالہ تقریبات پر اپنی تحریر کردہ کتاب "The Study of Elegies of Mir Anees" بھی پیش کی اور الطاف حسین کے ہمراہ روزہ افطار کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

جنگ مڈویک میگزین ۹ر جون ۲۰۰۴ء

رپورٹ: رضیہ فرید

دہشت گرد اولاد

☆ جانے کس موڑ پر کیا چوک ہوگئی ہے

☆ مرنا مارنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگیا ہے

یہ کن لوگوں کے بچے ہیں جو خوں آشام تاریخ رقم کر رہے ہیں؟

زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے

چند معروف افراد کا اظہارِ خیال

ڈاکٹر علامہ ضمیر اختر نقوی، (مذہبی اسکالر) نے انتہائی غم ناک لہجے میں کہا، گزشتہ چند ہفتوں میں کراچی میں دہشت گردی کی جو لہر اُٹھی ہے وہ افسوس ناک اور تشویش ناک ہے۔ غیر یقینی فضا کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے اور دکھ اس بات کا بھی ہوتا ہے کہ دہشت گردی میں نوجوان نسل کے چند بچے شامل ہیں۔ دراصل جو کچھ ہو رہا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ پاکستان میں تعلیم کا نظام درست نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے متعلقہ حکام

Presented by www.ziaraat.com

کی توجہ اس جانب دلائی بھی لیکن ہمارے نظام کے ذمے داران توجہ نہیں دے رہے۔ اس مسئلے کو وزارتِ تعلیم مکمل نظر انداز کر رہی ہے، وہ ماہرین تعلیم سے بھی کچھ پوچھنا گوارا نہیں کرتے۔ پوری دنیا میں مذہب کے شعبے الگ ہیں، ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہر طبقہ اپنے مذہب، فرقے کے حوالے سے اپنے بچوں کے بارے میں سوچتا ہے۔ یہ پڑھانا ہے، یہ نہیں پڑھانا، ضیاالحق مرحوم نے جب پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ رکھا، اس وقت سے تا حال فرقہ واریت پروان چڑھ رہی ہے۔ جس ملک میں مختلف مذاہب کے افراد ہوں، وہاں کیسے ایک ہی بات پر اتفاق کیا جا سکتا ہے۔ یہاں مذہبی عناصر کو اتنا بڑھا دیا ہے کہ حیرت کے ساتھ افسوس ہوتا ہے، آخر اس کا مقصد کیا ہے؟ پاکستان کا نظام اپنے ابتدائی دنوں میں جس طرح چل رہا تھا، وہ بہت اچھا تھا۔ نظامِ تعلیم بہت بہتر تھا۔ انجینئر، قانون داں، ڈاکٹر، سب ہی نے پڑھ لکھ کر اپنا مقام بنایا۔ رفتہ رفتہ نظامِ تعلیم میں خرابیاں پیدا ہوتی گئیں اور مسائل پیدا ہوتے گئے۔ اب ہر فرقہ چاہتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ہوتا رہے۔ امریکا بھی نہیں چاہے گا کہ مسلمان متحد ہوں۔ وہ سیکولر حکومتوں سے ڈرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مذہب کا ہلا گلا ہوتا رہے۔ اس نے (امریکا) ہندوستان میں بھی ایسا کرنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے ایسا ہونے نہیں دیا۔ ہمارے ہاں انتہا پسند ہیں۔ اس وقت دہشت گردی کی وارداتیں جس دیدہ دلیری سے ہو رہی ہیں، اُن سے ہر باشعور یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیا والدین خصوصاً ماؤں نے بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینی ختم کر دی ہے۔ بات یہاں پر پھر تعلیم کی آتی ہے، اگر ہر ماں اپنے بچوں کو اخلاقی تعلیم صحیح طریقے سے دے، تو وہ بڑے ہو کر کبھی کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔ اسلام میں ماں کا کردار بہت اہم ہے۔ اولاد کا مسئلہ نہیں ہے، مسئلہ ماؤں کا ہے کہ وہ کون سی مائیں ہیں جو اپنے بچوں

Presented by www.ziaraat.com

کو صحیح خطوط پر تعلیم نہیں دے رہیں۔ ایک قصہ سنا تا ہوں۔ یہ قصہ ہے سلطانہ ڈاکو کا، اُسے پھانسی کی سزا ہوئی تو اس نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے اپنی ماں سے ملنا ہے۔ اُس کی خواہش پوری کی گئی۔ اُس نے ماں کو قریب بلایا اور اس کا کان چبا ڈالا۔ جب سلطانہ ڈاکو سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ یہ تو تمہاری ماں ہے۔ اُس نے کہا، میں نے بچپن میں مرغی کا انڈہ چرایا تھا، انڈہ لا کر ماں کو دیا تو اُس نے مجھے کچھ نہ کہا اور لے کر رکھ لیا۔ اگر ماں اُس وقت مجھے چوری کرنے سے منع کر دیتی تو آج میں ڈاکو نہ ہوتا، یہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ماؤں کی تربیت بچوں کی شخصیت بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ جب مائیں ہی بچوں کو یہ نہیں بتائیں گی کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا ہے، تو بچے کیا کریں گے؟ کیسے اُن کی شخصیت بنے گی۔ جب بچہ گود میں ہوتا ہے تو ماں اس سے باتیں کرتی ہے، بچہ اُس کی باتیں سنتا ہے، وہ لوری دے کر اُسے سلاتی ہے۔ جب بچہ بولنا شروع کرتا ہے تو کتنی خوشی ہوتی ہے لیکن ماؤں کو اس کا علم ہی نہیں ہے کہ جب بچہ بولنا شروع کرے تو وہ آغاز کہاں سے کرے کہ ایسے بولو، اس طرح بولو، ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ، محاورتاً نہیں کہا جاتا یہ گود، درس گاہ ہی ہے اب اس درس گاہ سے بچے کیا بنتے ہیں؟ یہ سب نظر آ رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نظامِ تعلیم کو درست کیا جائے، ساری خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ ماں کی گود سے بچہ سیکھتا ہوا، پڑھتا ہوا، اسکول کی دنیا میں قدم رکھے تو اُسے بولنے کے آداب آتے ہوں۔ جملوں کا استعمال آتا ہو۔ بڑوں کا ادب، احترام کرنا جانتا ہو۔ دہشت گرد اولاد ماں کی غلط تربیت کا نتیجہ ہے۔

❋❋❋

Presented by www.ziaraat.com

جنگ سنڈے میگزین ۷/نومبر ۲۰۰۴ء

میزبان: محمد اکرم خان رپورٹ: صبا شبیر ایوبی

اجتہاد

کیا ہے؟ کیوں کیا جاتا ہے؟ کون کرسکتا ہے؟

موجودہ دور میں اِس کی کیا اہمیت ہے

دورِ جدید میں آج بہت سے ایسے مسائل ہیں جن پر قرآن وسنت خاموش ہیں، مگر ان کا حل اجتہاد کے ذریعے تلاش کیا جاسکتا ہے۔ اجتہاد نہ ہونے کے باعث مسلمانوں میں فرقہ واریت بڑھ رہی ہے اور عالم اسلام پر جمود طاری ہے۔ اجتہاد کیا ہے؟ اجتہاد کیوں کیا جاتا ہے؟ اجتہاد کون کرسکتا ہے؟ کیا اجتہاد کے ذریعے آج کے تمام مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے؟ کیا اجتہاد مسلم امہ میں اتحاد کا باعث بن سکتا ہے؟ جدید علوم اور ٹیکنالوجی کے ماہر لوگوں کو اجتہاد کے عمل میں شریک نہیں کیا جانا چاہیئے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات معلوم کرنے کے لیے جنگ فورم کے زیر اہتمام لاہور، کراچی، راولپنڈی، ملتان اور پشاور کے سٹیشنوں پر مذاکرے کروائے گئے ان مذاکروں کی تفصیلی رپورٹ لاہور میں ندیم اختر چودھری نے ترتیب دی جو درج ذیل ہے:-

جنگ: ''اجتہاد اور آج کے دور میں اس کی اہمیت'' آج کے مذاکرے کا موضوع ہے۔ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ اجتہاد کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیا ہے؟ اجتہاد

Presented by www.ziaraat.com

کے لیے کیا شرائط ہوتی ہیں؟ کن کن مکاتبِ فکر میں اجتہاد ہوتا ہے؟ اجتہاد کیوں کیا جاتا ہے؟ آج کے دور میں کن کن مسائل پر اجتہاد ضروری ہے؟ کیا اجتہاد مسلم امہ میں اتحاد کا باعث بن سکتا ہے؟ اجتہاد کرنے والے علماء اور مفتی حضرات کا معیار کیا ہوتا ہے؟ کیا رویتِ ہلال کمیٹی، مشترکہ اسلامی کیلنڈر، طلاق، مذہبی انتہا پسندی، مخلوط طرزِ تعلیم، موسیقی، حدود آرڈیننس، نظامِ حکومت وغیرہ جیسے موضوعات پر آج اجتہاد نہیں ہونا چاہیے؟ اجتہاد اور اجماع میں کیا فرق ہے؟

مولانا احترام الحق تھانوی سے پوچھتے ہیں کہ اس حوالے سے ان کے خیالات کیا ہیں؟

مولانا احترام الحق تھانوی: عام طور پر یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اسلام میں اجتہاد کے دروازے جن لوگوں نے بند کر دیے ہیں، موجودہ دور میں ان کی ترقی میں یا آگے بڑھنے میں رکاوٹ یہی چیز ہے، یہ بات درست نہیں ہے، شعبہ دین کا ہو یا دنیا کا، اگر کہیں راستہ نہیں مل رہا اور سوال یہ پیدا ہو کہ کہاں جانا چاہیے تو اس راستے کو تلاش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔ شریعت میں اجتہاد یہ ہے کہ جو معاملات قرآن وسنّت کی بنیاد پر حل کیے جائیں، اگر قرآن وسنّت میں ان کے متعلق کوئی واضح حکم نہیں ملتا تو اس مسئلے کے حل کی کوشش کو اجتہاد کہتے ہیں۔

جنگ: اجتہاد کے لیے اتھارٹی کون لوگ ہیں؟

مولانا احترام الحق تھانوی: اس کے لیے ہر آدمی اتھارٹی نہیں ہے۔ اس کی اتھارٹی صرف انہی لوگوں کے پاس ہے جن کو قرآن وسنّت پر عبور حاصل ہے اور جو کسی بھی ایسے استاد یا کسی بھی ایسی درس گاہ سے، جہاں علم ایک شجرے کی طرح منتقل ہوتا چلا آرہا ہے، وہاں سے اس بات کی اجازت حاصل کرے، جس طرح کسی مرض کے علاج کے لیے ڈاکٹر سے رجوع کیا جاتا ہے، اسی طرح اجتہاد ہر کوئی نہیں کرسکتا۔ شریعت کے معاملے میں ہر آدمی اتھارٹی نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جنگ: آج کے دور میں امّتِ مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں، آپ کے خیال میں کیا ان میں اجتہاد کی ضرورت ہے؟ خاص کر فرقہ واریت اور انتہا پسندی وغیرہ۔

مولانا احترام الحق تھانوی: آج کے دور میں امّتِ مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں، میرے خیال میں ان کا سبب اجتہاد کا نہ ہونا نہیں بلکہ اتحاد کا نہ ہونا ہے اور اس میں کسی قسم کے اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر سب متفق ہیں۔ مسلمان ٹکڑوں میں رہتے ہیں، ان میں اتحاد ہونا چاہیے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فرقہ واریت یا پوری امّتِ مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں، ان کو اجتہاد سے نمٹ لیں گے تو میری نظر میں یہ درست نہیں ہے کہ فقہی مسائل سے امّت بٹی ہوئی ہے۔ نماز ہاتھ چھوڑ کر پڑھیں یا باندھ کر، سب امّت میں ہیں۔

جنگ: ہمارے ہاں چاند پر بھی اختلاف ہوجاتا ہے۔ دو عیدیں ہو جاتی ہیں۔ ان معاملات پر اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: جی نہیں، یہ غلط ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ چاند پر تقسیم ہو گئے۔ میں پوچھتا ہوں چاند ایک کیسے ہوسکتا ہے۔ مسلمانوں کی کون سی چیز ایک ہے۔ مسلمانوں کی زمینیں، دریا، سمندر، علاقے، آسمان سب تقسیم ہیں۔ اگر چاند بھی تقسیم ہوگیا تو کون سی تعجّب کی بات ہے۔ جب مسلمانوں کے دل تقسیم نہیں تھے تو ان کی عیدیں بھی تقسیم نہیں تھیں۔

جنگ: آپ کے خیال میں کیا یہ تمام چیزیں درست ہیں، عید ایک نہیں ہونی چاہیے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: شریعت یہ مطالبہ کہیں نہیں کرتی کہ رسم و رواج ایک کرو۔ صرف اتحاد کا حکم دیا ہے اور وہ خالی عید ایک کرنے سے نہیں ہوتا ہے۔ دنیا میں نمازوں کے اوقات مختلف ہیں تو اس اختلافِ اوقات کو اختلافِ امّت نہیں کہا جائے

Presented by www.ziaraat.com

گا۔ اسی طرح رویتِ ہلال کا جو شرعی طریقہ ہے، جس کے مطابق کسی جگہ چاند نظر آ گیا اور کسی جگہ نظر نہیں آیا۔ آج کے دور میں جب دنیا مختصر ہو گئی ہے تو پورے عالمِ اسلام کے لیے ایسا ہو تو سکتا ہے لیکن یہ نظام قائم اس لیے نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ امّت بٹی ہوئی ہے۔ عرب میں امّت بٹی ہوئی ہے، عجم میں بٹی ہوئی ہے۔ رنگوں میں، نسلوں میں بٹی ہوئی ہے تو پھر کس کے پاس یہ اختیار ہو کہ رویتِ ہلال اور ثبوتِ ہلال کا کون سا علاقہ کس کو دیا جائے۔ اب بات جمہوری طریقوں کی آ جاتی ہے تو دنیا میں جتنے بھی عید منانے والے ممالک ہیں، بد قسمتی سے ان میں سے کوئی بھی ملک ایسا نہیں ہے جو جمہوری اطوار اور جمہوری طریقوں کو اپنی زندگی میں فخر کے ساتھ نافذ کرے۔

جنگ: آپ کے خیال میں امّتِ مسلمہ میں خاص طور پر پاکستان میں ایسے کون سے مسائل ہیں، جن پر اجتہاد کیا جانا چاہیے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں، جو کہیں کہ آج کس اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ہم جیسے کم علم رکھنے والے لوگوں کے لیے بہتر اجتہاد یہی ہے کہ ہم سے پہلے جو اکابر چلے گئے ہیں، ان کی پیروی کریں۔ اسی میں ہم دین کو زیادہ محفوظ سمجھتے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ اجتہاد کے دروازے کھول کر متفقہ مسائل کو اختلافی بنا لیں۔

جنگ: سائنس کے حوالے سے کچھ مسائل ہیں، ان پر تو اجتہاد کیا جانا چاہیے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: دیکھیے ایسے مسائل پر بات کرنا کہ سود کو کیسے حلال قرار دیا جائے تو اس پر اجتہاد نہیں کیا جا سکتا۔ اپنی مرضی کا اسلام لانے کے لیے اجتہاد نہیں ہو سکتا۔ ہاں اس پر اجتہاد کریں کہ خون کی منتقلی کا مسئلہ ہے، یا ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے۔ اس پر اجتہاد کرنے سے کوئی نہیں روکتا۔ یہ درست نہیں کہ آپ ہدف پہلے بنا لیں اور پھر اسلام کو توڑ موڑ کر وہاں لے جانے کی کوشش کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

جنگ: آپ کا تعلق درس و تدریس سے بھی ہے تو آج کے دور میں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حکومت کے معاملات ہوں یا تعلیم کے، اجتہاد کی کیا اہمیت ہے؟ کیا پڑھیں اور کیا نہ پڑھیں۔ یہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی۔ اس میں کس حد تک اجتہاد کی ضرورت ہے؟

پروفیسر عبدالرشید: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کیا آج ہمیں اجتہاد کی ضرورت ہے؟ جب ہم یہ بات کہتے ہیں کہ دین کو مکمل کر دیا گیا اور یہ قیامت تک رہے گا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے ہر مسئلے کا حل اسلام کے پاس ہونا چاہیے۔ اجتہاد اس وقت کیا جاتا ہے جب ہمارے سامنے قرآن و حدیث میں کوئی واضح حکم نہ ہو، یا نئی چیزوں کا وہاں ذکر نہ ہو، جہاں تک تعلیم کی بات ہے تو اسلام کسی بھی قسم کے علم کو حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا۔ ہر وہ علم جو انسان کی بھلائی کے لیے یا معاشرے کی بھلائی کے لیے ہو، اسے اسلام حاصل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ خود محمدؐ نے صحابہ کرامؓ کو مختلف زبانیں سیکھنے کا حکم دیا۔ جب تک ہم سیکھیں گے نہیں، اسلام کی تبلیغ کیسے کریں گے۔ اور ویسے بھی آج کے دور میں کمپیوٹر اور دوسری ٹیکنالوجی کا حاصل کرنا دوسرے ممالک کے ساتھ چلنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔

جنگ: دینی مدارس اب تک تو جدید علوم سے دور تھے؟

پروفیسر عبدالرشید: جب، جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے، اسے اپنایا جاتا ہے۔ ہم نے ایک نیشنل سیمینار کیا، جس میں پورے پاکستان سے دینی مدارس کے سربراہوں کو بلایا گیا۔ ''نصابی تعلیم میں تبدیلی، تقاضے اور ان کے امکانات'' سیمینار کا عنوان تھا۔ وہاں بات کی گئی کہ ہمیں چاہیے کیا؟ اگر آپ کو صرف امام مسجد مہیا کرنا ہے تو پھر آپ کو مزید تعلیم کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ نے انہیں معاشرے میں لانا ہے تو پھر تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے اور اس وقت کئی ایسے بڑے مدارس ہیں، جہاں جدید تعلیم دی جا رہی ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جنگ: ہمارے ہاں مخلوط طرزِ تعلیم پر بھی اعتراضات ہوتے ہیں۔ آپ کے خیال میں کیا یہاں پر اجتہاد کی ضرورت ہے؟

پروفیسر عبدالرشید: بلاشبہ دینی مدارس میں طالبات کے لیے علیحدہ انتظام ہوتا ہے لیکن یہاں ہمّت اور پریکٹس کی ضرورت ہے، یہ کوئی ایشو نہیں ہے، جو طلباء مدارس سے فارغ ہوتے ہیں، ان کو ایم اے میں داخلہ دیا جاتا ہے، وہاں ان کے لیے الگ کلاسز کا بندوبست نہیں ہے۔ وہ عالم ہیں اور اسی کلاس میں بچیّوں کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ آپ ان کے لیے انتظام الگ کریں لیکن اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ سسٹم ان کی تعلیم میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔

جنگ: پاکستان میں جو نظام رائج ہے، کیا اس میں اجتہاد کی ضرورت ہے؟

پروفیسر عبدالرشید: یہ بات طے ہے کہ جو چیز ہمیں قرآن وسنت میں مل رہی ہے، اس میں ہم اجتہاد نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''بدکار مرد اور بدکار عورت کو ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں'' اب اس میں کسی قسم کا اجتہاد نہیں ہو سکتا کہ ۱۰۰ کی بجائے ۹۰ کوڑے مارے جائیں لیکن اس میں اجتہاد ہو سکتا ہے کہ کوڑا کس قسم کا ہونا چاہیے، اس کی طاقت کیا ہونی چاہیے۔ تعلیم کا مسئلہ ہے، حجاب کا مسئلہ ہے۔ رویتِ ہلال کا مسئلہ ہے۔ ان پر بات ہو سکتی ہے۔ آپ نے انتہا پسندی کی بات کی ہے، ان کی وجوہ تلاش کی جانی چاہئیں۔ جب آپ وجہ تلاش کر لیں گے تو پھر فیصلہ کر سکیں گے اور اس کا سدّباب بھی، لیکن پہلے ہمیں اس کی بنیاد کو سمجھنا ہوگا۔

جنگ: خالد جاوید صاحب! آپ قانون کے پیشے سے وابستہ ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں نظامِ عدل اور نظامِ قانون اسلامی ہے اور کیا اس میں اجتہاد کی ضرورت ہے؟

خالد جاوید ایڈووکیٹ: آج کا موضوع شرعی بھی ہے اور قانونی بھی۔ قانونی اس

Presented by www.ziaraat.com

لحاظ سے کہ قانون کے نصاب میں اسلامی قوانین کے ماخذ میں سب سے اہم قرآن پاک ہے۔ اس کے بعد سنتِ رسول کا مرحلہ آتا ہے۔ اگر ہمیں کسی مسئلے کا حل قرآن و سنّت میں نہیں ملتا تو پھر اجماع اور اجتہاد کا مرحلہ آتا ہے۔

جنگ: اجتماع اور اجتہاد میں کیا فرق ہے؟

خالد جاوید ایڈووکیٹ: مجتہدین اگر کسی ایک فیصلے پر متفق ہو جائیں۔ ان کے فیصلے میں عوام کی رائے کا شامل ہونا ضروری نہیں مجتہد کی شرائط سخت مقرر کی گئی ہیں، جو ان شرائط پر پورا اترتا ہے، مجتہد کہلاتا ہے۔ اس کا باعلم اور باکردار ہونا لازمی ہے۔ اگر کسی مسئلے کا حل ہمیں قرآن وسنت میں نہیں ملتا تو وہاں اجتہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے بقول اگر ملتِ اسلامیہ کے مجتہدین کسی شرعی حکم پر ایک ہو جائیں تو اسے اجماع کہتے ہیں۔

جنگ: ہمارے ملک میں اسلامی قوانین کی کیا اہمیت ہے؟ کیا ہمارے قوانین اور آئین اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں؟

خالد جاوید ایڈووکیٹ: موجودہ متفقہ آئین ۱۹۷۳ء میں پاس ہوا۔ اس سے قبل ۱۹۵۶ء میں پاس ہوا تھا۔ اس کے دیباچہ میں قراردادِ مقاصد کا اندراج کیا گیا تھا۔ اس میں یہ شامل تھا کہ ملک میں اسلامی حکومت بنے گی، جو اسلامی اصولوں پر قائم ہوگی۔ ۱۹۸۵ء تک قراردادِ مقاصد آئین کا حصہ نہ تھی۔ ۱۹۸۵ء میں یہ آئین کا حصہ بنی۔ قراردادِ مقاصد کے مطابق اگر کوئی چیز قرآن وسنت سے متصادم ہو تو اسے غیر موثر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اسی قرارداد کے تحت وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ بھی آئین کا حصہ ہے۔ اس عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ملک میں رائج قوانین کا جائزہ لے اور اگر کوئی قانون اس کی نظر میں قرآن وسنّت کے خلاف ہے تو وہ اسے کالعدم قرار دینے کا حق رکھتی ہے اور حکومت سے سفارش کرسکتی ہے کہ اس قانون کو تبدیل

Presented by www.ziaraat.com

کر دیا جائے۔ مقررہ وقت میں حکومت ایسا نہ کرے تو وہ قانون خود بہ خود کالعدم ہو جائے گا۔ تاہم حکومت سپریم اپیلیٹ بینچ میں اس مسئلے کے خلاف اپیل کر سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں اسلامی قوانین سپریم قوانین سمجھے جاتے ہیں اور اگر کوئی قانون، قرآن اور سنت کے خلاف ہے تو شوریٰ اسے کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ جہاں تک اجتہاد کا سوال ہے، کچھ مسائل ایسے ہیں جہاں اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک مکتبِ فکر کا کہنا ہے کہ آج اجتہاد ممکن نہیں ہے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ اگر اقوام متحدہ کے ممالک آپس میں بیٹھ کر کسی مسئلے کا حل نکال سکتے ہیں تو اسلامی ممالک ایک ہو کر کسی مسئلے کو حل کیوں نہیں کر سکتے؟ اس کا طریقہ کار وضع کیا جا سکتا ہے۔ ہر ملک سے ایسے مجتہد لیے جا سکتے ہیں، جن کے علم و فضل پر کسی کو شبہ نہ ہو اور وہ لوگ آپس میں قرآن و سنت کو سامنے رکھتے ہوئے بحث مباحثہ کے ذریعے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ آج عراق اور افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے، ایک طبقہ اسے جہاد کہتا ہے، جب کہ دوسرا اسے جہاد تصور نہیں کرتا۔ اس مسئلے پر امت متفقہ فیصلہ کر سکتی ہے۔ اسی طرح ہمارے ہاں وفاقی شرعی عدالت نے سود کو غیر اسلامی قرار دیا ہے۔ اس کے خلاف حکومت نے اپیل کی اور اپنی مجبوریاں بیان کیں، اور بتایا کہ عالمی اداروں سے معاہدے سود کی بنیاد پر ہیں۔ ہم اقتصادی معاملات میں خود مختار نہیں ہیں۔ اس بناء پر سپریم کورٹ نے وفاقی شرعی عدالت کو فیصلے پر دوبارہ غور کرنے کے لیے کہا ہے۔ سود حرام ہے، اس پر سب کو اتفاق ہے لیکن ہمیں دورِ جدید میں اپنی اقتصادیات کو چلانے کے لیے کسی نظام پر تو غور کرنا ہو گا۔ سود کی جگہ کسی متبادل نظام پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

جنگ: علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب! آپ کے خیال میں اجتہاد کی آج کے دور میں کیا اہمیت ہے۔ آپ کے خیال میں ہم زندگی کے سیاسی، معاشرتی، مذہبی کن کن شعبوں میں کہاں کہاں اجتہاد کر سکتے ہیں؟

Presented by www.ziaraat.com

علامہ ضمیر اختر نقوی: اجتہاد کی ضرورت شرعی ہے۔ اگر اسے اس کی تعریف کے مطابق عوام پر واجب کیا جائے تو اس کے بڑے فوائد ہیں۔ دنیا کے ہر شعبہ میں کام ہو رہا ہے۔ دنیاوی علوم میں ریسرچ ہو رہی ہے۔ اسی طرح اسلامی علوم میں بھی ریسرچ ہونی چاہیے۔ قرآن کے احکامات تو قیامت تک ایک ہی رہیں گے مگر ان کے معنی اور اصطلاحات عہد کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اور انہیں بدلنے کی ضرورت ہے لیکن ہر آدمی یہ کام نہیں کر سکتا، جس طرح ہر شعبے میں ایک استاد کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح اجتہاد کے لیے بھی مجتہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس سے عوام رجوع کریں اور وہ ان کے مسائل حل کرے۔ مجتہد قرآن و سنّت کی روشنی میں فیصلے کرتا ہے اور عوام کی رہنمائی کرتا ہے۔ فقہ میں پورا نظام موجود ہے۔ پاکستان میں فقہ کو مسجد اور مدرسہ تک محدود کر دیا گیا۔ ہے۔ فقہ کو عدالت، نصاب، گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ ہر جگہ اپلائی ہونا چاہیے تاکہ کرپشن پر قابو پایا جا سکے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آئمہ کے کام کو، ان کی فکر کو عوام کے سامنے آسان طریقے سے پیش کیا جائے۔ اخبارات میں سوال جواب کا سلسلہ چلتا ہے، یہ بھی اجتہاد ہے۔ اس مسئلے کو مزید آگے بڑھانا چاہیے۔ مجتہدین کو حلال و حرام کے بارے میں سمجھنا چاہیے کہ ان کی حد کیا ہے اور جہاں ہم غلطیاں کر رہے ہیں، اس کے معاشرے پر کیا اثرات پڑ رہے ہیں۔ اخلاقیات کے مسائل بھی حل ہو سکتے ہیں۔ پورے معاشرے کو تربیت کی ضرورت ہے۔ مسئلہ چاہے ٹریفک کا کیوں نہ ہو، عوام اور ذمہ داران سب کو تربیت کی ضرورت ہے۔ غصہ سے آغاز ہوگا تو دنیا میں مسائل پیدا ہوں گے، یہ اخلاقی مسائل ہیں، ان سب کو فقہ کے تحت دیکھنا چاہیے۔ نشست برخاست کیسے ہوگی۔ آنے والے سے کیسے بات کی جائے، ہمارا عمومی رویہ کیا ہے، احترام کیا ہے۔ یہ سب فقہ کے زمرے میں آتا ہے اور اسے عام کرنا چاہیے۔ جزوی اور چھوٹے مسائل کو بحث میں لانا نہیں چاہیے۔ نماز میں

Presented by www.ziaraat.com

ہاتھ چھوڑے جائیں یا نہیں، ان جیسے معاملات میں نہیں الجھنا چاہیے۔ اس بنیاد پر فرقہ بندی نہ کی جائے۔

حضرت عمرؓ فقہ اور اجتہاد کے تحت معاشرے کو ایک بلند مقام دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ بات محسوس کی کہ حضرت علیؑ کا کیا مقام ہونا چاہیے۔ حج کے مسائل ہوں یا حجرِ اسود کا مسئلہ، انہوں نے حضرت علیؑ کو ہمیشہ آگے رکھا۔ امام حنبلؒ نے لکھا ہے۔ آج بھی بیلنس کر کے چلنے کی ضرورت ہے، کسی کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ کسی کو محرومی کا احساس نہ ہو۔ کوئی مسئلہ نہیں اٹھے گا، جس کا جو مقام ہو وہ اسے دیا جائے۔

جنگ: آپ کیا سمجھتے ہیں ہمارے ہاں عام معاملاتِ زندگی جیسے مخلوط طرزِ تعلیم یا چاند کا مسئلہ ہے، ان پر اجتہاد کی ضرورت ہے؟

علامہ ضمیر اختر نقوی: یہاں علماء کو کشادہ مزاج ہونا چاہیے۔ سائنس نے چاند کے مسائل حل کیے ہیں، ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔ ہمارے پاس ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ ہم ہر وقت چاند کو دیکھ سکیں۔ امریکا میں تو چاند کے چینل ہیں۔ ہم نے دو عیدوں یا رمضان کے روزے میں فرق آجانے کو انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے۔ ان معاملات کو تمام فرقوں کے علماء بیٹھ کر حل کر سکتے ہیں۔

مولانا احترام الحق تھانوی: پاکستان جب سے وجود میں آیا ہے، تب سے حزبِ اختلاف وجود میں آئی، جس کے پاس کوئی ایشو نہیں تھا، بس پاکستان ہی ایشو تھا۔ پاکستان کے مخالف پہلے بھی تھے، پاکستان بن گیا تو اب بھی ہیں۔ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی پہل پاکستان سے ہوئی ہے۔ یہاں تمام مسائل اختلافات کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ سعودی عرب میں دو عیدیں کیوں نہیں ہوتیں، اس لیے کہ وہاں اختلاف نہیں ہے۔ ترقی کے لیے جو چیزیں ایک کرتی ہیں، انہیں یہاں انتشار کے لیے استعمال کیا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

جنگ: آپ کے خیال میں نظامِ حکومت پر بھی اجتہاد کی ضرورت ہے؟

مولانا احترام الحق تھانوی: یہاں اجتہاد کی نہیں بلکہ تبدیلی کی ضرورت ہے۔اس میں اختلاف نہیں کہ ہمارے ہاں نظامِ حکومت اسلامی ہونا چاہیے۔اس بات کی آئین میں اجازت دی گئی ہے کہ مسلمانوں کو قرآن وسنت کے مطابق اجتماعی اور اقتصادی زندگی گزارنے کا پورا حق ہے۔اسی طرح اسلام میں غیر مسلموں کو بھی پورا حق حاصل ہے۔

اس وقت دنیا کا کوئی بھی ملک یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہاں حکومت اسلامی اصولوں کے مطابق ہے۔آئیڈیل اسلامی حکومت خلفائے راشدینؓ کے وقت تھی۔اس وقت اسلامی حکومت کہیں موجود نہیں لیکن اسلامی قوانین کا دفاع موجود ہے۔اگر کوشش کی جائے اور اللہ کی مہربانی ہو تو اسلامی حکومت قائم کی جاسکتی ہے۔

علامہ ضمیر اختر نقوی: ہم مغرب کو برا کہتے نہیں تھکتے۔یہ ٹھیک ہے کہ وہاں اخلاقی مسائل ہیں لیکن انہوں نے زندگی کے اصول متعین کر لیے ہیں۔وہاں کوئی تفریق نہیں ہے۔معاشرتی اور اقتصادی طور پر فیصلوں کے حصول کو نہایت مضبوط بنالیا ہے۔انسانی عدل و اصلاح کا نہایت اچھا نظام چلا رہے ہیں۔اسی بنیاد پر وہ کامیاب ہیں۔اس حوالے سے ہمیں اپنے نظام پر غور کرنا چاہیے۔

پروفیسر عبدالرشید: نظامِ حکومت کا مطلب عوام کی فلاح و بہبود کے لیے اقدامات کرنا ہے اور اگر ایسا نہیں ہو رہا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ نوجوان تشدد پسند اور انتہا پسند کیوں بن رہا ہے۔کہیں اس کے معاشرتی اور معاشی مسائل تو نہیں ہیں۔یہ بہت اہم بات ہے اور اس پر اجتہاد کیا جانا چاہیے۔

خالد ایڈووکیٹ: اس پر کوئی اختلاف نہیں کہ نظام حکومت اسلامی ہونا چاہیے۔آئین میں بھی اس کا واضح اظہار ہے۔اقلیتوں کو اپنے اصولوں کے مطابق زندگی بسر

Presented by www.ziaraat.com

کرنے کی مکمل آزادی ہے۔ بنیادی احکامات پر کوئی اختلاف نہیں، ان کی جزئیات پر اختلاف ہوسکتا ہے۔ مثلاً حدود آرڈیننس میں چار گواہوں کا معاملہ ہے۔ اسلامی سزاؤں پر عمل درآمد کے مسائل میں ان پر اجتہاد کی ضرورت ہے۔ کوڑے لگانے پر اختلاف نہیں، اس کے طریقہ کار پر اختلاف ہے۔ یہ مسائل حل ہونے چاہییں۔ جہاں تک تعلق ہے اسلامی نظامِ حکومت کا تو دنیا میں کسی ملک میں بھی مکمل اسلامی نظامِ حکومت رائج نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ جنگ کراچی بدھ ۶ر دسمبر ۲۰۰۶ء

میزبان: افشین نگہت ‏ رپورٹ: ناصر خان

رویت ہلال کا تنازع حل کیوں نہیں ہوسکتا؟

ملک میں آئندہ ایک ہی دن عید منائیں گے

جنگ فورم میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین، رکن صوبائی اسمبلی، ماہرِ فلکیات اور محققین کا عزم

شرکاء:

مفتی منیب الرحمٰن (چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی)، قاری فیاض الرحمٰن (رکن قومی اسمبلی)، پروفیسر شاہد قریشی (نگراں ادارہ برائے خلائی اور سیارہ جاتی فلکی طبیعیات، جامعہ کراچی) سیّد صمد رضوی علیگ (ماہرِ فلکیات)، علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی (معروف اسکالر و محقق)

صوبہ سرحد میں اتوار کی صبح پیر کی عید منانے کے لیے پمفلٹ تقسیم کیے گئے جس

Presented by www.ziaraat.com

کے بعد رویت کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے۔(مفتی منیب الرحمٰن)

رویت ہلال سائنس نہیں، شرعی مسئلہ ہے، چیئر مین کو جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے تھا، (قاری فیاض الرحمٰن)

حدیثِ نبویؐ ہے ظہور مہدیؑ کے دن قریب آئیں گے تو مسلمان کئی کئی عیدیں منائیں گے، (علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی)

علمِ دین ہلال کا حاصل کرنا ہم سب پر فرض ہے۔(پروفیسر شاہد قریشی)

رویت ہلال کے لیے شہادت کے بجائے مشاہدہ ضروری ہے، (صمد رضوی علیگ)

اسلامی کلینڈر کا انحصار چاند پر ہوتا ہے۔رمضان اور عید کا چاند سب ہی دیکھنے کے مشتاق ہوتے ہیں۔وہ تہوار اور مواقع جو ہم سب کو ایک مرکز پر جمع کرتے ہیں، ہم میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں اور ہمارے لیے خوشیوں کا پیغام لاتے ہیں، بعض اوقات چاند دکھائی دینے یا نہ دکھائی دینے کے تنازع اور اختلاف کی نذر ہو جاتے ہیں اور فتنہ و فساد کا سبب بن جاتے ہیں۔جدید سائنسی ترقی کے اس دور میں جب دوسری اقوام نے چاند پر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑے اور ستاروں پر کمندیں ڈال دی ہیں، ہم ابھی تک اسی تکرار میں اُلجھے ہیں کہ چاند نکلا بھی ہے یا نہیں۔حکومت نے اس جھگڑے کے خاتمے اور قوم کو ایک مرکز پر متحد کرنے کے لیے مرکزی رویت ہلال کمیٹی تشکیل دے رکھی ہے۔لیکن ایسا لگتا ہے کہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا کردار صرف چاند دکھائی دینے یا نہ دکھائی دینے کے اعلان کرنے تک محدود ہے۔اس بار ملک میں تین عیدیں منائی گئیں۔یہ تنازع اور اختلاف کب تک رہے گا اور مسئلے کا حل کیا ہونا چاہیے۔جنگ نے اس سلسلے میں ایک فورم کا انعقاد کیا جس میں رکن قومی اسمبلی، چیئر مین مرکزی رویت ہلال کمیٹی، اسکالر، ریسرچر اور ماہرِ فلکیات کو اظہارِ خیال کی

Presented by www.ziaraat.com

دعوت دی گئی۔ ملاحظہ کیجیے فورم کی مکمل روداد۔

رمضان اور عید کے چاند ہی پر اختلاف کیوں:

مفتی منیب الرحمٰن نے کہا پشاور، مردان، بنوں میں عید اور رمضان کے چاند پر اختلاف ہر سال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ہے کہ بعض علماء کی دلچسپی صرف عید کے چاند میں ہوتی ہے۔ انہیں عید میلادُ النبی، معراجُ النبی، شبِ برات، شب قدر و دیگر اسلامی مہینوں کی متبرک ایام سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اس لیے باقی دس مہینے چاند کے نکلنے یا نہ نکلنے سے ان کی زندگی میں فرق نہیں پڑتا اس لیے وہ اختلاف بھی نہیں کرتے۔ خود ساختہ رویت ہلال کمیٹی بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لیے بنائی گئی ہے جو صرف رمضان اور عید کا ہی اعلان کرتی ہے۔

قاری فیاض الرحمٰن نے کہا کہ ہمارے ملک میں شمسی کلینڈر ہے جبکہ سعودی عرب میں رمضان اور عید اور حج کے لیے وہ بھی اپنے بنائے ہوئے کلینڈر پر عمل نہیں کرتے بلکہ شہادت پر چاند کا اعلان کرتے ہیں۔ کیوں کے عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ بڑی عید پر اختلاف کم ہوتا ہے کیوں کے پہلے، دوسرے اور تیسرے دن قربانی دی جاسکتی ہے۔ عید اور رمضان میں حساس مذہبی مسائل ہوتے ہیں۔ مرکزی رویت ہلال کمیٹی باقی اسلامی مہینوں میں بھی رویت کا اعلان کبھی غلط بھی کرتی ہے لیکن چونکہ عبادت کا انحصار ان تاریخوں میں نہیں ہوتا اس لیے عوام اور میڈیا مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے فیصلے پر عمل کرتے ہیں اور چاند کے نکلنے نہ نکلنے کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔

علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ رمضان اور عید مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہو گئے ہیں۔ باقی اسلامی مہینوں میں سیاست نہیں کی جاتی۔ اس لیے کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ لوگ دین اور سیاست میں فرق نہیں سمجھتے۔ سیاست آسمان سے نہیں اُتری لیکن دین

Presented by www.ziaraat.com

ضرور آسمان سے اُترا ہے۔

پروفیسر شاہد قریشی نے کہا کہ رمضان اور عید کے چاند میں تمام لوگوں کی دلچسپی ہوتی ہے سب لوگ خود چاند دیکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔ رمضان اور عید کے چاند دیکھنے کے لیے احادیث موجود ہیں۔ حکم ہے کہ ۲۹ کی شام چاند تلاش کرو۔ اس لیے یہ دو چاند دیکھنے کی اہمیت و ثواب ہے۔ مولوی صاحبان بھی انہی دو چاند کو دیکھنے میں قوت ایمانی استعمال کرتے ہیں۔ اور باقی ۱۰ مہینوں کے چاند سے لوگوں کی زندگیوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس لیے وہ ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ ان مہینوں میں چاند دیکھیں۔

صمد رضوی نے کہا کہ میں طویل عرصے پشاور میں مقیم رہا۔ میرا مشاہدہ ہے کہ عید اور رمضان کے چاند کا اختلاف صرف صوبہ سرحد میں ہی ہوتا ہے۔ وہاں لوگوں کا عقیدہ ہوتا ہے کہ جو سب سے پہلے روزہ رکھے یا سب سے پہلے عید منائے وہ برگزیدہ ہوگا۔ پہلے عید منانا یا روزہ رکھنا فخر کا باعث ہے اس لیے خود ساختہ رویت ہلال کمیٹی بھی بنائی ہے۔ جس پر کوئی چیک نہیں ہے۔ ہمیشہ وہ لوگ رمضان اور عید کے چاند کا اعلان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ۳۸ گواہیاں مل گئیں۔ کبھی یہ نہیں کہتے کہ ہم نے چاند دیکھا۔ گواہیاں بھی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے جھوٹی دی جاتی ہیں۔ ان کے نزدیک رمضان اور عید کے چاند کی گواہی چاہے وہ جھوٹی بھی ہو تو ثواب ہے۔ باقی مہینوں کے چاند سے ان کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

☆ **جنگ:** علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی آپ یہ بتایئے کہ یہ تنازع و اختلاف آخر کیسے ختم کیا جا سکتا ہے کہ امت متحد ہو جائے اور مذہبی تہواروں کو ایک ساتھ منایا جائے؟

علّامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی: حکم قرآن اور ہر فقہ سے ثابت ہے کہ چاند کا دیکھنا

Presented by www.ziaraat.com

واجب ہے۔ اب تک جتنی بھی سائنسی تحقیق ہوئی ہے وہ دراصل قرآن کی تفسیر ثابت ہو رہی ہیں۔ چاند کے مسئلے کے لیے بھی میں سمجھتا ہوں سائنس کی مدد حاصل کی جاسکتی ہے کیوں کہ اسلام دینِ فطرت ہے جب کہ سائنس عین فطرت کے مطابق علم ہے۔ شروع شروع میں ہر سائنسی ایجاد کی ڈٹ کر مخالفت کی جاتی ہے۔ مثلاً ٹی وی، فوٹو گرافی، لاؤڈ اسپیکر بھی ناجائز تصور کیا جاتا تھا، باہمی مشاورت سے یہ مسائل ہم نے طے کیے۔ اس مسئلے کو بھی بالکل حل کیا جاسکتا ہے۔ خلوص نیت درکار ہوگی۔ جہاں تک ایک سے زائد عیدیں منانے کا سوال ہے تو دو عیدوں کا ہو جانا کوئی کفر کی بات نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے ایک گھر میں دو سگے بھائی ہوں ایک نے چاند دیکھ لیا ہو دوسرے نے نہ دیکھا ہو تو یقین کی منزل پر ایک روزہ رکھے گا اور ایک عید منائے گا۔ ہندوؤں اور یہودیوں میں بھی قمری کلینڈر رائج ہیں۔ ہم نے آج تک نہیں سنا کہ ہندوؤں نے کبھی دو ہولی یا دیوالی منائی ہوں۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

سعودی عرب کی بات کی گئی تو وہاں کے حالات سے سب لوگ بخوبی واقف ہیں اس حوالے سے میں کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتا۔ جن لوگوں نے سرکار دو عالمؐ کی سیرت کا بغور جائزہ لیا ہے وہ تمام رموز جانتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ سرکارؐ نے کچھ پیشینگوئیاں بھی کی ہیں (جن میں آپؐ نے اپنے اصحاب کو بتایا کہ آنے والے ادوار میں کیا کیا ہوگا)۔ مثلاً قرآن کیسے گایا جائے گا۔ مسجدیں کیسے سجائی جائیں گی۔ امت کی کیا حالت ہوگی۔ عرب دنیا کی کیا حالت ہوگی۔ بہت سی پیشین گوئیاں تو پوری بھی ہو چکی ہیں جو رسولؐ اللہ کی سچائی کی واضح دلیل ہیں اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جیسے جیسے ظہور مہدیؑ کے دن قریب آئیں گے۔ مسلمان کئی کئی عیدیں منائیں گے۔ جب سرکار دو عالمؐ نے یہ کہہ دیا تو ایسا ضرور ہوگا، آپ لاکھ اختلافات دور کرتے رہیں۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

گفتگو

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

اور

اختر سعیدی نمائندہ "جنگ"

یہ تاریخی انٹرویو ۱۴ر مارچ ۲۰۰۷ء کو

جنگ مڈ ویک میگزین میں شائع ہوا

Presented by www.ziaraat.com

سوانحی خاکہ

نام: سیّد ضمیر اختر نقوی

تاریخ پیدائش: ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء

وزیر گنج، لکھنؤ (یوپی، بھارت)

تعلیم: ایم اے، پی ایچ ڈی

ادبی سفر کا آغاز: ۱۹۵۷ء لکھنؤ

علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی کی تصنیفات وتالیفات

نمبر شمار	نام کتاب	سنہ اشاعت
۱۔	اشاریہ مراثی مرزا دبیر	۱۹۷۷ء
۲۔	جوش ملیح آبادی کے مرثیے	۱۹۸۰ء
۳۔	اردو مرثیہ پاکستان میں	۱۸۸۲ء

Presented by www.ziaraat.com

۴۔	سوانح رسول اللہؐ	۱۹۸۵ء
۵۔	دبستانِ ناسخ	۱۹۸۶ء
۶۔	اردو غزل اور کربلا	۱۹۸۸ء
۷۔	سوانح حیات سیّد حسین شرف الدین شاہ ولایت	۱۹۸۸ء
۸۔	شہید علمائے حق	۱۹۹۲ء
۹۔	شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ	۱۹۹۳ء
۱۰۔	تقاریر علامہ رشید ترابی (آٹھ جلدیں)	۱۹۹۳ء
۱۱۔	خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعرا	۱۹۹۴ء
۱۲۔	معجزہ اور قرآن	۱۹۹۶ء
۱۳۔	سوانح حیات حضرت جعفر طیّار	۱۹۹۸ء
۱۴۔	میر انیسؔ کی شاعری میں رنگوں کا استعمال	۱۹۹۹ء
۱۵۔	عظمتِ صحابہ	۲۰۰۴ء
۱۶۔	The Study of Elegies of Mir Anis	۲۰۰۴ء
۱۷۔	نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد اوّل)	۲۰۰۴ء
۱۸۔	نوادراتِ مرثیہ نگاری (جلد دوم)	۲۰۰۴ء
۱۹۔	ولایتِ علیؑ	۲۰۰۴ء
۲۰۔	حضرت اُمّ البنینؑ	۲۰۰۶ء

Presented by www.ziaraat.com

۲۱۔	حضرت علی میدانِ جنگ میں	۲۰۰۷ء
۲۲۔	احسان اور ایمان	۲۰۰۷ء
۲۳۔	سوانح شہزادہ قاسمؑ ابن حسنؑ (حصہ اوّل)	۲۰۰۷ء
۲۴۔	مجالس محسنہ (جلد اوّل، دوم)	۲۰۰۷ء
۲۵۔	امام اور امت	۲۰۰۷ء
۲۶۔	ظہورِ امام مہدی	۲۰۰۷ء

Presented by www.ziaraat.com

تعارف

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کا شمار ملک کے اہم اسکالرز میں ہوتا ہے۔ وہ شاعر بھی ہیں، خطیب بھی ہیں اور محقّق بھی۔ ان تینوں جہتوں پر اُنہوں نے قابلِ ذکر کام کیا ہے۔ ایک مرثیہ نگار کی حیثیت سے بھی اُن کی کاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اب تک اُن کے پانچ نوتصنیف مرثیے منظرِ عام پر آ چکے ہیں، خطابت میں بھی اُن کا منفرد انداز ہے، اُنہوں نے اُردو مرثیے پر تحقیق کو ایک نیا آہنگ دیا ہے۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے امام حسینؑ کی عزاداری کے موضوع پر امریکا سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ پی ایچ ڈی کے متعدد مقالات اُن کی زیرِ نگرانی لکھے گئے۔ وہ میر انیس اکیڈیمی کے صدر، سہ ماہی ''القلم'' کے مدیرِ اعلیٰ اور مرکزِ علومِ اسلامیہ پاکستان کے صدر کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی علمی، ادبی اور تحقیقی خدمات کو جوش ملیح آبادی، رئیس امروہوی، مسٹر ورنن جیمز شوبل، ڈاکٹر اکبر حیدری، جگن ناتھ آزاد، علی سردار جعفری، سیّد ہاشم رضا، پروفیسر کرار حسین، پروفیسر ممتاز حسین، علی جواد زیدی، مرزا علی اظہر برلاس، ڈاکٹر کلبِ صادق، پروفیسر فاضل زیدی، پروفیسر منظر کاظمی، پروفیسر سحر انصاری، سیّد حسنین عابدی، مولانا طاہر جرولی، ماجد حسین رضوی، آلِ محمد رزمی، سیّد مسعود حسین زیدی اور ساغر لکھنوی جیسے صاحبانِ علم و دانش نے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی سے ہم نے پچھلے دنوں ایک تفصیلی ملاقات کی۔ اس دوران ہونے والی گفتگو نذرِ قارئین ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

جدید مرثیہ ابھی تک اپنا حلقہ وسیع نہیں کرسکا

قدیم مرثیے کی ایک تاریخ ہے، وہ پوری دنیا میں پھیل چکا ہے

غزل کہنا آسان ہے، مرثیے کے لیے مشاہدہ اور مطالعہ نہایت ضروری ہے

ممتاز مرثیہ نگار، محقق اور خطیب

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی سے خصوصی ملاقات

☆ بنیادی طور پر ادب کا آدمی ہوں، خطابت بعد میں شروع کی

☆ آزاد اور مختصر نظموں کو میں مرثیہ نہیں سمجھتا

☆ جدید مرثیے کو شیعہ محلّوں سے باہر لانے کی ضرورت ہے

☆ شاعری، علمیت مانگتی ہے، لٹھ چلانے والا شاعر نہیں بن جاتا

☆ مرثیے کا زوال ان معنی میں کہہ سکتے ہیں کہ خطابت زیادہ آگے چلی گئی اور مرثیے کا حلقہ محدود ہوگیا

☆ اُردو ادب میں رثائی ادب کو اوّلیت حاصل رہی ہے

☆ مرثیے کی طرف جھکاؤ اور خطابت سے لگاؤ، لکھنؤ کے ماحول کی وجہ سے پیدا ہوا

Presented by www.ziaraat.com

جنگ مڈویک میگزین ۱۴/مارچ ۲۰۰۷ء

گفتگو

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی.....اختر سعیدی

☆ سوال:۔ آپ بنیادی طور پر ایک بلند پایہ خطیب ہیں اور اسی اعتبار سے آپ کی شہرت بھی ہے، آپ سے سوال یہ ہے کہ وہ کیا عوامل اور کیا اسباب تھے جنھوں نے آپ کو ادب کی طرف راغب کیا؟

دیکھئے بنیادی طور پر تو ہم پہلے ادب کے آدمی ہیں...ہم نے لکھنا پہلے شروع کیا، خطابت بعد میں شروع کی اور تقریباً ساتویں کلاس میں تھے جب ہم نے مضامین لکھنے شروع کر دیئے تھے اور اس کے بعد جب ہم آٹھویں یا نویں کلاس میں آئے اور میٹرک میں تو ہم نے خطابت شروع کی لیکن مضامین لکھنے کا بچپن سے ہمیں شوق تھا۔ اور شعر و ادب پڑھنے کا بھی بہت شوق تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے گھر میں کتابیں بہت تھیں اور ہم ان کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔

دوست ایسے ملے اور محلّہ ہمارا جو لکھنؤ میں تھا وزیر گنج تو وہ ادیبوں اور شاعروں کا محلّہ تھا۔۔وزیر گنج ہی آرزوؔ لکھنوی صاحب اور میر انیسؔ کے پوتے دولھا صاحب عروجؔ کا محلّہ کہلاتا تھا مشہور مرثیہ نگار مرزا فصیحؔ بھی وہاں رہ چکے تھے اور ایک بڑی مشہور شخصیت

Presented by www.ziaraat.com

کے نام سے وزیر گنج بڑا معروف تھا وہ تھا باغ گھانسی تو یہ میر گھانسی جو تھے یہ میر تقی میر کے ہم عصر تھے جن کے مرثیے پر سودؔا نے تنقید کی ہے جو مرزا رفیع سودا دہلوی کے کلیات میں موجود ہے۔ وہ دہلی سے آ کے وہیں ہمارے وزیر گنج میں رہے تھے ان کے نام سے ایک گلی منسوب تھی، وہاں پر شاعر آیا کرتے تھے اور مشاعرے بھی ہوتے تھے۔

اتفاق یہ تھا کہ ہمارے پڑوس میں مکان کے دونوں طرف سب ادیب اور شاعر رہتے تھے، بالکل ہمارے گھر سے قریب علی عباس حسینی صاحب جو مشہور اردو کے افسانہ نگار ہیں وہ رہتے تھے اور پھر معروف اور ممتاز تنقید نگار پروفیسر احتشام حسین صاحب بھی ہمارے پڑوسی تھے، اختر تلہری صاحب مشہور تنقید نگار تھے وہ بالکل ہمارے گھر سے تین مکان چھوڑ کے رہتے تھے۔

اس کے علاوہ وہاں پر جو جماؤ ہوتا تھا احتشام صاحب کی وجہ سے اور علی عباس حسینی صاحب کے گھر اتوار کے دن تمام شہروں کے شعرا اور ادیب آتے تھے۔ علی عباس حسینی صاحب کے گھر پر بیٹھک رہتی تھی ان کا بھتیجا ہمارے ساتھ پڑھتا تھا تو ہم ان کے گھر جاتے تھے ان کی لائبریری، کتب خانہ تھا وہ بڑا شاندار تھا تو ہم کتابیں وہاں سے لا کے پڑھا کرتے تھے اسی زمانے میں یعنی بچپن میں ہم تاریخِ ادب، تنقید، تحقیق کی کتابیں... مرزا ہادی رسوا، ڈپٹی نذیر احمد اور پریم چند کے ناول پڑھتے تھے پھر ان کا ایک ذخیرہ ناول کا تھا رومانی دنیا اور جاسوسی دنیا بڑی مقبول تھی، وہ ساری پڑھ لیں اور پھر اس کے بعد جب شوق ہوا تو کرشن چند، رام لعل، رئیس احمد جعفری اور دت بھارتی اور گلشن نندا اور یہ سارے جو اس زمانے کے مقبول لوگ تھے وہ پڑھے ... اس کے بعد افسانوں کی وجہ سے یہ ہوا کہ دو بڑے مقبول رسالے تھے بیسویں صدی اور شمع اور ان کے افسانے بڑے خوبصورت ہوتے تھے۔ بیسویں صدی کے افسانے بہت ہی سنجیدہ

Presented by www.ziaraat.com

ہوتے تھے تو تمام افسانہ نگاروں سے متعارف ہوئے اور انہیں قریب سے دیکھا۔

رضیہ سجاد ظہیر کو...، سجاد ظہیر کو رام لعل، عادل رشید، مسعود حسن ادیبؔ، آلِ احمد سرور، پدم شری علی جواد زیدی میرے والد صاحب کے گہرے دوست تھے اور اُس زمانے میں وہ نیا دور لکھنؤ کے مدیر بھی تھے، یہ سب بچپن میں ہی ہم سب لوگوں سے متعارف ہو گئے تو ادب کا ذوق بڑھتا چلا گیا، ڈاکٹر شارب ردولوی، نور الحسن ہاشمی، سلام سندیلوی، آنند نرائن ملاّ، حیات اللہ انصاری وغیرہ کی جوانی تھی اس زمانے میں تو لوگوں کی بھی چیزیں سنیں اور دیکھیں اور پھر سب سے بڑھ کے یہ کہ جو مجلسی ادب لکھنؤ کا تھا اس سے بہت زیادہ متاثر ہوئے، مشہور شعرا صفیؔ لکھنوی، مہذبؔ لکھنوی، خبیرؔ لکھنوی، جعفر علی خاں اثرؔ لکھنوی، نہالؔ لکھنوی، سالکؔ لکھنوی، ماہرؔ لکھنوی، منظرؔ لکھنوی، شہیدؔ لکھنوی کو دیکھا اُن سے اُن کا کلام سُنا اُن کی محفلوں میں بیٹھے اور متاثر ہوئے، ہمارے زمانے میں جو مشہور مرثیہ نگار شعرا حیات تھے ان میں خبیرؔ لکھنوی صاحب اور مہذبؔ لکھنوی صاحب ... یہ دو بہت بڑے شاعر ہمارے تھے جن کے مرثیے ہم نے سنے لکھنؤ کے ممتاز خطیب و علماء حیات تھے، مولانا کلبِ حسین عرف کبّن صاحب، مولانا سعید الملّت، مولانا نصیر الملّت، مولانا محسن الملّت، مولانا ابن حسن نونہروی یہ بڑے لوگ تھے۔ ان حضرات کی بزم سے بہت زیادہ استفادہ کیا، خطابت سیکھی، خوبصورت اردو زبان سیکھی، تو ان سب چیزوں سے ذوق ہوتا چلا گیا اور اس کے بعد سمجھئے کہ بیس سال کی عمر میں مَیں نے لکھنؤ چھوڑ دیا اور کراچی آ گیا تو گویا ورثہ میں ہم ادب کا ذوق لے کر یہاں آ گئے۔

☆ سوال: آپ کی گفتگو سے کیا اخذ کیا جائے کہ آپ نے اپنے ادبی سفر کا آغاز کس صنف سے کیا...؟

تحریری طور پر ہمارا جھکاؤ شروع سے مرثیہ کی طرف تھا... لیکن ہم نے شروع میں

Presented by www.ziaraat.com

غزلیں اور نظمیں بھی پڑھیں چونکہ جوشؔ صاحب بھی اس زمانے میں لکھنؤ میں تھے اور پھر نگار رسالہ بھی وہاں اسی زمانے میں موجود تھا... بہت بعد میں نیاز فتحپوری پاکستان آئے تو ان کی میٹنگ بھی ہمارے یہاں ہوا کرتی تھیں اور ہم نگار پڑھتے تھے لکھنؤ کے مشہور ماہنامے سرفراز، نظارہ، العلم ہر مہینے پابندی سے ہمارے گھر آتے تھے، تمام اصناف پڑھتے تھے لیکن جھکاؤ مرثیے کی طرف جو تھا اور خطابت کا وہ اصل میں لکھنؤ کے ماحول کی وجہ سے پیدا ہوا... مجلسوں کی وجہ سے۔

☆ **سوال: اب خطابت کے ساتھ ساتھ آپ کی جو شہرت ہے وہ تحقیق بھی ہے تو اب سوال یہ ہے کہ**

وہ عوامل یا اسباب کیا ہیں کہ جنہوں نے آپ کو تحقیق کی طرف راغب کیا، آپ نے تحقیق کس میدان میں زیادہ کی؟

دیکھیے! تحقیق کی طرف جو مَیں آیا وہ پاکستان ہی میں تحقیق مَیں نے شروع کی... انڈیا میں تحقیق کی طرف میری توجہ نہیں تھی، یہاں آنے کے بعد ہم نے اردو ادب کی تحقیق پر بہت زیادہ چیزیں پڑھیں اور محققینِ ادب سے دوستی ہوئی مثلاً ضیاالحسن موسوی صاحب یہاں کراچی میں ہمارے پڑوسی ہو گئے... مرتضٰی حسین فاضلؔ سے لاہور میں بڑی دوستی ہوئی مشہور محقق نادم سیتاپوری بھی ہمارے پڑوس میں رضویہ سوسائٹی میں آ کے رہنے لگے تھے روز صبح کو وہ ہمارے گھر پر ملنے آ جاتے تھے، نظمؔ طباطبائی کے شاگرد آغا سروش اور میر عارفؔ کے صاحبزادے سید یوسف حسین ہر اتوار کی صبح ہمارے گھر آتے تھے، علمی، ادبی تحقیقی گفتگو ہوتی تھی۔ یہ سب اس زمانے میں غالبؔ وغیرہ پر انیسؔ دبیرؔ پر یہ لوگ بہت کام کر رہے تھے تو توجہ اس طرف ہوئی۔ جب ہم نے پڑھنا شروع کیا تحقیقی کتابوں کو تو اندازہ یہ ہوا کہ لکھنؤ میں ہم جو ماضی چھوڑ کر آئے ہیں اس کی

Presented by www.ziaraat.com

یادمحو کرنا مشکل ہے۔ مثلاً لکھنؤ کی عمارتیں، لکھنؤ کی چیزیں جو وہاں کا سرمایہ تھا، ادب کتب خانے جو کچھ ہم نے دیکھے تھے، شخصیات...! تو ہم نے غور کیا کہ تحقیق کرنے میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس شخصیت کے ساتھ ہم بیٹھے ہوئے ہیں، چل رہے ہیں پھر رہے ہیں...اور اندر تک گہرائی میں جتنے ہم چلتے چلے جائیں تو لگتا ہے کہ ہم سب کچھ محسوس کر رہے ہیں۔ تحقیق میں یہ مزا آتا ہے کہ جس شخصیت پر لکھو یہ لگتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے اور ہم اس کے ساتھ..ہم اسے دیکھ رہے ہیں، یہ لطف تنقید میں نہیں آتا۔

☆ سوال: اسی سوال کے حوالے سے یہ سوال ہے کہ کن کن موضوعات اور کس کس میدان میں آپ نے تحقیق کی ہے؟

تحقیق تو دیکھیے ہم نے غزل گوشعرا پر بھی کی اور شروع میں ہماری وہ تحریریں رسالوں میں چھپی بھی ہیں مثلاً ہم نے ثاقبؔ لکھنوی کے غیر مطبوعہ کلام، آرزوؔ لکھنوی کا غیر مطبوعہ کلام کے عنوان پر مقالے لکھے، کیوں کہ ہمارے پاس ذخیرہ جیسے چل کر آیا ہے۔ اس طرح آتا گیا جیسے یہ دیکھیں دو جلدیں رکھی ہیں نجم آفندی پر...تو نجم صاحب نے مرنے سے پہلے..... پورا ذخیرہ گٹھڑی میں باندھ کر سب میرے یہاں بھجوایا تھا۔

ڈاکٹر تقی عابدی صاحب نے کینڈا سے مجھے فون کیا کہ نجم صاحب کا غیر مطبوعہ کلام ہمیں دے دیجیے، ہم نے نجم آفندی کا غیر مطبوعہ کلام انھیں دے دیا دو جلدیں انھوں نے شائع کر دیں ہیں تو اس طرح بہت سے شعرا نے اپنا اثاثہ ہمیں دیا اور کچھ چل کر ہمارے پاس پہنچا یعنی مختلف ذرائع سے وہ چیزیں ہمارے پاس پہنچیں..تو ذخیرہ اتنا ہو گیا کہ اب اس وقت سمجھئے کہ ہمارے پاس دس ہزار مرثیے غیر مطبوعہ ہیں اور وہ کلام امیر خسروؔ اور سوداؔ و میرؔ کے عہد سے لے کر جدید عہد تک سارا قلمی نسخوں کی شکل میں ہے اتنا سرمایہ ہونے کے بعد ہم نے یہ سوچا کہ اس تحقیق کو ہم آگے بڑھائیں اور پھر کام

Presented by www.ziaraat.com

شروع کر دیا کہ جواب جا کے کمپیوٹر پر آیا اور چھپنا شروع ہوا۔ ''نوادراتِ مرثیہ نگاری'' کی دو جلدیں چھپ چکی ہیں۔ اب پندرہ جلدیں ''تاریخِ مرثیہ نگاری'' کے نام سے عنقریب منظرِ عام پر آئیں گی۔ ابھی تک کمپیوٹر پر جو کتابیں موجود ہیں وہ یہ ہیں جن پر ہم نے تحقیقی کام کیا ہے ''میر انیسؔ حیات اور شاعری'' ''مرزا دبیرؔ حیات اور شاعری'' میر خلیقؔ کے غیر مطبوعہ مرثیے، گداؔ، حیدریؔ، احسان اور افسردہؔ کے غیر مطبوعہ مرثیے، ''امیر خسروؔ کا رثائی کلام وغیرہ۔

☆ سوال: یہ سب سے پہلی تصنیف آپ کی مرثیے سے متعلق ہی ہے....اردو مرثیہ پاکستان میں...آپ کی تحقیق کے مطابق موجودہ مرثیے کا ادب میں کیا مقام ہے؟

موجودہ مرثیہ تو ابھی شروعات ہے.... چونکہ قدیم مرثیہ کی عمر تو تقریباً ایک ہزار سال ہو چکی ہے وہ تو پنپ گیا ہے اور وہ اب ختم نہیں ہو پائے گا پوری دنیا میں پھیل گیا ہے... جدید مرثیہ جو ہے اب سمجھئے کہ زیادہ سے زیادہ اس کی عمر پچاس سال ہے، پچاس سال میں یہ اندازہ کرنا بہت مشکل ہے کہ یہ کہاں تک جائے گا اور یہ کتنا مضبوط اپنے آپ کو ثابت کرے گا آنے والی صدیوں میں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنا حلقہ وسیع کرنا ہے کوئی بھی شاعر ہو یا صنف ہو....! تو حلقہ جو ہے قدیم مرثیے کا پوری دنیا میں پھیل چکا ہے، جدید مرثیہ ابھی تک اپنا ادبی حلقہ وسیع نہیں کر سکا ہے۔

☆ سوال: جدید اور قدیم مرثیے میں آپ کیا فرق محسوس کرتے ہیں؟

جدید اور قدیم مرثیے میں بہت فرق ہے،! زمین آسمان کا فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ کربلا ایک معرکہ ہے...، جنگ ہے...، لڑائی ہے۔ جب ہم یہ کہیں گے بدر، احد، خندق، خیبر، حنین تو یہ لڑائی ہے یہ مذاکرہ نہیں ہے، سیمینار نہیں ہے ہاں صلح حدیبیہ کو آپ مذاکرہ کہہ سکتے ہیں۔ اس میں لڑائی نہیں ہے! کربلا میدانِ جنگ ہے اگر آپ

Presented by www.ziaraat.com

لڑائی اور میدانِ جنگ کو ختم کردیں گے تو آپ مذاکرہ پر آ گئے ہیں۔

تو گویا جدید مرثیہ یہ چاہتا ہے کہ یزید اور حسینؑ کو ایک میز پر بٹھا کر مذاکرہ کروادے... وہاں تو میدانِ جنگ ہے، لڑائی ہو رہی ہے اور لڑائی ہونے کے بعد اختتام ہے اور فیصلہ ہے، آپ نہ وہ فیصلہ سنا رہے ہیں جدید مرثیے میں اور نہ آپ کربلا کی جنگ بتا رہے ہیں کہ جنگ ہوئی تو آپ نے تو جنگ کا بیان لکھنا ترک کردیا... تو آپ سیمینار کر رہے ہیں اب وہ سیمینار پتا نہیں قیامت میں جا کر طے ہوگا کب طے ہوگا؟ حسینؑ نے شجاعت کے ساتھ جنگ کر کے بتایا سرکٹ گیا یہ ہوگیا فیصلہ... اب کرتے رہنا فیصلہ کون جیتا؟ کون ہارا؟ یہ بات جدید مرثیہ نہیں بتا پاتا۔

☆ سوال: آپ کا تعلق بھی لکھنؤ سے ہے اور شاہدؔ نقوی صاحب نے اپنے ایک انٹرویو میں یہ کہا ہے کہ صاحب! قدیم مرثیت میں نوابینِ لکھنؤ کا زیادہ اثر تھا، آپ چونکہ لکھنؤ سے وابستہ ہیں، تعلق آپ کا لکھنؤ سے ہے.... آپ یہ بتایئے کہ ان کا یہ فرمانا کس حد تک درست ہے؟

شاہدؔ صاحب کا اپنا خیال ہے لیکن تحقیق کرنے پر جو نتیجہ اخذ ہوتا ہے وہ کچھ اور ہوتا ہے بات دراصل یہ ہے کہ مرثیہ کا اثر نوابینِ اودھ پر تھا... نوابینِ اودھ نے مرثیہ سے ادب تہذیب سیکھی اور مرثیہ کو اپنایا... آصف الدّولہ نے خود مرثیہ کہنا شروع کیا، بادشاہت کا مرثیہ سے کیا تعلق ہے؟ واجد علی شاہ نے ستر مرثیہ کہے اور ایک انبار ہے، چھ جلدیں ان کی مرثیوں کی ہیں تو واجد علی شاہ کو جو شوق ہوا مرثیہ کا وہ انیسؔ و دبیرؔ کی وجہ سے ہوا اور انہوں نے مرثیے میں یہ بات کہی کہ... جیسے سلام میر خلیقؔ نے لکھے اور جیسے مرثیے انیسؔ و دبیرؔ نے لکھے کوئی نہیں لکھ سکتا لیکن مجھے ان لوگوں نے شوق دلا دیا، مجھے یہ شوق پیدا ہوا۔ واجد علی شاہ نے مرثیہ گوئی انیسؔ و دبیرؔ سے سیکھی وہ خود کہتے ہیں:-

Presented by www.ziaraat.com

میں کم سنی سے عاشقِ نظمِ دبیرؔ ہوں
واللہ لطفِ شعر میں اس کے اسیر ہوں

میر انیسؔ اور میر مونسؔ کے لیے کہتے ہیں:-

مونسؔ، انیسؔ سب کا میں ہوں خوشہ چینِ باغ
ان کے کلام رکھتے ہیں ذاکر کے تر دماغ

دیکھیے! بات کیا ہے؟ اودھ میں مسئلہ یہ تھا کہ عوام شاعر، ادیب اور بادشاہوں کا آئیڈیل ایک تھا۔ آئیڈیل سب کا حسینؑ تھا اس لئے متصل ہو جانا آسان تھا، عوام کا آئیڈیل بھی حسینؑ تھے، شعراٗ اور ادیبوں کا آئیڈیل بھی حسینؑ تھے اور نوابینِ اودھ جو حکمراں طبقہ تھا اس کا آئیڈیل بھی حسینؑ...، شیعہ کا آئیڈیل بھی حسینؑ تھے، اودھ میں حنفی حضرات کا آئیڈیل بھی حسینؑ تھے، ہندو کا آئیڈیل بھی حسینؑ تھے، یہ جھاؤلعل، میوا رام جو کہ بڑے بڑے وزرأ ہیں ہندو وہ بھی امام حسینؑ کا امام باڑہ بنوا گئے ہیں، وہ بھی مجلس کر رہے تھے اور وہ بھی مرثیہ کہہ رہے تھے...! دلگیرؔ جیسا ہندو شاعر بھی، سات جلدیں لکھ رہا ہے دس ہزار مرثیے اس نے لکھ دیئے..تو سب کا آئیڈیل ایک تھا۔ پاکستان میں مسئلہ یہ ہے کہ ہر پارٹی، ہر شہر، ہر قوم، ہر فرقہ کا آئیڈیل الگ الگ ہے..جب آئیڈیل الگ الگ ہوگا تو کوئی تہذیب بن ہی نہیں پائے گی...، کراچی یونیورسٹی کا آئیڈیل معاویہ ہے...، جماعتِ اسلامی کا آئیڈیل خالد بن ولید ہے...، حکمراں طبقہ کا آئیڈیل حضرت عمرؓ ہیں..، شیعوں کا آئیڈیل امام حسینؑ ہیں..، کچھ سنی شعراٗ کا آئیڈیل امام حسینؑ ہیں کچھ کے نہیں ہیں۔تو چونکہ آئیڈیل الگ الگ ہیں اس لئے کوئی تہذیب ہی نہیں بن پا رہی ہے اور نہ بن پائے گی اور نہ بہترین ادب اُبھر پائے گا پاکستان کا...جب تک آئیڈیل ایک نہیں ہوگا معاملہ نہیں طے ہوگا۔

Presented by www.ziaraat.com

☆ سوال: یہ فرمایئے کہ کیا مرثیہ میں تجربات کی کوئی گنجائش ہے؟

جی ہاں! ہے بہت زیادہ ہے۔ تجربے ہوئے ہی مرثیے میں ہیں، دیکھئے! غزل میں کوئی تجربہ نہیں ہوا! اس لئے کہ غزل کی صنف نہیں بدلی، ہیئت نہیں بدلی وہی ہیئت چلی آرہی ہے ایک ہزار برس سے، اس میں تو کوئی change ہو نہیں سکتا، مرثیہ کی ہیئتیں بھی بدلیں، بحریں بھی بدلیں، اس میں آسانی یہ ہے کہ آپ بارہ بحروں میں سے جس بحر میں چاہے مرثیہ لکھیں... بحر بدلنے کی وجہ سے لفظیات کی لغت الگ ہو جاتی ہے، بحرِ مضارع میں مرثیہ ہوگا تو لغت کچھ اور ہوگی، رمل میں ہوگا مرثیہ تو لغت کچھ اور ہوگی، ہزج میں ہوگا تو کچھ اور ہوگا۔ تو وہ تجربے ہوتے رہتے ہیں۔ ہیئت میں آپ یہ دیکھئے تبدیلی کہ مثلث، مربع، مخمس، مثنوی، مسدس، ہشت بند ہر طریقے سے، چھ مصرعہ، پانچ مصرعے ہر طریقے سے مرثیہ کہا گیا تو آج بھی گنجائش ہے کہ اس میں change لایا جاسکتا ہے لیکن چونکہ مرثیہ مسدس پر رک گیا اور مرثیہ بیانیہ تسلسل چاہتا ہے اس وجہ سے مسدس پر بات رکی ہوئی ہے اور ابھی تک تلاش ایسی ہوئی نہیں کہ مسدس کے آگے کوئی تلاش کر سکے۔

☆ سوال: ایک خیال عام طور پر یہ ہے کہ مرثیہ اور مرثیہ نگاری روبہ زوال ہے، کیا آپ اس سے متفق ہیں؟

دیکھئے! مرثیہ روبہ زوال اس معنی میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ ادبی حلقہ یعنی مجمع بنانا یہ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ خطابت نے مجمع زیادہ لے لیا اور مرثیہ کا مجمع کم ہوگیا ہے اس لئے آپ اس کو زوال آمادہ کہہ سکتے ہیں ورنہ کوئی کمی نہیں ہے، مرثیے چھپ بھی رہے ہیں، مرثیے پڑھے بھی جارہے ہیں، مرثیے کی مجلسیں بھی ہورہی ہیں، قدیم مرثیہ بھی پڑھا جارہا ہے، مرثیے پر تنقیدی کتابیں بھی لکھی جارہی ہیں تو زوال ان معنی میں ہوا

Presented by www.ziaraat.com

کہ مرثیہ نگار اپنا حلقۂ اثر بڑا نہیں کر پایا ہے۔ اور مجبوری یہ ہے کہ انچولی سے جدید مرثیہ باہر نکل نہیں رہا اور جس کو مرثیہ کی مجلس کرنا ہو وہ انچولی میں کرے، ڈاکٹر یاور عباس مرحوم کا مشہور عشرہ بھی انچولی آ گیا، شاہد نقوی صاحب اپنا عشرہ بھی لالوکھیت مرکزی سے اٹھا کر اپنے گھر پر لے آئے، نسیم امروہوی مرحوم کا عشرہ مرثیہ بھی جو جامعہ امامیہ ناظم آباد میں تھا وہ بھی انچولی آ گیا۔ اب اگر انچولی سے باہر مرثیہ کی مجلس کی جاتی ہے مثلاً گلشن میں کرنا ہے تو گاڑی بھیج کر مجمع انچولی کا بلانا پڑے گا اس لئے کہ وہیں پر ہے مرثیہ سننے والا مجمع۔ جدید مرثیے کے حلقے کو بڑا کرنے کی ضرورت ہے، سیمینار کرنے کی ضرورت ہے، مرثیے کو شیعہ محلّوں سے باہر لا کر بات کرنے کی ضرورت ہے، مرثیہ نگار خود اپنے آپ کو اتنا مقبول کرے کہ اس کا ایک اپنا حلقہ بنے تو پھر یہ بات ختم ہو جائے گی کہ رو بہ زوال ہے۔

☆ **سوال: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کس طرح سے مرثیہ کو فروغ دیا جائے؟**

مرثیہ کو فروغ اس ہی طرح ملے گا کہ شخصیت اپنے آپ کو مقبول بنائے ...، دیکھئے انیسؔ و دبیرؔ پر بات کرنے کا اتنا وقت نہیں ہے اس انٹرویو میں اتنی باتیں نہیں ہو سکتیں، ان لوگوں نے اپنی شخصیت کو بنایا.. جوشؔ صاحب کو آپ دیکھ لیجئے کہ جوش صاحب کا انتقال ہوا تو لوگ یہ سمجھے کہ لکھنؤ سے مضمون چھپیں گے ... یا کراچی سے چھپیں گے یا اسلام آباد سے ... پتا چلا کہ ناگ پور سے مضمون آ رہا ہے، بمبئی سے مضمون آ رہا ہے، پونا سے مضمون آ رہا ہے۔ وہ آدمی اپنی جڑیں پورے ہندوستان میں گاؤں، دیہاتوں میں پھیلا آیا یعنی کہیں نہ کہیں اپنی یاد چھوڑ آیا۔

شخصیت کو پھیلا دیا تھا ان لوگوں نے، جوشؔ نے، فراقؔ نے، مجازؔ نے... تو مرثیہ نگار یہ بات کیوں نہیں کر رہا ہے...؟ یہ مرثیہ نگار یہاں سے اٹھ کر ملتان نہیں جا رہا مرثیہ

Presented by www.ziaraat.com

پڑھنے .....لاہور نہیں جا رہا ہے مرثیہ نگار۔ آج تک پورے پاکستان کے شہروں میں ادبی حلقہ نہیں بنا سکا تو پوری دنیا کے ملکوں میں کیسے جا سکتا ہے۔ بھائی یہ کرنا پڑے گا۔ مرثیہ نگار کو کہ وہ کم از کم پاکستان کے شہروں میں جا کر اپنی آواز تو پہنچائے یہ کام قیصر بارہوی نے کیا کہ دیہاتوں میں گئے ۔پنجاب میں پڑھا انہوں نے، دیکھئے اب یہ کیا ہے کہ صاحب انچولی میں مرثیہ پڑھ لیجئے اور داد لے لیجئے بات ختم ہوگئی، اس لئے مشکل ہو رہی ہے۔

☆ سوال: اردو ادب میں رثائی ادب کو کیا مقام حاصل ہے؟

رثائی ادب کو اول نمبر حاصل ہے اردو ادب میں اس کی وجہ یہ ہے کہ میر انیسؔ کے مرثیے آفاقی شاعری ہے اور تمام اصناف آفاقی نہیں ہیں، عالمی ادب کی جب بات ہوگی تو آپ کو لے جا کر کسی بھی ملک میں جہاں عالمی کانفرنس ادب پر ہو رہی ہو اور آپ سے مانگا جائے کہ لائیے صاحب اردو ادب تو آپ سوا مرثیہ کے وہاں پر کوئی چیز رکھ نہیں سکتے! ارسطو اور سقراط اور مہابھارت اور رامائن اور کالی داس، ملٹن، شیکسپیئر، فردوسی کے مقابلے میں آپ لے جا کر مرثیہ رکھیں گے اور وہ مان بھی لیں گے، مان بھی چکے کہ دنیا کے ہر ملک میں مرثیہ متعارف ہو چکا ہے، ہر ملک میں مرثیہ پہنچ چکا ہے اور ہر ملک والے نے کتاب کوئی نہ کوئی لکھی ہے... غزل نہیں رکھ سکتے آپ عالمی ادب میں، نثر نہیں رکھ سکتے، مثنوی نہیں رکھ سکتے آپ... صرف مرثیہ ہے عالمی ادب کا نمائندہ میں نے اردو زبان کی ترقی اور ترویج کے لیے دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں سفر کیا، اردو کی اہمیت پر لیکچر دیئے۔ خصوصاً کامن ویلتھ ہال لندن میں اردو پر میری تقریر ہوئی (Common Wealth Award) یعنی بین الاقوامی دولت مشترکہ ایوارڈ ملا ۱۹۹۹ء میں، اس یادگار اجلاس میں لندن میں اردو کی اہمیت ترقی اور ترویج پر میری تقریر

Presented by www.ziaraat.com

ہوئی ۔ میں نے اردو مرثیے کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور خصوصاً میر انیسؔ کے مرثیوں کا ذکر کیا۔ بہر حال یہ بھی ضروری ہے۔

☆ سوال: آپ موجودہ عہد (پچاس سال) کے کن مرثیہ نگاروں کو زیادہ اہم سمجھتے ہیں؟

اس میں دیکھئے! اہمیت میں نے اپنی اس کتاب میں لکھ ہی دیا ہے کہ میں نے بڑے چیپٹر بنائے تھے...، جن کو میں نے اہمیت دی کہ جن کی وجہ سے جدید مرثیہ آگے بڑھا تو ان میں میں نے جوشؔ ملیح آبادی، سید آلِ رضا، سید نسیم امروہوی، جمیل مظہری، نجم آفندی صاحب اور یہی حضرات ہیں جو اہم تھے جدید مرثیہ کے لئے اور موجودہ عہد میں میں سمجھتا ہوں کہ سب سے زیادہ اہم شخصیت شاہدؔ نقوی صاحب کہ جن کا کام سارے مرثیہ نگاروں میں کہ جو موجودہ ہیں ان میں بڑا ہے اور اُن کی مرثیہ کے لئے کافی خدمات ہیں۔ نوجوانوں میں ڈاکٹر ماجد رضا عابدی پابندی سے ہر سال ایک مرثیہ تصنیف کرتے ہیں اور کامیاب مرثیے کہتے ہیں۔ اُن کا ادبی حلقۂ اثر بھی وسیع ہے۔

☆ سوال: یہ فرمایئے! مختصر اور آزاد مرثیہ کا مستقبل آپ کی نظر میں کیا ہے؟

آزاد اور مختصر نظموں کو میں مرثیہ نہیں کہتا.. ایک صنف ہمارے یہاں اردو میں نظم نگاری ہے اور اس پر کتابیں بھی لکھی گئی ہیں اور نظم لکھنا کبھی بند بھی نہیں ہوا نظیر اکبر آبادی سے لے کر جوشؔ تک اور فیضؔ اور فرازؔ تک آپ دیکھیں گے کہ نظمیں الگ ہیں اور بڑے مسدس وغیرہ الگ ہیں.. تو ان کو مرثیہ نہ کہئے بلکہ یہ کہئے کہ رثائی نظمیں ہیں جو آزاد لکھی گئی ہیں یا مختصر لکھی گئی ہیں۔ اس میں علی سردار جعفری نے کربلا اے کربلا، ان کی آزاد نظم ہے اور مقبول بھی ہوئی انہوں نے عرب ممالک، بحرین اور یمن کے ٹی وی پر یہ نظم پڑھی، پسند کی گئی اور پھر اس کا عربی ترجمہ بھی انہوں نے پڑھا۔ اسی طرح وامقؔ

Presented by www.ziaraat.com

جونپوری وغیرہ نے یا حفیظ جالندھری کی نظم ... یہ بالیقیں حسینؑ ہے ... یہ مرثیہ نہیں ہیں یہ نظمیں ہیں۔

☆ **سوال: مصطفٰے زیدی کو تو مستند طور پر مانا گیا ہے ڈاکٹر فرمان فتحپوری صاحب نے کہا ہے کہ یہ مرثیہ ہے اور جدید مرثیوں میں ایک مختلف انداز کا مرثیہ ہے؟**

اسے دیکھئے مرثیہ کہہ تو نہیں سکتے ... یہ زبردستی والی بات ہے، نظم کہہ سکتے ہیں اسلئے کہ مرثیہ کا جو ایک تسلسل ہے نا . وہ جدید بھی جو لکھا جا رہا ہے وہ جدید مرثیہ بھی نہیں پسند کیا جارہا جس میں موضوع کا تسلسل نہ ہو، نظم میں وہ تسلسل نہیں ہے۔

☆ **سوال: ایک خیال یہ ہے کہ شعراُ کی جو نئی نسل ہے وہ مرثیہ نگاری سے دامن چرا رہی ہے؟**

اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعری علمیت مانگتی ہے، یہ تو کبھی ہوا ہی نہیں کہ بالکل ہی لٹھ چلانے والا ہو اور وہ شاعر بن گیا ہو اور مقبول ہو گیا ہو، آپ کے سامنے غالبؔ کی مثال موجود ہے .. کہ غالبؔ اتنے بڑے شاعر ہیں اردو ادب کے لیکن ان کا مطالعہ کیا شاندار اور کیا وسیع مطالعہ ہے۔ آپ قدیم عہد کے جتنے بھی شاعروں کو دیکھیں گے وہ پڑھے لکھے شعراُ ہیں اور ہمارے عہد کے شعراُ چونکہ پڑھ لکھ نہیں رہے ہیں مطالعہ کر نہیں رہے ہیں اس لئے مرثیے کو بلندی نہیں حاصل ہو رہی مرثیہ تو مطالعہ مانگتا ہے .... وہ آئیں کیسے؟ غزل کہنا آسان ہے اور غزل کہی بھی جارہی ہے .. انہوں نے ردیف، قافیہ جد بد دیکھا اسی پر چل نکلے اور غزل کہہ دی۔ مرثیے میں جو مشاہدہ ہونا چاہئے، مطالعہ ہونا چاہئے وہ علمیت نئی نسل کے شعراء میں کہاں جو بیس پچیس سال کی عمروں کے ہیں وہ مرثیے کی طرف آئیں کیسے؟ اس لئے کہ ان کا مطالعہ کہاں ہے؟

☆ **سوال: آپ کو میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ پر کام کرنے کا خیال کیوں آیا؟**

Presented by www.ziaraat.com

اس لئے کہ یہ اردو ادب کے بہت بڑے شعراء ہیں اور کوئی بھی تنقید نگار ایسا نہیں ہے کہ جو انیسؔ و دبیرؔ کو خراج پیش نہ کرے، شبلیؔ نے موازنہ انیسؔ و دبیرؔ لکھا، حالیؔ نے لکھا، علامہ اقبالؔ میر انیسؔ سے بے پناہ متاثر تھے، میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ سے کسی بھی عہد کا آدمی کیسے بچ کر نکل سکتا ہے! تو انیسؔ و دبیرؔ کو جب ہم نے پڑھا تو ہمیں اتنی جاذبیت ان کی شخصیات اور ان کی شاعری اور ان کی علمیت کہ ان کا لفظ جو ہے... بقول شمس الرحمٰن فاروقی کے..! اگر صبح کو میر انیسؔ کا مصرعہ میرے ذہن میں آجاتا ہے تو میرا پورا دن خراب ہو جاتا ہے، پھر اسی مصرعہ میں میں کھو جاتا ہوں۔

☆ **سوال: مولانا محمد حسین آزادؔ نے آبِ حیات میں آخری حصہ میں بہت کم ذکر کیا ہے، جبکہ اور تمام شعراء کا زیادہ کیا ہے اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟**

اصل میں آبِ حیات کو چونکہ غزل گو شعراء پر لکھ رہے تھے تو اس میں مرثیہ نگار کا آنا مشکل تھا بعد میں انہوں نے سوچا کہ چونکہ انیسؔ کو انہوں نے خود سنا تھا محمد حسین آزاد نے تو وہ مجبور ہوئے کہ بھئی اب میں ملاقات کر چکا ہوں، سن چکا ہوں انیسؔ و دبیرؔ دونوں کو تو کچھ اس میں لکھیں۔ ان کے جو لیکچر پنجاب لاہور میں جو انجمن پنجاب بنی اس میں جو لیکچر ان کے ہوئے وہ انیسؔ و دبیرؔ پر بڑے مکمل لیکچر ہیں اور وہ لیکچر فرنچ میں ترجمہ کر کے پیرس یونیورسٹی میں آزاد کا حوالہ دے کر گارساں دی تاسی اپنے طلباء کو سنایا کرتا تھا اس کا میں نے ایک جگہ حوالہ اپنی کتاب میں لکھا ہے۔

☆ **سوال: آپ نے انیسؔ و دبیرؔ کی کن باتوں کو اجاگر کیا، ایسی باتوں کو جو اب تک اجاگر نہیں تھیں؟**

میں نے مکمل کام انیسؔ پر کیا، یعنی ۱۹۷۰ء میں میں نے انیسؔ پر کام شروع کیا، ماہِ نو رسالہ میں چھپا تو اس میں میں نے پوری حیات انیسؔ کی لکھی اور پہلی بار از سرِ نو مکمل

Presented by www.ziaraat.com

حیات میں نے لکھی چھوٹی چھوٹی کتابیں تھیں، پھراس کے بعد ان کے پورے ورک کا ہم نے اشاریہ تمام books کا جوان پر کتابیں لکھی گئی تھیں یا جن جن کتابوں میں ذکر تھا اور تمام مضامین کا اشاریہ جو کہ ڈیڑھ سو برس میں ان پر مضامین شائع ہوئے اور تمام مرثیہ نگاروں کا اشاریہ قلی قطب شاہ سے لے کر جوشؔ تک کا اشاریہ بنایا اور اس کے علاوہ ان کے کل کلام کا اشاریہ بنایا اور کہاں کہاں یہ مرثیے چھپے... ان جلدوں کے حوالے۔ یہ سب کام ہم نے شروع میں بنیادی طور پر کیا تھا تاکہ کام کرنے میں آسانی ہو جائے، پھر جو کام انیسؔ صدی میں شروع ہوا اور جو آج تک ۲۰ برس میں ہوا کام تو بنیاد ہمارا کام بنا اور سب نے اس کا حوالہ دیا۔

علی جواد زیدی صاحب نے بھی حوالہ اس کا دیا، ڈاکٹر اکبر حیدری نے بھی اسی کا حوالہ دیا اور دیگر لوگوں نے بھی اس پر کام کیا، تو ہم نے ہر جہت سے کیا، اب جب وہ کام کرلیا اور فرصت ہوئی ہمیں تو ہم نے انیسؔ کی شاعری پر مکمل طور پر کام شروع کیا اور اب تک ہم سمجھ لیجئے کہ کئی ہزار صفحے انیسؔ پر لکھ چکے ہیں، جس میں سے ''خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعراء'' اور ''انیسؔ کی شاعری میں رنگوں کا استعمال'' چھپ چکی ہے اس کے بعد اب میر انیسؔ کے کلام میں علم حیوانات، فلکیات انیسؔ کے کلام میں، ارضیات انیسؔ کے کلام میں، اور جو چھوٹے چھوٹے ابھی ایک مقالہ میرا چل رہا ہے انیسؔ کے کلام میں سورج تو جو جو بھی کتابیں سورج پر کتابیں سائنس میں لکھی گئی ہیں اس کی روشنی میں موازنہ کر رہے ہیں میر انیسؔ نے سورج کے بارے میں کیا کیا کہا۔ چاند، ستارے اور اس طرح یعنی بے شمار موضوعات ہیں جو میں لکھ چکا ہوں۔

☆ سوال: آپ نے میر انیسؔ پر انگریزی میں کتاب لکھی اس کی کوئی خاص وجہ؟

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب میر انیسؔ صدی شروع ہوئی ۱۹۸۰ء میں پہلی مرتبہ لندن

Presented by www.ziaraat.com

گیا، بی بی سی نے میر انیسؔ اور اردو مرثیے پر میرا انٹرویو لیا، اس کے علاوہ لندن یونیورسٹی نے میرے لیکچر بھی اردو مرثیے اور میر انیسؔ پر رکھے، امریکہ میں نیویارک ٹی وی نے میرے پروگرام دیئے وائس آف امریکہ نے اور وائس آف جرمنی نے بہت سے لیکچرز اسی موضوع پر ریکارڈ کیئے اور نشر کیئے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ یورپ اور امریکہ میں میر انیسؔ بہت مقبول ہیں میں نے انگریزی میں میر انیسؔ پر کتاب لکھی The Study of Elegies of Mir Anees اتفاق سے 2nd Centenary Birth Anniversary of Mir Anees ۲۰۰۳ء میں ہو رہی تھی اس موقع پر کتاب شائع ہوئی۔ غلام امام، امیر امام حر، (راجہ صاحب محمود آباد کے بھانجے و داماد، قرۃ العین حیدر، کے سی کاندہ، شاکر علی جعفری، پروفیسر احمد علی وغیرہ نے میر انیسؔ کے مرثیوں کے انگریزی ترجمے کیئے تھے میں نے کتاب میں وہ ترجمے شامل کیئے، ڈاکٹر ڈیوڈ میتھیوز (صدر شعبۂ اردو لندن یونیورسٹی) نے بھی میر انیسؔ کے شاہکار مرثیے ”جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے“ کا انگریزی ترجمہ کیا تھا وہ بھی میں نے اپنی کتاب میں شامل کیا۔ میری کتاب کی افتتاحی تقریب لندن میں ہوئی۔ لندن میں متحدہ قومی موومنٹ کے صدر دفتر میں یہ کتاب جناب الطاف حسین صاحب کو بھی پیش کی گئی، سہیل زیدی صاحب اور ممبر اسمبلی حیدر عباس رضوی صاحب نے ایک تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ دہلی کی ایک کانفرنس میں اس کتاب کو ایوارڈ بھی ملا۔

☆ سوال: آپ کے خیال میں کون کون سے ایسے ممالک ہیں جہاں مرثیہ نگاری پر تحقیق کا کام جاری ہے؟

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

جی ہاں! ہندوستان میں بہت کام ہو رہا ہے جدید پر بھی قدیم پر بھی ہو رہا ہے، کئی کتابیں چھپ کر بھی آ گئی ہیں دہلی یونیورسٹی سے، حیدرآباد سے، ہندوستان کی یونیورسٹی

Presented by www.ziaraat.com

میں دیکھئے ابھی یہ ایک لڑکی کا ایک خط آیا ہوا ہے...جو شاگردانِ انیسؔ پر پی ایچ ڈی کر رہی ہے، آج ہی یہ سب آیا ہے، اسی طرح بہت سے اسکالرز لڑکے اور لڑکیاں مسلسل مرثیہ پر کام میں مصروف ہیں اور اس کے علاوہ جو باہر میں دیکھ کر آرہا ہوں مثلاً ابھی مَیں نے نیو یارک میں جو ایمی یارڈ ہیں وہاں نیو یارک یونیورسٹی کی ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ ادبیات کی تو انہوں نے ابھی خود بھی مرثیہ پر پی ایچ ڈی کی ہے اور ان کے شوہر نے بھی عزاداری اور مرثیہ پر پی ایچ ڈی کی ہے اور ابھی انہوں نے اپنے اسکالرز سے جو کام شروع کروایا ہے تو مختلف موضوع تقسیم کر دیئے ہیں مَیں دیکھ کر آیا ہوں نوحہ نگاری پر کام شروع کروایا ہے۔ جتنے بھی نوحے پاکستان اور ہندوستان میں ہوئے ان کا انگلش ترجمہ وہ اپنے طالبِ علم لڑکوں لڑکیوں سے کروا رہے ہیں، تو وہاں نیو یارک میں کام ہو رہا ہے، ہارورڈ میں ہو رہا ہے، لندن یونیورسٹی میں تو رالف رسل نے پہلے کام کیا تھا، پھر ڈیوڈ میتھیوز نے میر انیسؔ کے مرثیے کا انگریزی ترجمہ کیا اس کے بعد اب آگے کام بڑھ رہا ہے... اچھا شیکلی اور میری شمیل نے جرمنی میں کام کیا مرثیہ پر سرائیکی مرثیے پر،......ملتان وہ آئے، رہے۔

اچھا! پیرس یونیورسٹی میں بھی مرثیہ پر کام ہوا ہے، پھر ادھر جاپان میں ٹوکیو یونیورسٹی میں کئی طالبِ علم مرثیے پر کام کر رہے ہیں۔ اور شائد کچھ چائنا میں بھی ہو۔

☆ سوال: میر انیسؔ کے بعد آپ کس مرثیہ نگار پر تحقیق کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

ہم نے تمام مرثیہ نگاروں پر کام کر دیا... ارادہ نہیں بلکہ کر دیا... ابھی مَیں آپ کو دکھاتا ہوں کہ جتنے مرثیہ نگار گزر چکے سب پر ایک ایک مقالہ... یہ سارے رکھے ہوئے ہیں مسودے...! یہ تمام مرثیہ نگاروں پر ایک ایک پورا مقالہ ہو چکا اور سب کے غیر مطبوعہ دو دو تین تین مرثیہ ساتھ میں ہیں اور پوری حیات بھی۔

Presented by www.ziaraat.com

مرزا محمد علی عالم لکھنوی، مرزا مہدی حسن خاں آباد لکھنوی، مرزا پناہ علی بیگ افسردہ، احمد بیگ قزلباش، احمد دہلوی، علی میاں کامل لکھنوی، مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی، سیّد ہدایت علی اسیر زید پوری، گلشن الدولہ مرزا اعلی خاں بہار لکھنوی، میر باقر علی باقر سامانوی، چھنگا صاحب حسین لکھنوی، دلگیر لکھنوی، احسان دہلوی، احسان لکھنوی، میرزا فصیح، میرزا گدا علی گدا دہلوی، امیر الدّولہ راجہ محمود آباد سر محمد امیر حسن خان حبیب، جوش ملیح آبادی، کامل جونا گڑھی، خان آرزو، لالہ فتح چند شائق لکھنوی، لطیف لکھنوی، سیّد آغا حسن امانت لکھنوی، شبیر حسین اریس دلاور علی عزا لکھنوی، حکیم مرزا باقر علی حشم لکھنوی، فاخر لکھنوی، محمد علی حزیں لکھنوی، جاوید لکھنوی، خورشید لکھنوی، حکیم محمد حسین نامی سندیلوی، امید لکھنوی، مشرف علی خاں مشرف لکھنوی، نفیس بدایونی، سیّد قاسم علی خاں قاسم لکھنوی، ساجد حسین فہیم لکھنوی، سرفراز سیتا پوری، شدید لکھنوی، شریف العلما سیّد شریف حسین شریف، تنویر لکھنوی، جناب انس مرحوم ولی دہلوی، میرذاکر حسین یاس لکھنوی، ذہین دہلوی، ذاخر لکھنوی، میر ضمیر، شیخ مہدی علی ذکی مراد آبادی، مہدی حسین ماہر لکھنوی، میرانیس، میر حیدری، مرزا دبیر، مرزا حسین علی خاں اثر لکھنوی، مرزا کلب حسین خاں نادر، عسکری میرزا مودّب لکھنوی، مرزا محمد جعفر اوج لکھنوی سیّد اسمٰعیل حسین منیر شکوہ آبادی، مشیر لکھنوی، نسیم بھرتپوری، نواب اصغر علی خاں اعجاز لکھنوی، سیّد عبداللہ ناظم لکھنوی، سیّد حیدر حسن ناظم شکار پوری، قاری یعقوب علی خاں نصرت لکھنوی، مرزا مہدی علی خاں قبول لکھنوی، قائم چاند پوری، سیّد اولاد حسین قوی، پیارے صاحب رشید، شیخ غلام علی راسخ عظیم آبادی، سعید اورنگ آبادی، صفدر فیض آبادی، میر محمد شاکر ناجی دہلوی، شمیم امروہوی، سیّد علی صغیر الہ آبادی، نواب باقر علی خاں تشفی لکھنوی، عشیر لکھنوی، شیخ امداد علی یاور لکھنوی، زکی بلگرامی۔

Presented by www.ziaraat.com

اس طرح یہ سارے مرثیہ نگاروں پر سمجھئے کوئی ۸ ہزار صفحات ہیں پوری آٹھ جلدوں میں الگ الگ جلدیں آجائیں گی اور اس میں کل مرثیہ نگاروں پر کام ہے جو گزر چکے یعنی کسی کا اگر ایک بھی مرثیہ ہے اس کا بھی نام شامل ہے اور مَیں نے اس پر بھی کام کیا ہے۔ اور ہر بستی کا الگ الگ، دہلی ہو، حیدر آباد ہو، لکھنؤ ہو، الہ آباد ہو بھرت پور، پھہر سر، شکار پور، زید پور، محمود آباد، پٹنہ، فیض آباد، کلکتہ، جونا گڑھ، میسور، مدراس، کانپور، نوگانواں، امروہہ، بدایوں، سیتاپور، سامانہ، مرشد آباد، مراد آباد، سرسی، شکوہ آباد، اورنگ آباد، الہ آباد، بلگرام، اجمیر، ناگ پور، بمبئی ہر جگہ کا مرثیہ نگار، جہاں جہاں بھی مرثیہ نگار ہیں سب پر ہم نے کام کیا ہے۔

☆ **سوال: پاک و ہند میں مرثیہ پر جو کام ہو رہا ہے کیا آپ اس کی پروگریس سے مطمئن ہیں؟**

جی ہاں! چونکہ سارا کام میرے سامنے ہے اور کافی میرے پاس اسکالرز کے خطوط آتے رہتے ہیں Help کے لئے اور مَیں انہیں گائیڈ بھی کرتا رہتا ہوں اس لئے مجھے خوشی ہے کہ تمام مرثیہ نگاروں پر کہیں نہ کہیں تحقیقی کام ہو رہا ہے، کہیں پیارے صاحب رشید پر Phd ہو رہی ہے، کہیں مونس پہ کہیں نفیس پہ... کئی کتابیں چھپ کر میرے پاس آ بھی گئی ہیں، نفیس پہ کتاب آ گئی ہے۔ واجد علی شاہ پہ آ گئی ہے، انیس پر بے شمار کتابیں ہیں، فردوسی اور انیس کا موازنہ اور شیکسپیئر اور انیس کا موازنہ سب ہیں۔

☆ سوال: پاک و ہند کے علاوہ اور کہاں کہاں کن ممالک میں مرثیہ پر کام ہو رہا ہے؟

مَیں نے آپ کو بتایا کہ یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیز میں اور لندن یونیورسٹی میں میتھیوز نے کام کیا ، اور امریکہ کی یونیورسٹیز میں اور پرائیویٹ طور پر بھی لوگ کام کر رہے ہیں۔ علاوہ یونیورسٹی کے۔

Presented by www.ziaraat.com

☆ سوال: جو موجودہ مرثیہ پر کام کرنے والے لوگ ہیں یا مرثیہ نگار ہیں آپ ان کے لئے کیا پیغام دینا چاہیں گے کہ وہ اپنا قبلہ کس طریقے سے متعین کریں؟

دیکھیے! ہم ہمیشہ یہ بات کہتے ہیں کہ ایک تو یہ کہ ہمارے جو نوجوان مرثیہ نگار ہیں وہ کم از کم اپنا مطالعہ بہت وسیع کریں جو مرثیہ لکھنے کے لئے بہت ضروری ہے ایک تو یہ ہمارا پیغام ہے دوسرا یہ کہ جو مرثیے پڑھے جا رہے ہیں انہیں محفوظ بھی کیا جائے پھر آج کل کمپیوٹر کا دور ہے تو ہمارے تمام مرثیہ نگاروں کی انٹرنیٹ پر اپنے مرثیہ کی ایک سائٹ بھی بنانی چاہیے۔ اس لئے کہ سب نے اپنی اپنی یعنی غزل کی سائٹ موجود ہے اور دیگر شعراٗ کی سائیٹ موجود ہے۔ شہروں کی سائیٹ موجود ہے مثلاً لکھنؤ کی سائیٹ موجود ہے اور یورپ و امریکہ کی سائیٹ ہے تو کمپیوٹر پر بھی سب کو مل کر کوئی کام کرنا چاہیے پھر یہ کہ ٹیلیویژن پر بھی اتنے چینل آ گئے ہیں ان سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ سی ڈی کا دور ہے، ویڈیو کا دور ہے کہ ایسی کوئی ویڈیو بنائیں کہ جس میں کوئی مرثیہ کی جیسے کہانی سُنا رہا ہو اور اس طرح کچھ مناظر دکھا کے بند پڑھے جائیں اس طرح مرثیہ کو مقبول صنف بنایا جا سکتا ہے۔ مثلاً اسی سال ایک ٹیلی ویژن نے ہمارے دس لکچر مرثیے پر ریکارڈ کیے ہیں، اسی طرح مظفر علی صاحب نے اردو ٹی وی کے لیے میر انیسؔ پر فلم بنائی ہے جس میں مظفر علی صاحب کے صاحبزادے مراد علی صاحب نے میر انیسؔ کا کردار ادا کیا ہے، اس فلم میں میر خلیقؔ، ناسخؔ اور آتشؔ وغیرہ کو بھی دکھا رہے ہیں۔

☆ سوال: پچاس سال کے دوران جدید اور قدیم مرثیہ دونوں کہے گئے ان میں ایسے غیر معروف شعراٗ کے نام بھی آتے ہیں کہ جنہوں نے مرثیہ کہے لیکن اب وہ مرثیے ناپید ہیں انہیں پیدا کرنے کے لئے آپ کیا کرتے ہیں؟

اس کے لئے سب سے بڑی چیز یہ کہ جو میں نے اہتمام کیا کہ لوگوں سے کہتا تھا کہ

Presented by www.ziaraat.com

مرثیوں کا ذخیرہ ضائع نہ ہو، پتہ لگاتا تھا کہ کہاں پر مرثیوں کا ذخیرہ ہے...؟ تو مَیں ڈھونڈتا ہوا جایا کرتا تھا اور بہت دور دور تک گیا، جب انڈیا جاتا تھا تو سفر کرتا تھا فرخ آباد چلا جا رہا ہوں وہاں ذخیرہ ہوگا...! کبھی علی گڑھ جا رہا ہوں... کہتا تھا کہ بھئی آپ کے پاس اگر پرانے مرثیہ پڑے ہوں تو اب وہ ضائع ہو جائیں گے ہمیں دے دیں۔

اچھا! پھر یہ کہ بہت سے لوگوں کی ہم نے کمیٹیاں بنائیں مثلاً لکھنؤ میں کہ آپ گھر گھر جائیں اور آپ مرثیے جمع کریں ورنہ وہ ضائع ہو جائیں گے تو حیدر نواب جعفری صاحب نے لکھنؤ میں پوری ایک انجمن بنائی اس کی اور انہوں نے جناب گھر گھر جا کر کہا کہ اگر آپ کے یہاں پڑھے نہیں جاتے تو ہمیں دے دیجئے تو ان کی دو تین الماریاں قلمی مرثیوں سے بھر گئیں ابھی جب مَیں گیا تھا تو انہوں نے سب میرے سامنے ڈھیر کر دیا اب ظاہر ہے وہ سب تو مَیں نہیں لا سکتا تھا تو اس میں سے مرثیے انتخاب کر کے وہ پورا ایک ذخیرہ لے کر آیا۔

☆ سوال: کیا یہ سمجھتے ہیں کہ اگر موضوعاتی مرثیے جو لکھے جائیں اس میں تمام عناصر نہ سہی مرثیے کے لیکن اس میں رثا موجود ہو اور وہ طویل نظم نہ کہلائے بلکہ مرثیہ ہی کہلائے اور مرثیہ کی شرط ہی یہ ہے کہ ظاہر ہے رثا ہے اس میں کربلا سے متعلق ہے تو وہ مکمل طور پر کربلا ہو سکتی ہے، ظاہری بات ہے کہ کربلا سے اگر شروع کریں گے اختتام کربلا پر ہی ہوگا تو کربلا ہی ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ تھا میرا آپ چونکہ عالم بھی ہیں، محقق بھی ہیں عرض یہ کرنا تھا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جیسے کراچی میں بڑے عشرے ہوتے ہیں مجالس کے اگر ان میں یعنی اول عشرے میں اگر آپ دیکھیں کہ تمام جتنے خطیب ہیں چھائے ہوئے ہوتے ہیں پورے کراچی اور پورے پاکستان میں تو کوئی کہیں ایسا گوشہ مل سکتا ہے کہ جہاں مکمل طور پر مرثیہ کی مجالس ہوں، عشرہ ہو اور ان میں

Presented by www.ziaraat.com

جدید مرثیہ یا موضوعاتی مرثیہ آپ رکھ لیں، اگر آج فرض کریں کہ حضرت عباسؑ کی شہادت کا سلسلہ ہے تو حضرت پر مرثیہ ہو، حضرت قاسمؑ پر ہو، حضرت علی اصغرؑ پر ہو یعنی جو تاریخیں ہیں ان پر مرثیے لکھے جائیں اور پڑھے جائیں اس سلسلے میں آپ کیا کر سکتے ہیں یعنی آپ کس طرح سے سمجھتے ہیں کہ اگر آپ کوئی ایسا اقدام کریں کہ تحریک پیدا ہو اور لوگ آگے بڑھیں؟

مَیں نے تو دیکھئے شروع میں ہی یہ تحریک چلائی تھی جب انیسؔ صدی منائی جا رہی تھی تو مَیں نے تمام شعرا سے یہ کہا تھا کہ آپ اس موقع پر جیسے غالبؔ لائبریری بنی ہے اسی طرح انیسؔ ہال بنالیں وہ آپ کے کام آئے گا، یہ جو محتاجی ہے کہ کس کے گھر پر مرثیے کی مجلس کریں، کہاں کریں؟ تو ہم نے کہا تھا کہ ہال بنائیں، وہ تحریک شروع ہوئی اور اس کے بعد وہ ایک دم مر گئی تحریک، اس نے کام نہیں کیا۔ اب یہ کام آسان ہے بہ نسبت پچھلے دور کے۔

☆ سوال: کیا یہ فروغ نہیں ہے مرثیہ کا کہ فرض کریں جیسے لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ساٹھ مجالس ہوتی ہیں مرثیے کی (ایک تنظیم کرتی ہے) اس کے بعد مختلف اور تنظیمیں ہیں یا انفرادی طور پر مرثیے ہوتے ہیں تو یہاں کراچی میں کم از کم سو مجالس ایسی ہو جاتی ہیں جو صرف مرثیے پر محیط ہوتی ہیں کیا یہ مرثیہ کا فروغ نہیں ہے؟

نہیں فروغ تو ہے... مَیں جو بات کہہ رہا ہوں وہ اپنی جگہ پر کام ہوتا رہتا ہے تو کہہ یہ رہا تھا کہ اگر ایک سینٹر مرثیہ نگاروں کو مل جائے اور اس میں ایک عمارت بن جائے تو اس میں آپ کے لئے یہ آسانی ہو جائے گی کہ مرثیہ انہوں نے وہاں پڑھا اور ایک لائبریری ویڈیو بنالیا، الماری بنی ہے اس میں ویڈیو بھی رکھ دیا اور وہ جو آپ نے پڑھا اس کی فوٹو اسٹیٹ کرا کر ایک کاپی جلد بندھوا کر رکھ دی گئی اور وہیں کمپیوٹر رکھا ہے ویب

Presented by www.ziaraat.com

سائٹ بھی بن گئی اور وہیں ایک بڑے ہال میں مجلس بھی ہوگئی پھر جب موقع آیا تو وہیں اردو مرثیے پر ایک سیمینار بھی رکھ دیا، لوگوں کو دعوت نامہ اور کارڈ دے دیا اور پھر مرثیہ پر گفتگو بھی کروالی تو آپ کو ایک مرکز مل جائے گا ابھی تک مرثیہ کا مرکز نہیں بنا، مرثیہ گھوم تو ہر جگہ رہا ہے لیکن یہ بتائیے کہ مرثیہ کا مرکز کہاں ہے؟

☆ **سوال: اب بھی پورے پاکستان میں صرف کراچی رہ گیا ہے، جہاں مرثیہ زیادہ پڑھا جا رہا ہے؟**

ہاں! کراچی میں یہ کام ہوسکتا ہے، اب مثلاً انجمن ترقی اردو کا ہال آپ دیکھئے کہ سارے شعراُ کی تصویریں آویزاں ہیں، لکھنؤ میں اردو اکیڈمی ہے تو سب کی تصاویر دیواروں پر سجی ہیں، اب اگر اِسی طرح اردو مرثیے کا اپنا لائبریری ہال ہوتا تو اس میں انیسؔ و دبیرؔ سے لے کر جوشؔ اور نسیمؔ صاحب تک چاروں طرف مرثیہ نگاروں کی تصویریں لگی ہوتیں تو بچے کم از کم پہچانتے تو سہی کہ یہ فلاں ہیں اور یہ فلاں ہیں۔

☆ **سوال: اس کام میں پہلا قدم آپ اُٹھائیں؟**

مَیں نے اس سلسلے میں بہت کام کیا... آگے یعنی مجھ سے جو ہوسکتا ہے وہ تمام مرثیہ نگار مجھ سے وہ کام لے لیں، بھئی پہلے سارے مرثیہ نگار اکٹھا ہو جائیں اور مجھے یہ بتادیں کہ مجھے یہ کام کرنا ہے۔

☆ **سوال: اچھا! اگر اکٹھے نہ ہوں تو؟**

کچھ تو ہوں گے....! چودہ پندرہ تو اکٹھا ہو سکتے ہیں۔ آپ نے تو اتنا مشکل کام بتا دیا کہ یہ کام ہی نہیں ہوگا۔

☆ **اچھا شکریہ ڈاکٹر صاحب، بہت بہت شکریہ۔**

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ایکسپریس کراچی، ۲۸؍ فروری ۲۰۰۴ء

انٹرویو: آصف مالک تصاویر: اشرف میمن

درسِ حسین علیہ السلام یہ ہے کہ مظلومیت میں ہی فتح ہے

اسلام میں مُلّائیت نہیں، یہ انسان دوست مذہب ہے

ممتاز محقّق، ادیب و شاعر، خطیب، نقاد اور عالم دین

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی سے خصوصی ملاقات

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی عالم دین و دانشور، شاعر و ادیب، محقق و خطیب اور نقاد کی حیثیت سے مسلّم اور ہر دلعزیز شخصیت ہیں۔ آپ ۱۹۴۷ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۷ء میں ترک وطن کر کے کراچی آ بسے۔ آپ متعدد علمی و ادبی اور مذہبی انجمنوں کے سرپرست ہیں، اپنی علمی، ادبی اور محققانہ کاوشوں پر کئی ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ ایک سو تیس سے زائد کتب کے مصنف ہیں جن میں حضرت جعفرؑ طیّار، شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ، اردو غزل اور کربلا، جوشؔ ملیح آبادی کے مرثیے، معجزہ اور

Presented by www.ziaraat.com

قرآن، اردو مرثیہ پاکستان میں اور میر انیس پر دو معرکے کی کتابیں شامل ہیں۔ ایک خصوصی نشست میں علامہ ضمیر اختر نقوی سے مختلف موضوعات پر بات چیت ہوئی۔ پروفیسر حسن عسکری عابدی، پروفیسر اقبال ناز اور آصف اعجاز بھی شریک گفتگو تھے۔ یہ بات چیت سوال و جواب کی صورت میں پیش خدمت ہے۔

سوال:- آپ نے میر انیسؔ کے کلام میں رنگوں کے استعمال پر جو تحقیق کی ہے ذرا اس کا پس منظر بیان فرمایئے گا؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- بات دراصل یہ ہے کہ مجھے بچپن سے ہی مناظر فطرت، رنگوں اور روشنیوں سے بے حد لگاؤ تھا۔ دنیائے مغرب کے ادب میں رنگوں کا استعمال بے حد خوبصورت نظر آتا ہے۔ میرے اندر جب شعور کی دنیا نے آنکھ کھولی اور میں نے اپنے شعراء کے ہاں رنگوں کا استعمال تلاش کیا تو اس میں مجھے میر انیسؔ سب سے الگ نظر آئے۔ انیسؔ کے ہاں نہ صرف رنگوں کی مختلف جہتیں نظر آتی ہیں بلکہ انھوں نے رنگوں کو خوب خوب معنی بھی پہنائے ہیں اور میں آپ کو بتاؤں کہ آنے والا دور رنگوں کا ہی ہوگا۔ یہ ہمارے چاروں طرف جو میڈیا کا انقلاب ہے، روز نئے ٹیلی ویژن چینل کھل رہے ہیں، اب ان ہی کے رنگ ہم پر حکومت کریں گے۔ رنگوں کی سیاسی تفہیم بھی ہوتی ہے۔ رنگ نظریات بیان کرتے ہیں۔ میں نے میر انیسؔ کے کلام میں رنگوں کو ان ہی حوالوں سے بازیافت کیا ہے۔

سوال:- گویا آپ نے میر انیسؔ کے ہاں جمالیات کو بازیافت کیا ہے؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- جی ہاں۔ میں نے اس موضوع پر بہت گہری تحقیق کی ہے۔ انتظار حسین نے ''ڈان'' میں اس پر بہت عمدہ تبصرہ لکھا ہے۔ میں نے قرآن کے علاوہ انجیل اور توریت سے بھی حوالے تلاش کیے اور یوں میری کتاب کو بین الاقوامی

Presented by www.ziaraat.com

طور پر پذیرائی ملی۔ امریکہ، یورپ اور ہندوستان کے ادیبوں نے اس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

سوال:- رنگوں، روشنیوں اور خوشبوؤں سے یہی انسیت پھر آپ کو جوشؔ کے قریب لے گئی؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- جی ہاں یہ اُنسیت مجھے میرؔ، غالبؔ، جوشؔ سب کے قریب لے گئی۔ دراصل دو چیزیں ہیں۔ ''جلال اور جمال''۔ میر انیسؔ کے ہاں جلال بھی ہے اور جمال بھی۔ یعنی جنگ کے مناظر بھی ہیں اور جمالیاتی مناظر بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت میں بھی جلال اور جمال دونوں نظر آتے ہیں۔ اگر جمال کو منہا کر کے صرف جلال رہ جائے تو پھر دہشت گردی باقی بچتی ہے جس کا سامنا ہم آج کل کر رہے ہیں۔ آج عالم اسلام کو دیکھ لیں، ہم صرف فتوحات کا راگ ہی الاپتے ہیں، صرف جنگ کی باتیں ہوتی ہیں، عربوں نے اور ایرانیوں نے انقلاب کے بعد جمالیات کو ترک کر دیا۔ ان کے ہاں صرف جلال نظر آتا ہے۔

سوال:- کیا اسلامی دنیا کا کوئی ملک رول ماڈل بن سکتا ہے؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- نہیں ایسا کوئی ملک نظر نہیں آتا البتہ جنرل پرویز مشرف کے افکار قابل قدر ہیں، کم از کم پاکستان کو جنرل پرویز مشرف بحران سے نکال سکتے ہیں اگر انتہا پسند اُن کا پیچھا چھوڑ دیں تو۔۔

سوال:- ایران کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- ایران میں انقلاب کے بعد جو معاشرہ تشکیل پایا ہے میں اس سے بھی متفق نہیں ہوں۔ کیوں کہ اسلام میں جبر کہیں نہیں ہے، یہ نہیں کہ آپ بیک جنبش قلم ٹی وی سینما سب پر پابندی لگا دیں۔۔۔ یہی خرابی طالبان میں تھی۔۔۔

Presented by www.ziaraat.com

فن وثقافت اور علم وادب کو تو فروغ دینا چاہئے کیوں کہ یہ جمالیات ہے۔ ہم صرف صلاح الدین ایوبی اور محمود غزنوی کی فتوحات کا ذکر کرتے ہیں یعنی صرف جلال کو یاد رکھتے ہیں اور صوفیاء کرام کے جمال کو فراموش کر دیتے ہیں، جنھوں نے اسلام کی روشنی پھیلائی۔ بھئی اللہ تو خالق کائنات ہے اور خلق کرنے والا جمالیات کا پیکر ہوتا ہے۔ اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے مگر ہم اس پہلو کو بھول جاتے ہیں۔ اب ہر طرف صرف جلال ہے یعنی جہاد۔ جو جہادی پکڑے گئے ہیں، ان کے چہرے دیکھ لیں تو ان سے صرف جلال یعنی وحشت ٹپکتی ہے۔ اسلام میں داڑھی رکھنے کے بھی کچھ اصول ہیں، ایسا نہ ہو کہ چہرے سے صرف وحشی پن ٹپکے۔ آپ دیکھ لیں کہ رسولؐ اللہ کتنے حسین تھے، تمام انبیاء حُسن کا پیکر تھے، قرآن میں حسنِ یوسفؑ کا چرچا ہے۔ اسلام میں دین اور دنیا دونوں ساتھ چلتے ہیں۔ یہ عیسائیت تو ہے نہیں کہ آپ دنیا سے کنارہ کش ہو کر راہب بن جائیں۔ اسلام میں ملائیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام اپنی صفت میں سیکولر ہے اور ان معنوں میں کہ اسلام سب سے بڑا انسان دوست اور امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ یہاں ہمیں یہ سوچنا پڑے گا آج جب ہم مغرب کی ہر چیز بشمول سائنس وٹیکنالوجی، جنگ وحرب کے طریقے، جمہوریت، قوانین وغیرہ اپنا رہے ہیں تو ان کا طرزِ فکر کیوں نہیں اپنا رہے جو جمالیات پر مبنی ہے اور جو ترقی کا راستہ ہے۔

سوال:- علامہ صاحب! یہ بتایئے کہ امام حسینؓ تو یزید سے ٹکرا گئے تھے اور فتح کا امکان نہ ہونے کے باوجود انھوں نے جنگ لڑی تھی، تو اس مثال کی روشنی میں آج کے یزیدوں سے کس طرح نبٹا جائے؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- ہر دور کے یزیدوں سے نبٹنے کا طریقہ امام حسینؓ نے خود بتا دیا ہے۔ دیکھئے امام حسینؓ چاہتے تو بہت بڑا لشکر ترتیب دے سکتے تھے۔ یہ نہیں تھا

Presented by www.ziaraat.com

کہ پورا عرب یزید کے ساتھ تھا۔ امام حسینؑ کے ساتھ یمن تھا، کوفے والے تھے، مدینے والے تھے، مدینہ تو ان کی پیدائش کا شہر تھا، وہاں کے لوگ حسینؑ کا بے حد احترام کرتے تھے مگر امام حسینؑ نے جبر کا مقابلہ برابر کی جنگ لڑ کر نہیں کیا، کیوں کہ یہ فتح نہیں ہوتی، حسینؑ نے یہ بتایا کہ مظلومیت میں ہی فتح ہے اور یہ راستہ رسولؐ اپنی زندگی میں متعین کر چکے تھے۔ آپؐ نے تیرہ برس مکّے میں پتھر کھائے مگر آپ نے جبر برداشت کیا یعنی جلال کو منہا کر کے جمالیات کا راستہ اپنایا۔ پھر آپ دیکھ لیں کہ سارے انبیاء نے تمام تر طاقت کے باوجود مظلومیت کا راستہ اختیار کیا۔ تو یہ تصور آج کا مسلمان فراموش کر چکا ہے کہ مظلوم بننے میں ہی فتح ہے۔ آج آپ سپر پاور کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو چھوٹی چھوٹی کارروائیاں کر رہے ہیں یعنی بم باندھ کر کود رہے ہیں جو کہ غلط ہے۔ ان کارروائیوں سے آپ کی مظلومیت ثابت نہیں ہو رہی بلکہ ظالم کو اپنا ظلم بڑھانے کی اور شہہ مل رہی ہے۔ آج کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ خاموشی اختیار کریں اور خاموشی کے راستے سے اپنے کردار کو ظاہر کریں۔ یہی فتح کا راستہ ہے۔

سوال:- کیا خودکش حملے ناجائز ہیں؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- اب تو امامِ کعبہ نے بھی خودکش حملوں کو ناجائز قرار دے دیا ہے، اس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا۔

سوال:- درسِ کربلا کا اطلاق آپ عہدِ حاضر میں کس طرح کرتے ہیں؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- امام حسینؑ نے اور بعد میں بچ جانے والی بیبیوں نے توحید کا سبق دیا۔ آج ہم سب زبان سے تو کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے مگر ہم عملاً توحید کا درس بھول چکے ہیں۔ آپ دیکھ لیں کہ سارے چھوٹے مسلمان ممالک امریکا کی امداد پر گزارا کرتے ہیں مگر اسی کو گیدڑ بھبکیاں بھی دیتے ہیں تو اس طرح کام نہیں چلے گا۔

Presented by www.ziaraat.com

اب یہ دیکھیں کہ رسولؐ نے کیا کیا۔ رسولؐ کے دور میں دنیائے عرب میں بے انتہا عیسائی بھی تھے۔ یہودی بھی تھے۔ عراق میں تو چپے چپے پر گرجا بنے ہوئے تھے۔ رسولؐ کا پیغام لے کر جاتے تھے تو اس کے اثرات پڑتے تھے۔ اسی لیے یہ دیکھیں کہ آج دنیا کا ہر مذہب توحید کا قائل نظر آتا ہے۔ سائنس دان بھی کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایک طاقت ہے جو اس ساری کائنات کو چلا رہی ہے۔ ہندوؤں کے بھی سیکڑوں بھگوان ہیں مگر وہ بھی مانتے ہیں کہ اوپر والا ایک ہی ہے۔ تو ہمیں بھی یہی راستہ اپنانا چاہیے۔ ہمیں تعلیم کا راستہ اپنانا چاہیے۔ تعلیم کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ ہمارے ہاں تو ۷۰ فیصد جہالت ہے، ہم کس طرح ترقی کر سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو اسکولوں کو بموں سے اڑا دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ علم و ادب اور ثقافت کا فروغ ضروری ہے، مکالمہ ضروری ہے، روشن خیالی اور خرد افروزی ضروری ہے۔ ہمارے ملک میں کتنی کانفرنسیں ہوتی ہیں، کتنے مباحثے ہوتے ہیں، کراچی میں آرٹس کونسل ایسی سرگرمیوں کا مرکز بن سکتی ہے مگر آرٹس کونسل بھی اپنا کردار ادا نہیں کر پا رہی۔

سوال:- کیا آپ اس امر سے اتفاق کریں گے کہ پاکستان کی تمام خرابیوں کی جڑ جاگیرداریت ہے؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- بات یہ ہے کہ ہندوستان میں جاگیرداری تھی مگر دیکھیں کہ وہاں جاگیرداروں نے کیسے کیسے کام کیے۔ کتنے کالج جاگیرداروں کے قائم کیے ہوئے ہیں۔ خود علی گڑھ یونیورسٹی جاگیرداروں کی دین ہے۔ پاکستان کس نے بنایا، مسلم لیگ میں تو سب جاگیردار شامل تھے۔ لیاقت علی خان، راجہ صاحب محمود آباد سب جاگیردار تھے۔ ہمارے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ پنجاب کا جاگیردار الگ ہے، سندھ، بلوچستان کا الگ۔ زبان کا مسئلہ آ جاتا ہے، ثقافت کا مسئلہ آ جاتا ہے۔ ہندوستان میں

Presented by www.ziaraat.com

سنیما نے شعور اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا، ہمارے ہاں وہ کام ٹیلی ویژن بھی نہیں کر سکا۔ اب یہاں یہ امکان تو نہیں ہے کہ جاگیرداروں سے جاگیریں چھین لی جائیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ جاگیرداروں کو اس بات کی طرف مائل کیا جائے کہ وہ علم و ادب کی ترویج پر اپنا پیسہ خرچ کریں۔

سوال:- فرقہ واریت کے بڑھنے کے کیا اسباب ہیں؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- یہ گذشتہ بیس پچیس سال میں زیادہ بڑھی ہے ورنہ سینکڑوں سال سے ہندوپاک میں شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی وغیرہ سب ساتھ ہی رہ رہے تھے۔ دراصل ایک اقلیتی تشدد پسند طبقہ ہوتا ہے جو اپنی طاقت بڑھا کر خود کو اکثریت ظاہر کرتا ہے ورنہ عوام آپس میں کبھی نہیں لڑتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں کچھ لوگوں نے اپنا اقتدار برقرار رکھنے کے لیے اس اقلیتی طبقے کا سہارا لیا ہے۔ تاریخ میں یہ اقلیتی طبقہ ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ ہر دور میں اس اقلیتی طبقے نے آنے والے بادشاہوں کو اکسایا ہے کہ اگر آپ اقتدار میں آنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ جو بے وقوف حکمراں ان کی باتوں میں آ گئے انھوں نے باپ کو جیل میں ڈال دیا یا مار ڈالا اور بعد میں ان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ آج بھی کچھ لوگ اپنے مفادات کے لیے فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہیں اور جنرل پرویز مشرف کو برا بھلا کہتے ہیں کہ وہ پر امن بقائے باہمی کی بات کیوں کرتے ہیں۔

سوال:- ہمارے ہاں علمائے کرام کا کیا کردار رہا؟

علامہ صاحب نے فرمایا:- ہمارے ہاں علمائے کرام کا کردار مصلحت پسندانہ رہا ہے۔

سوال:- کیا ایک صحیح مسلمان بننے کے لیے کسی مسلک سے وابستہ ہونا ضروری ہے؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان سے بھی بڑھ کر ایک اچھا اور

Presented by www.ziaraat.com

پرامن انسان بننے کے لیے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کا بھرپور مطالعہ کیا جائے، اسی صورت میں آپ کسی فیصلے پر پہنچ سکتے ہیں۔ آپ کی اپنے شعبے پر گرفت مضبوط ہونی چاہیے۔ ایک کتاب لکھی گئی تھی "The Great Designs" اس میں کل تیس شعبوں سے ایک ایک اسکالر کو چنا گیا اور اُن سے کہا گیا کہ آپ اس کتاب کے لیے اپنے اپنے شعبے پر ایک مقالہ لکھ کر دیں۔ یہ مقالے اپنے اپنے میدان کی بہترین تحقیق تھے مگر ہر مقالے کا اختتام اس بات پر تھا کہ ہم اپنے شعبے کی تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کوئی ایک طاقت ہے جو اس دنیا کو چلا رہی ہے۔ یہ توحید کا پیغام ہے۔ توحید کو سمجھنا ضروری ہے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہے۔

سوال:- علامہ صاحب ہم واپس ادب کی طرف آتے ہیں، یہ بتائیے کہ کن شعرا کو آپ نے اپنے قریب پایا؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- میں نے قلی قطب شاہ سے لے کر آج کے تمام اہم شعرا کا بغور مطالعہ کیا ہے اور تقریباً سب پر ہی لکھا بھی ہے مگر چار شعرا میرے بہت قریب ہیں اور وہ ہیں، میرؔ، غالبؔ، انیسؔ، اقبالؔ کیوں کہ ان کے ہاں آفاقیت ہے، ان شعرا کے کلام کی افادیت ہر آنے والے دور میں ایک نئے طور سے اجاگر ہوتی رہے گی مگر ان چار میں سے بھی میں سب سے بڑا شاعر میر انیسؔ کو سمجھتا ہوں کیوں کہ انیسؔ کے ہاں موضوعات کا اتنا تنوع اور اتنی رنگارنگی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

سوال:- انیسؔ کا دبیرؔ سے ہر دور میں موازنہ ہوتا رہا ہے؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- وہ اس لیے کہ دونوں کا بنیادی موضوع ایک ہی تھا۔ دونوں کربلا پر لکھ رہے تھے، اس لحاظ سے تو دونوں اساتذہ کا موازنہ درست ہے مگر بات جب شاعری کی آتی ہے تو پھر میر انیسؔ بہت بڑے شاعر نظر آتے ہیں۔ انیسؔ کے

Presented by www.ziaraat.com

دور میں دبیر ہی نہیں ایک ہزار مرثیہ نگار تھے۔ خود انیس کے والد خلیق قادر الکلام مرثیہ نگار تھے مگر دبیر نے صرف امام حسینؑ کی مدح لکھی جبکہ انیس نے مدح بھی لکھی اور کائناتی مضامین بھی بیان کیے۔ شاعر وہ ہے جو آنے والی صدیوں پر نگاہ رکھے۔ انیس کے ہاں یہ بات نظر آتی ہے۔ وہ آنے والی صدیوں کے بھی شاعر ہیں۔

سوال:- لیکن آج انیس کو صرف امام بارگاہوں تک محدود کر دیا گیا ہے؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- انیس امام باڑوں میں محدود اس لیے نظر آتا ہے کہ وہ وہیں پڑھا جاتا ہے، اب باہر والوں کو یہ چاہئے کہ وہ امام باڑے والوں کو یہ دکھا دیں کہ وہ انیس پر زیادہ کام کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں انیس کو امام باڑے سے باہر نکال لیا گیا ہے۔ وہاں گوپی چند نارنگ، شمس الرحمٰن فاروقی سمیت سارے نامی گرامی نقاد انیس پر گراں قدر کام کر رہے ہیں۔ وہاں انیس پر بڑے بڑے سیمینار ہوتے ہیں۔ یہاں آرٹس کونسل والے کیا کر رہے ہیں۔ پچھلے سال ٹی وی کی ڈرامہ نگار حسینہ معین سے کہا گیا کہ آپ انیس پر ایک ڈرامہ لکھ دیں، حسینہ معین نے کہا کہ میں ڈرامہ تو لکھ دوں مگر مجھے اندیشہ ہے کہ مولوی حضرات برداشت نہیں کریں گے۔ تو یہاں تو یہ حال ہے۔

سوال:- آج کل آپ کس موضوع پر کام کر رہے ہیں؟

علاّمہ صاحب نے فرمایا:- کمپیوٹر پر تو بہت سارا کام محفوظ ہے۔ کتابیں چھپیں گی تو لوگوں کو پتہ چلے گا۔ ایک ہزار سال میں جو مرثیے لکھے گئے ہیں، ان کا اشاریہ مرتب کیا ہے۔ میر انیس پر دو کتابیں زیر ترتیب ہیں۔ مولا علیؑ کی سوانح تقریباً ہزار صفحات پر، حضرت فاطمہؑ کی سوانح، نوادرات۔ کتب خانہ، اسلامی جنگیں، اسلام میں خواتین۔۔۔ ان سب موضوعات پر کتابیں تیار ہیں۔

سوال:- آپ تحقیق و تحریر کے لیے اتنا وقت کہاں سے نکال لیتے ہیں؟

Presented by www.ziaraat.com

علامہ صاحب نے فرمایا:- بات یہ ہے کہ کام وقت دیکھ کر نہیں ہوتا، کام محبت سے ہوتا ہے، اپنے کام سے لگن ہو تو پھر وقت حائل نہیں ہوتا۔ پھر میں عام مارکیٹ کو ذہن میں رکھ کر کچھ نہیں لکھتا۔ میرا تخاطب تو بین الاقوامی اسکالر ہوتے ہیں۔ میں جب باہر جاتا ہوں اور ڈاکٹر میتھیوزیا اور کوئی مستشرق تعریف کے دو کلمات بولتے ہیں تو حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور پھر تازہ دم ہو کر کسی اور موضوع پر کام کرنے لگتا ہوں۔ یہ کام صرف پیسے کے لیے نہیں کیا جا رہا۔ ہمارا کام صدیوں پر محیط ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

(روزنامہ "حریّت" کراچی، ۱۶ستمبر ۱۹۹۸ء)

سیّد سجاد شبیر رضوی (فردوس کالونی)

تعصّبات کا خاتمہ ادبی سطح پر ممکن ہے

علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ ادب کے حوالے سے علاّمہ کا شمار برِ صغیر کے نام ور ریسرچ اسکالرز میں ہوتا ہے اور خطابت میں علاّمہ نے ایک الگ ہی مقام پایا ہے۔ علاّمہ صاحب کی تقریر اس لحاظ سے منفرد ہوتی ہے کہ علاّمہ کا گفتگو کرنے کا اپنا ایک منفرد انداز ہے اور آپ کی تقریر تاریخی حوالے سے اہمیت کی حامل ہوتی ہے کیونکہ میرا تعلق صحافت سے ہے اور میں ابھی اپنا مقام بنانے کی جدوجہد میں سرگرداں ہوں تو ایسے میں علاّمہ صاحب سے میری ملاقات کافی تقویت کا باعث ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر مجھے علاّمہ صاحب کی مزید شفقت ملی تو میں ضرور اپنا ایک مقام بنالوں گا۔ ڈاکٹر صاحب کی محفل میں جب کوئی نوجوان بیٹھتا ہے تو وہ خالی نہیں اٹھتا بلکہ کچھ حاصل کر کے اٹھتا ہے۔ ہمیں علاّمہ صاحب سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا مگر دل میں ایک ڈر اور خوف بیٹھا ہوا تھا کہ ہم اتنی بڑی ادبی شخصیت سے سوال وجواب کس طرح کریں گے جن کے پاس لفظوں کا سمندر موجود ہے۔ ہم نے ڈاکٹر صاحب سے ملنے کی خواہش کا اظہار مولانا اظہار حیدر نقوی سے کیا تو مولانا نقوی مسکرا کر کہنے لگے، "اگر آپ ڈاکٹر صاحب سے ایک دفعہ مل لیں گے تو پھر ان کو کبھی نہیں بھول پائیں گے"۔ لہٰذا مولانا نقوی نے فون پر ہماری بات ڈاکٹر ضمیر اختر

Presented by www.ziaraat.com

نقوی صاحب سے کروائی۔ فون پر ہم نے ڈاکٹر صاحب سے انٹرویو کا وقت مانگا تو ڈاکٹر صاحب کہنے لگے، ''میرے گھر کے دروازے ملت کے ہر نوجوان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ آپ کی جب مرضی ہو، آپ فون کر کے آجایئے''۔ ہمیں بڑی مسرت ہوئی کہ ہم نے اپنی زندگی میں تقریباً ڈیڑھ سو شخصیات کے انٹرویو کیئے ہیں مگر آج تک کسی نے پہلی مرتبہ وقت نہیں دیا بلکہ اپنے کو مصروف ظاہر کرنے کی ناکام کوشش ضرور کی ہے۔

ہم دوسرے دن ڈاکٹر صاحب کے دولت کدے پر روانہ ہوئے، ہمارے ساتھ مولانا نقوی صاحب بھی تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے نہایت گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا۔ ہم نے جب اپنا مکمل تعارف کرایا تو ڈاکٹر صاحب کے یہ الفاظ ہمیں بہت ہی پسند آئے کہ آپ نوجوان ہیں اور نوجوان ہر وہ کام کر سکتے ہیں جس کا وہ مضبوط ارادہ کرلیں۔ ان الفاظ سے ہمیں کافی حوصلہ ملا کہ واقعی نوجوان کی قدر و قیمت ادبی سطح پر ہے۔ ان الفاظ کے بعد ہم نے ڈاکٹر صاحب سے انٹرویو کا آغاز کیا تو ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم بھی لکھنؤ میں حاصل کی اور اپنی زندگی کی پہلی مجلس بھی لکھنؤ میں پڑھی اور اب تک دنیا کے قابلِ ذکر ممالک میں خطاب کر چکے ہیں۔ تحقیق کی طرف گہرا رجحان ہے۔ اب تک تقریباً ساڑھے پانچ ہزار موضوعات پر تقاریر کر چکے ہیں جو تمام نئے اور اچھوتے ہیں۔ اب تک تقریباً ۱۱۸ کتابیں تحریر کی ہیں۔ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کی مجلس ریکارڈ کر کے جب حروف گنے گئے تو تقریباً ستائیس ہزار الفاظ ایک گھنٹے میں مجلس میں بولے ہیں جو ایک ریکارڈ ہے۔

انٹرویو کے دوران ہم نے علاّمہ صاحب سے ایک اہم سوال یہ بھی کیا کہ ملک سے تمام تعصّبات کا خاتمہ کس طرح ممکن ہے تو علاّمہ صاحب نے فرمایا کہ ان تمام تعصّبات

Presented by www.ziaraat.com

کا خاتمہ ادبی سطح پر ممکن ہے، اور ادب ایسا موضوع ہے جس میں مذہب، قوم، فرقہ، کچھ نہیں ہوتا اور ادب بس ادب ہوتا ہے۔ علاّمہ نے یہ شکوہ بھی کیا کہ پاکستان میں ایسا کوئی شعبۂ فنونِ لطیفہ نہیں بنایا گیا جس کی بنا پر سفارت کے فرائض ادیب، شعرا، دانش ور یا خطیب ادا کریں، اگر ان کو مضبوط کر دیا جائے تو تعصّبات دم توڑتے چلے جائیں گے۔ انٹرویو میں ہم نے اور بھی سوال کیے اور علاّمہ صاحب نے بڑے تحقیقی اور مدلّل جوابات دیے۔ یہ انٹرویو لاہور کے ایک ہفت روزہ میں شائع ہوا جس کے مدیر معروف صحافی جعفر علی میر صاحب ہیں لوگوں نے یہ انٹرویو بہت پسند کیا اور پورے پاکستان سے ہمیں کافی خطوط ملے جن میں علاّمہ صاحب کے بہترین جوابات پر علاّمہ صاحب کو مبارک باد دی گئی تھی۔ انٹرویو کے اختتام پر علاّمہ نے ہمیں بہت سی کتابیں بطورِ تحفہ پیش کیں، ان میں ایک بہت اہم کتاب ''شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ،، بھی ہمیں بطورِ تحفہ دی جس کے پڑھنے کے بعد ہم نے یہ محسوس کیا کہ مولائے کائناتؑ کے عشق میں ویسے تو شعراء نے بہت کچھ کہا ہے مگر پاکستان میں وہ تمام کلام ایک جگہ مدون نظر نہیں آ رہا تھا۔ علاّمہ صاحب نے اس کتاب میں مولائے کائناتؑ کی شان میں کی جانے والی شاعری کو خوب صورت انداز میں ایک جگہ جمع کر کے واقعاً نہ صرف اردو ادب کی ایک بڑی خدمت کی ہے بلکہ یہ کتاب اردو داں طبقے کے لئے گراں قدر سرمایہ ہے۔ پوری کتاب پر تبصرہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے اور نہ ہم اس قابل ہیں کہ کتاب پر تبصرہ کریں، مگر ایک طالبِ علم کی حیثیت سے جو ہماری سمجھ میں آیا ہے، وہ یہ کہ ''قرآن میں حضرت علیؑ کے فضائل،، کو جس خوب صورتی سے بیان کیا گیا ہے، وہ اس کتاب کا ایک اہم ترین باب ہے جس میں مولائے کائناتؑ کی ذوالفقار اور گھوڑے تک کی مدح قرآن سے ثابت کی گئی ہے۔ اس کتاب کے لکھنے میں علاّمہ نے جن

سبطین علی سکینہ حیدرآباد لطیف آباد

Presented by www.ziaraat.com

کتابوں سے استفادہ کیا ہے، ان کی فہرست دیکھ کر قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علامہ موصوف نے اس کتاب کے لکھنے میں کتنے شب و روز صرف کیئے ہیں خاص کر غدیر خم کے اس اہم موضوع پر "سر جوش غدیر" سے مدح کے جو اشعار درج ہیں، پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہم ابھی اس کتاب کا بغور مطالعہ کر ہی رہے تھے کہ ہمیں محترمہ نصرت بھٹو سے ملاقات کا وقت ملا تو ہم نے یہ سوچا کیوں نہ ہم محترمہ نصرت بھٹو کو یہ کتاب بطورِ تحفہ پیش کریں لہٰذا ہم نے ملاقات کے دوران محترمہ کو یہ کتاب بطورِ تحفہ پیش کی۔ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ بیشتر سیاست دانوں کی طرح محترمہ نصرت بھٹو بھی اس کتاب کو لے کر ایک دفعہ دیکھ کر رکھ دیں گی یا اپنے پی۔اے کو پکڑا دیں گی، مگر ہمیں سخت حیرانی ہوئی کہ محترمہ نصرت بھٹو نے کتاب لینے کے بعد اور ٹائٹل پر نام پڑھنے کے بعد اس کتاب کے ہر زاویئے کو دیکھنا شروع کر دیا اور وقفے وقفے سے اپنی گفتگو کے دوران اس کتاب کے بارے میں مجھ سے سوال و جواب کرتی رہیں اور ساتھ ہی اس کے مکمل مطالعے کا اشتیاق ظاہر کرتی رہیں۔

میری دعا ہے کہ ڈاکٹر علامہ ضمیر اختر نقوی اسی طرح ادب کی خدمت کرتے رہیں اور ان کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ہفتہ وار "ندائے شیعہ" لاہور ۲۸/ اکتوبر ۱۹۹۴ء

سیّد سجاد شبیر رضوی

علّامہ صاحب سے انٹرویو

سوال: ڈاکٹر صاحب! پاکستان میں لسانی، گروہی، مذہبی تعصبات جنونی حد تک ہیں، ان کا خاتمہ کس طرح ممکن ہے؟

جواب: ان تعصّبات کا خاتمہ ادبی سطح پر ممکن ہے، اور ادب ایسا موضوع ہے جس میں مذہب، قوم، فرقہ، کچھ نہیں ہوتا اور ادب بس ادب ہوتا ہے۔ پاکستان میں ایسا کوئی بھی شعبہ فنونِ لطیفہ کا نہیں بنایا گیا جس کی بنا پر سفارت کے فرائض ادیب، شعراء، دانش ور یا خطیب ادا کریں، اگر ان کو مضبوط کر دیا جائے تو تعصّبات خود بخود دم توڑ تے چلے جائیں گے۔

سوال: علّامہ صاحب! پاکستان میں ایک مخصوص لابی کی طرف سے "کافر کافر، شیعہ کافر" کے نعرے لگائے جا رہے ہیں، ان نعروں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ یہ صدیوں سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ نعرہ لگانے والا کس شخصیت کا مالک ہے، اس کی حدود کہاں تک ہیں۔ یہ چھوٹے لوگ ہیں اور چھوٹے لوگوں کا جواب نہیں دینا چاہیئے۔ میرے مذہب شیعہ کا Base یہ ہے کہ اگر پوری کائنات خدا کو خدا نہ مانے تب بھی وہ خدا ہے، رسولؐ کو

Presented by www.ziaraat.com

رسولؐ نہ مانے تب بھی وہ رسولؐ ہے، علیؑ کو غدیر کا خلیفہ اور رسولؐ کا حقیقی جانشین نہ مانے تب بھی وہ خلیفہ ہے۔ ہماری شیعہ ثقافت ایک ایسی حقیقت ہے جو اپنے آپ کو منوا چکی ہے، لہٰذا ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کا نوٹس لینا ہماری توہین ہے۔ اب کتنے بھی نعرے لگتے رہیں مگر حقیقی اسلام مذہبِ شیعہ ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ ملتِ جعفریہ کئی گروپوں میں بٹ چکی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ شیعہ قوم کے پاس کوئی لیڈر نہیں ہے جیسا کہ دیگر مکاتبِ فکر میں ہے، جن کی آواز پر لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ہمارا لیڈر علم ہے، جلوس ہے، ماتم ہے، عزاداری ہے، محرم کا چاند ہے، کیونکہ محرم کا چاند ہوتے ہی لوگ اپنے گھروں سے نکل پڑتے ہیں اور ان کو کوئی آواز نہیں دیتا کہ آؤ، مجلسیں کریں۔ تو ہماری اصل Leading Power ہماری تہذیب ہے ہمارے اصل حقیقی قائد ہمارے امام زمانہؑ ہیں۔ ہماری یہ Leading Power ہمارے امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے مدون کر کے ہمیں دی ہے۔ ہمارے یہاں دو مہینے آٹھ دن بغیر کسی لیڈر کے بلاوے کے مثالی اتحاد ہوتا ہے اور ان دنوں میں شیعہ صرف شیعہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ہمارے یہاں جتنے خطیب، ادیب، عالم، دانش ور ہیں، ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

سوال: آپ اتحاد بین المسلمین کے قائل ہیں یا نہیں؟

جواب: مسلسل یہ نعرے لگتے رہے ہیں اور عین اتحاد کے وقت نہ جانے کون سی خلیج حائل ہو جاتی ہے اور دوبارہ یہی نعرہ لگانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہم اتحاد بین المسلمین کے قائل ہیں اور اس کے لئے کام بھی کر رہے ہیں، مگر اتحاد کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم اپنی ثقافت کی سودے بازی کر لیں۔ مثلاً اذان میں علیاً ولی اللہ، مجلسِ حسینؑ،

Presented by www.ziaraat.com

ماتمِ حسینؑ، رسوماتِ عزاداری، ان باتوں پر کسی قسم کا اتحاد نہیں بلکہ وہ ثقافت کا سودا کہلائے گا جو سب سے بڑی ادبی اور ثقافتی ملتِ جعفریہ کے لئے ناقابلِ قبول ہے۔

سوال: تحقیق کے حوالے سے آپ نے کیا کیا اور مزید کیا کرنے کا ارادہ ہے؟

جواب: میں ذاتی طور سے تو سرمایہ دار نہیں ہوں، جو مجلسوں سے نذرانہ وغیرہ ملتا ہے اور مولاؑ کی زیارت پر جانے کے بعد دعا یہی ہوتی ہے کہ کتاب چھپ جائے اور واپس آتا ہوں تو مولاؑ کتاب چھپوانے کا بندوبست کر دیتے ہیں۔ ادبی موضوعات پر ہم نے کئی کتابیں لکھی ہیں، دس جلدوں پر مشتمل تاریخِ مرثیہ نگاری لکھی ہے اس میں عربی، فارسی، اردو مرثیہ نگاری پر لکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ میر انیس کی مکمل سوانح حیات اور خاندانِ میر انیس کی شاعری پر بھی کتاب لکھی ہے، جوش صاحب پر بھی کچھ چھپ چکا ہے اور کچھ زیرِ اشاعت ہے۔ اقبال کا فلسفۂ عشق جس میں اہلِ بیتؑ کی مدح ہے، وہ بھی لکھی ہے۔ ہم نے زیادہ تر ایسی کتابیں لکھی ہیں جن پر کسی زبان اور کسی ملک میں بھی قلم نہیں اٹھایا گیا، مثلاً جعفرِ طیار، عقیل ابنِ ابوطالبؑ وغیرہ۔ اس کے علاوہ ائمہ کے تمام غلاموں کی سوانح عمری پر لکھا گیا ہے اور ان کے اصحاب اور ازواج پر بھی پہلی دفعہ ہم نے کتابیں لکھی ہیں۔ ایک بہت اہم کتاب ''عورت اور اسلام'' کے نام سے ہم نے لکھی جس میں حضرت حواؑ سے لے کر عصرِ حاضر تک کی شیعہ خواتین پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ رمضان میں جو تفسیر درس کی صورت میں دیتا رہا ہوں، ان کو جمع کر رہا ہوں جو ایک مکمل تفسیرِ قرآن کا سیٹ ہے، اس کے علاوہ بھی تحریر و تقریر کا کام جاری ہے اور انشاءاللہ! تاحیات جاری رہے گا۔

سوال: دیکھا یہ گیا ہے کہ آپ نے آج تک کوئی پارٹی یا ادارہ Join نہیں کیا، اس کی کیا وجہ ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

جواب: دراصل ہمارا کام بہت اہم ہے، اس وجہ سے ہم کوئی ذمے داری نہیں لے سکتے۔ یہ نہیں کہہ رہا کہ ذمے داری لینے کا اہل نہیں ہوں۔ مجھ میں صلاحیتیں ہیں، مگر ہمارا ایک اصول ہے، وہ یہ کہ جس کام کی ذمے داری لی جائے وہ کچا کام نہ ہو۔

سوال: ملتِ جعفریہ کے لئے کوئی پیغام؟

جواب: ہمارا پیغام یہی ہے کہ علم حاصل کرنے کے لئے سرگرداں رہیں، علم ہی تمام مسائل کا حل ہے۔ ہم ہمیشہ دو باتوں پر زور دیتے ہیں، آلِ محمدؐ کی معرفت میں اضافہ، ہمارے خطیبوں کو، نوجوانوں کو، بچوں کو آلِ محمدؐ کی معرفت حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر ہماری شیعہ قوم صرف توجہ سے مجلس ہی سن لے تو ہمارے علم میں کافی اضافہ ہوگا، مگر ہم نے مجلس سننا چھوڑ دیا ہے اور مجلس کو میلہ بنا دیا ہے۔ اس سلسلے میں یہاں یہ کہہ دوں کہ میں نے لاہور میں مجالس پڑھی ہیں وہاں کے لوگ پڑھے لکھے، باشعور اور مجلس کو سمجھنے والے ہیں، اس کے مقابلے میں کراچی جہلا سے بھرا پڑا ہے۔ میرا پیغام یہی ہے کہ اگر ہم عزاداری کی حفاظت کرتے آئیں اور اس کو امانت سمجھ کر اس کے حقیقی وارث تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے تو ہماری نجات ہو جائے گی۔

Presented by www.ziaraat.com

("مجلّہ فکرِ زینبؑ" اشاعت، کراچی، ۱۱محرم الحرام ۱۴۲۳ھ)

محمد عباس نقوی

فنِ خطابت کے اسرار و رموز

علّامہ ضمیر اختر نقوی سے گفتگو

قارئینِ کرام ہم سب لوگ مختلف مجالس و محافل میں معروف خطیب حضرات کو سنتے ہیں، لیکن یہ نہیں جانتے کہ بہترین خطابت کے پیچھے کس قدر عناصر کارفرما ہوا کرتے ہیں، ان ہی عناصر کی عقدہ کشائی کے لئے ہم نے گذشتہ دنوں علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب سے شرفِ ملاقات حاصل کیا، دورانِ ملاقات فنِ خطابت کے اسرار و رموز، اہمیت اور موجودہ دور کی ضرورت جیسے اہم موضوعات پر گفتگو رہی جسے ہم قارئین کے استفادے کی خاطر شائع کر رہے ہیں امید ہے اس قسم کے معلوماتی سلسلے کو پسند کیا جائے گا۔ (محمد عباس نقوی)

سوال☆ قبلہ یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص خطابت کے شعبے سے منسلک ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے کیا وسائل مہیا ہیں؟۔

خطابت کا سلسلہ کربلا کے بعد سے مجلس کے لئے مخصوص ہو چکا ہے اور یہی اس شعبے کی معراج ہے، لٰہذہ مجالس کو ایک ادارہ سمجھا جاسکتا ہے اب تک یہی ہو رہا ہے ہر دور میں چند بڑے ذاکرین، خطیب موجود ہوتے ہیں جو ایک خاص انداز اور نکات،

Presented by www.ziaraat.com

رموز اور اصول وضع کرتے ہیں اور دیگر حضرات ان کے تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہیں، یہی طریقہ شاعری میں رائج ہے۔

سوال ☆ خطابت کی اقسام کے بارے میں کچھ وضاحت فرمایئے؟

بنیادی طور پر خطابت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، الہامی اور کتابی، الہامی تو وہ ہے جو پہلے بولی جائے پھر لکھی جائے جس کی اعلیٰ ترین مثال ''نہج البلاغہ'' ہے، یعنی مولا علیؑ بولتے رہے خطبے دیتے رہے، بعد میں اسے رقم کیا گیا یہ تو ہے الہامی خطابت، جبکہ ایک دوسری آسان صورت یہ ہوتی ہے کہ پہلے سوچ سمجھ کر یا کتب سے سہارا لے کر لکھ لیا جائے پھر اسے یاد کر لیا جائے یا کتاب لے کر ہی پڑھا جائے یہ ہے کتابی خطابت۔ میر انیسؔ اور دبیرؔ کے مرثیے لوگ چھپ چھپ کر لکھ لیا کرتے تھے اور پھر بعد میں سنا دیا کرتے تھے تو یہ مرثیہ ان سنانے والوں کے تو نہیں ہو جاتے تھے، خطابت میں بھی یہی ہونے لگا کہ کسی مشہور ذاکر کی مجالس لکھ لی گئیں یا ریکارڈ کر لیں، انہیں یاد کر لیا اور پھر پڑھ دیا۔ اب یہ تو سامع کا کام ہے کہ وہ خود ہی دیکھے کہ ایک آدمی کسی دوسرے کی محنت کو استعمال کر رہا ہے اور ایک آدمی خود محنت کر کے تیاری کر کے بول رہا ہے، تو کون بہتر ہے؟

سوال ☆ فنِ خطابت کے لئے بنیادی اسرار و رموز کیا تصور کئے جا سکتے ہیں؟

دیکھئے اس فن میں نزاکت یہ ہوتی ہے کہ چونکہ آپ آلِ محمدؐ کے وکیل ہوتے ہیں اور منبر سے گویا ایک مقدمہ لڑ رہے ہوتے ہیں، کسی مسئلے پر بحث قائم کرتے ہیں اور آخر میں دلائل کی مدد سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے جو مسئلہ اٹھایا تھا اس میں آلِ محمدؐ سے بہتر کوئی دوسرا نہیں ہے، اس سب کچھ کے دوران مضبوط دلائل نہایت ضروری تصور کئے جاتے ہیں، یہاں ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ آپ آلِ محمد کے وکیل

Presented by www.ziaraat.com

ہیں تو ان سے متعلق تمام علوم تک آپ کی دسترس لازمی ہونی چاہیئے۔ اب آلِ محمدؐ کا علم تو لامحدود ہے، اس میں کہیں فقہ، کہیں منطق، کہیں فلسفہ، یا حدیث، تفسیر، سائنس الغرض دنیا کے تمام علوم ہی شامل ہیں تو لازمی ہوا کہ آپ کو ان تمام علوم کے بارے میں مکمل معلومات ہونی چاہئیں تا کہ وکالت کا حق ادا کیا جا سکے، اور ایسا نہ ہو کہ آپ کسی موضوع پہ بات کرتے ہوئے کوئی دلیل غلط جگہ استعمال کر بیٹھیں جسے مخالفین غلط انداز میں مشہور کر دیں، بس یہ تمام نزاکتیں ہوتی ہیں۔ یہی سلسلہ ریاض کا ہے کہ یا تو آپ کا علم قنبر جیسا علم ہو، جو ہو نہیں سکتا کیوں کہ قنبر تو تمام وقت درِ علم کے ساتھ ساتھ تھے، تو کیا آپ حُر بن سکتے ہیں؟ جس نے صرف راستے میں ۱۵ دن حسینؑ کو دیکھا، اور ان ہی پندرہ دنوں میں حُر شہادت کے رموز تک پہنچ گئے۔ یہ یقیناً ممکن ہے کہ آپ امامت کے قریب ہو جائیں، تھوڑی محنت کر لیں، دیکھئے صرف مدح کرنے سے کام نہیں چلتا بلکہ دل سے نزدیک ہونا ضروری ہوتا ہے، کیوں کہ ہر دور میں دشمن بھی مدح تو کرتے تھے کیوں کہ وہ بھی جانتے تھے کہ علمِ بیان کے لئے سب سے بہترین موضوع ''آلِ محمدؐ'' ہیں آپ اس پر بولیں گے تو واہ واہ ہو گی، فی زمانہ ہو یہ رہا ہے کہ بڑے ذاکرین نے خطابت کے معروف نکتے تو دے دیے ہیں مثلاً ایمانِ ابوطالب، جناب خدیجہؑ یا صلحِ حسنؑ کا مسئلہ ہے، اب ان ہی پر گویا رائج شدہ سکوں پر ہی کام ہو رہا ہے، یہی موضوعات شعر یا منبر سے استعمال ہو رہے ہیں۔

سوال ☆ خطابت کی مختصر تاریخ کے حوالے سے کچھ فرمایئے؟

اصل میں کربلا سے قبل تک خطابت محض داستان گوئی تھی Matter نہیں ہوتا تھا، عربوں کا مشغلہ یہ تھا کہ وہ چونکہ جنگیں لڑتے رہتے تھے، لہٰذا اپنی جنگوں کی داستانیں بنا سنوار کر بیان کرتے تھے، یوں بھی بزم میں مناظر کم ہوتے ہیں جبکہ رزم میں زیادہ

Presented by www.ziaraat.com

ہوتے ہیں کیوں کہ جنگ ایک متحرک موضوع ہے، عرب زمانہ جاہلیت کی جنگوں میں اپنے پسندیدہ ہیرو کی تعریف وتوصیف کرتے تھے۔ رسول اللہؐ کے دور سے بدر، خندق، حنین وغیرہ موضوع بنتی رہیں، پھر ریاستوں کے لئے جنگیں لڑی گئیں، ان میں داستان گو کے لئے دلچسپی باقی نہیں رہی تھی، کیوں کہ اس میں ایک جانب خلیفۂ وقت ہوتا تھا جو لڑواتا تھا جبکہ وہ عملی طور پر میدانِ جنگ میں نہیں ہوتا تھا اصل میدان میں کوئی دوسری غیر مشہور ہستی لڑ رہی ہوتی تھی تو گویا ہیرو دو حصوں میں بٹ گیا تھا لہٰذا خلیفۂ وقت کی تعریف میدانِ جنگ میں ہو نہیں سکتی۔ کربلا سے قبل تک حمزہ کی شہادت کا موضوع بہت اہم شمار ہوتا تھا کہ کس قدر بہادر آدمی تھا جس کا کلیجہ ہندہ جیسی عورت نے میدانِ جنگ میں چبا ڈالا، یہ ایک بڑا واقعہ تھا لیکن یہ موضوع بھی کسی ایک جگہ ٹھہر نہیں رہا تھا اس میں مظلومیت کے وہ عناصر نہیں تھے کہ آدمی حیران ہو کر سننے پر مجبور ہو جائے، واقعۂ کربلا سے یہ ہوا کہ کربلا میں ایک حمزہ نہیں بلکہ بہتّر کے بہتّر اپنی مثال آپ تھے، پھر یہیں سے مظلومیت کا عنصر اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اجاگر ہوا جس نے شعورِ انسانی کو جھنجھوڑ ڈالا۔ مظلومیت کے علاوہ اس میں شجاعت کا عنصر بھی نہایت نمایاں تھا کہ سب کے سب ایسے لڑے کہ سب کی لڑائیوں کو مات کر دیا لہٰذہ ایک ایک نکتے پر بحث ممکن ہوئی کہ، پیاسے بھی تھے، یوں جنگ ہوئی، گھر اجڑ گیا، قافلہ برہنہ سر پھرایا گیا، زنداں میں قید کیا گیا، یعنی یہاں سے خطابت کو ایسا موضوع حاصل ہوا جو رہتی دنیا تک کے لئے پیغام بھی ہے تبلیغ بھی اور اس میں خطیب کے لئے جوش، ولولہ سب کچھ موجود ہے نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ دشمن کی صفوں میں موجود تھے وہ بھی موضوع کے مشہور ہونے کے باعث کہنے لگے کہ ہاں صاحب ہم بھی وہیں موجود تھے ایسا ہوا ایسا ہوا، گویا قاتل خود ہی داستان سنانے پر مجبور ہو گئے، گاؤں گاؤں، گلیوں

Presented by www.ziaraat.com

گلیوں ایک آدمی بیٹھ کر داستان سناتا اور پچاس بیٹھ کر سنتے جاتے گویا یہ اس وقت کا واحد میڈیا تھا، انہی میں سے چند ایسے نکل آتے جو پورے واقعے کو یاد کر لیتے پھر وہ آگے اسے سناتے یوں یہ سلسلہ چلتا چلا گیا۔

عرب میں چونکہ شاعری کو رواج تھا لہٰذہ یہی موضوع شاعری میں آتا گیا، پہلے جو موضوع ہوتا تھا ''دنیاوی عشق'' کربلا کے بعد یہ ہوا کہ یہاں اللہ اور حسینؑ کے عشق کی بات ہونے لگی کہ حسینؑ نے اللہ کے دین کی خاطر پورے کنبے کی قربانی دی اور اللہ نے اس قربانی کے بدلے حسینؑ کے ذکر کو باقی رکھنے کی ذمہ داری لے لی، گویا خطابت اور شاعری دونوں کے موضوع کا محور کربلا اور حسینؑ بنتے چلے گئے، عرب کے بڑے بڑے شاعروں نے محسوس کر لیا کہ عوام کے دل جیتنے کے لئے بادشاہِ وقت کی مدح نہیں چلے گی بلکہ حسینؑ کی بات کرنی ہوگی۔ چونکہ بادشاہوں کو تو یہ بات اچھی نہیں لگ سکتی تھی نا کہ ان کے بجائے کسی اور کا ذکر اہمیت اختیار کرتا چلا جائے لہٰذہ اس پر پابندیاں لگائی جانے لگیں، لیکن یہ بھی طے ہے کہ کسی ذکر کو جتنا دبایا جاتا ہے وہ اسی قدر بڑھتا جاتا ہے، یہی ہوا اور لوگوں نے موضوع چھوڑنے کے بجائے ملک چھوڑنے کو ترجیح دی، ہجرتیں کیں جہاں جہاں گئے ذکرِ حسینؑ ساتھ ساتھ چلتا رہا، نتیجہ یہ نکلا کہ چنگیزیت پر بھی ذکرِ حسینؑ نے اپنا اثر چھوڑا اور شاہی چنگیزیت سے باہر نکل آئی، دیکھئے نا تیمور لنگ چنگیزی ہے، مظالم، قتل و غارت گری اور فتوحات میں کہیں کم نہیں ہے، جب اس کے دل میں امام حسینؑ نے جگہ بنائی تو وہ متاثر ہوتا چلا گیا اور زیارتیں، تہذیب، کلچر، عزاداری لے کر یہاں آ گیا، پھر تمام فاتح ان چیزوں سے متاثر ہوتے چلے گئے، تصوف کو بھی اپنی جانب متوجہ کرنے کے لئے حسینؑ کا سہارا چاہئے تھا، معین الدین چشتی اجمیری جو اگر مریض کو ہاتھ پھیر کر صحیح کر رہے ہیں ان سے پوچھا جاتا کہ ''تیرا

Presented by www.ziaraat.com

بادشاہ کون ہے؟ تو جواب ملتا کہ ''شاہ ہست حسینؑ، پادشاہ ہست حسینؑ۔ یہ رباعیاں، سلام سب خطابت ہے، ہوتے ہوتے اودھ و دکن کی حکومت قائم ہوئی، مرثیے کو ارتقا حاصل ہوا، مرثیے کے اندر سے ہی خطابت نکلی، خطابت بھی دراصل ایک شاعری ہے جو الہامی ہوتی ہے۔

کیا خطابت کے بھی کچھ اصول، آداب ہوتے ہیں؟

ضرور ہوتے ہیں لیکن اس میں ایک مسئلہ یہ ہے کہ عقیدت کے باعث یہ کہا جاتا ہے کہ ذکرِ حسینؑ کے لئے صرف عقیدت ضروری ہے اصول ضروری نہیں ہے، حالانکہ سوچنے کی یہ بات ہے کہ جب دین کے اصول موجود ہیں تو پھر عقیدت اور خطابت کے اصول کیوں نہیں مانے جاتے۔ جب آپ اصول سے باہر جانا چاہیں گے تو اس سے بے ترتیبی پیدا ہوتی جائے گی۔

سوال ☆ کسی خطیب کو کون سی اہم باتوں کا خیال رکھنا ہوتا ہے؟

اول تو مسئلہ موضوع کا ہوتا ہے کہ موضوعِ گفتگو عہدِ حاضر سے مربوط ہو، اب اس وقت دیکھ لیجئے پوری دنیا میں موضوع بنا ہوا ہے ''مسلمان'' اور اس کا ذیلی موضوع ہے ''دہشت گردی'' ایک خطیب کا کام یہ ہے کہ عہدِ حاضر کے موضوع کو آلِ محمدؐ کی تعلیمات میں ڈھونڈا جائے، تب تو آپ جدید خطیب کے زمرے میں آسکتے ہیں پھر دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ سننے والوں میں ذہنی ساختیات کے اعتبار سے دو اقسام پائی جاتی ہیں اول وہ جو مستقل سامع ہیں اور ذاکر کی بات سمجھ رہے ہوتے ہیں، دوم وہ جو یا تو نئے سامع ہوتے ہیں یا محض فرض نبھا رہے ہوتے ہیں، ذاکر یا خطیب کو ان تمام سامعین کی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق بات کرنا ہوتی ہے، کیوں کہ سب سے اہم یہ تصور کیا جاتا ہے کہ آپ جو پیغام جو بات پہنچانا چاہتے ہیں وہ درست convey ہو

Presented by www.ziaraat.com

رہی ہے یا نہیں یہ ایک مشکل امر ہوتا ہے، اس کی مثال میں یوں دوں کہ غدیر کے موقع پر خدا نے رسولؐ سے کہا کہ (ترجمہ) ''اے رسولؐ پہنچا دیجئے'' یعنی پیغام پہنچا دیجئے، جواباً رسول اللہؐ کہہ رہے ہیں کہ ''ہمیں اس سے باز رکھا جائے''، اللہ نے کہا کہ اگر پیغام نہیں پہنچایا گیا تو گویا کارِ رسالت ادا نہیں ہوا، یہاں کارِ رسالت ادا نہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رسالت کی جو ذمہ داریاں آپ نبھا چکے ہیں تو اب اختتام پر اس کا محافظ بھی تو دیجئے نا، جب لگا تار تین بار ملک آیا اور اللہ کا پیغام پہنچایا تو رسولؐ نے اللہ کی مرضی پوری کر دی، رسولؐ نے مجمع سے کہا کہ دیکھو ہم نے پیغام پہنچا دیا اور اب جس تک ہم نے پہنچایا وہ اور آگے اسے پہنچائے، دیکھئے یہ ہے تبلیغ کی منزل، گویا اگر ڈیڑھ لاکھ کے مجمع میں پانچ آدمیوں نے بھی درست پیغام لے لیا تو وہ پانچ مزید پچیس کو اور یوں یہ سلسلہ صدیوں تک چلتا ہے۔ اچھا اب دیکھئے رسول اللہ جو کہہ رہے تھے کہ مجھے باز رکھئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتے تھے کہ محافظ کے ساتھ یہ لوگ کیا کریں گے، اس کا گھر جلائیں گے، تباہ کریں گے، لیکن مجبوری یہ تھی کہ ہر سچے پیغام کے لئے قربانی تو ہوا کرتی ہے جب تک یہ قربانی چلتی ہے پیغام اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جو آج تک قربانیٔ عظیم کے صدقے میں جاری ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تبلیغ سچی بھی ہے اور جاری بھی۔ تبلیغ میں دو کام ہوتے ہیں اول اپنوں کو روکے رکھنا اور دوسروں کو دعوت دینا، یہی کام رسولؐ نے اسلام کی تبلیغ کے لئے کیا، رسولؐ نے کلمہ پڑھوا دیا'' کہہ دو اللہ ایک ہے، لیکن اب مسئلہ تھا دلوں میں موجود پہلے کی گندگی کا، اسے ختم کرنے کے لئے آلِ محمدؐ نے کام کیا تا کہ دل سے اللہ کو مانا جا سکے۔ یہی فلسفہ خطابت کا بھی ہے کہ خطیب جو کچھ منبر سے کہہ رہا ہے کیا اندر، دل سے بھی مانتا ہے یا بس زبانی بیانی تبلیغ ہے۔

سوال☆ مصائب کے حوالے سے مومنین میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں،

Presented by www.ziaraat.com

کوئی چاہتا ہے کہ مصائب کم مگر پُر تاثر بیان کیے جائیں، کوئی کہتا ہے کہ مصائب کا بیان زیادہ ہو، آخر اس کا درست اور متناسب انداز کیا ہونا چاہیے؟

مصائب اصل میں تاثر ہے اس کا تعلق نفسیات سے ہے، لمبی روایتوں کے بجائے تاثر کے ساتھ مصائب پڑھنا کمال ہے۔ نفسیات میں ایک نکتے کو بڑی اہمیت حاصل ہے جو تاثر کو ابھارنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے اور وہ ہے Suspense یعنی آپ کو کوئی واقعہ بیان کرنا ہے تو اس کا جو سب سے بنیادی نکتہ ہے وہ سب سے آخر میں بیان کیا جائے اس کی مثال میں یوں دوں گا کہ بالفرض ۶ محرم ہے آپ کو حضرت علی اصغرؑ پر مجلس پڑھنی ہے، سامعین کو بھی معلوم ہے کہ آپ کا موضوع ''علی اصغرؑ'' ہیں، اب آپ کو اپنی تقریر کے دوران اپنے انداز سے وقتی طور پر سامعین کے ذہنوں سے اصل موضوع کو چھپانا ہے اور پھر آخر میں درست وقت پر ظاہر کرنا ہے، اس کا طریقہ دیکھئے، ذاکر ایک واقعہ شروع کرتا ہے، عرب میں ایک شخص کے پاس ایک اونٹنی تھی جو ایک روز غائب ہوگئی وہ بیچارہ ڈھونڈھتے ڈھونڈتے ایک جگہ پہنچا جہاں کسی سردار کے لاتعداد اونٹ اور اونٹنیاں موجود تھیں انہی میں اس کی اونٹنی غول کے ساتھ مل کر پہنچ گئی تھی جو اپنے مالک کو دیکھ کر چلائی، مالک نے سردار سے کہا کہ بھائی یہ اونٹنی تو ہماری ہے، سردار نے نشانی مانگی تو بدو نے جواب دیا کہ میں کیا نشانی بتا سکتا ہوں، البتہ ایک نشانی تو ہے لیکن ثبوت کے لئے اونٹنی کی جان چلی جائے گی، سردار کا اشتیاق بڑھا اس نے اسرار کیا اور پھر نشانی مانگی، بدو نے جواب دیا کہ دیکھو اگر اسے حلال کیا جائے اور دل نکال کر دیکھا جائے تو اس پر ایک سیاہ رنگ کا تل ہوگا، سردار نے فوراً نوکروں کو بلا کر اونٹنی کو حلال کرا دیا، دل نکال کر دیکھا گیا تو اس پر واقعتاً سیاہ تل موجود تھا، سردار بہت حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ بدو نے پوچھنے پر جواب دیا کہ سردار میں نے اپنے

Presented by www.ziaraat.com

بڑوں سے سن رکھا تھا کہ اگر کسی کا بچہ مر جائے تو غم سے اس کے دل پر سیاہ داغ پڑ جایا کرتا ہے اور اس اونٹنی کا شیر خوار مر گیا تھا جس کے غم میں اس کا یہ حال ہو گیا'' اب یہاں سے دیکھئے مجمع خود ہی منزل تک پہنچ جائے گا ذاکر کو آخر میں صرف یہی کہنا پڑا

ہائے ربابؑ ! یہ ہیں مصائب

(''مجلّہ فکرِ زینبؑ'' اشاعت، کراچی، ۱۱محرم الحرام ۱۴۲۳ھ)

Presented by www.ziaraat.com

(اخبار "ندائے حق" کراچی ۳۱ دسمبر ۲۰۰۲ء)

محمد عباس نقوی

جنت البقیع چند تاریخی حقائق

علّامہ ضمیر اختر نقوی کی گفتگو سے اقتباس

۸ شوال ۱۳۴۴ھ، مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۲۵ عالمِ اسلام کے لئے یومِ سیاہ قرار پایا، جب حکام نے اپنے دینی رہنما عبداللہ بن بالنھید کے فتوے کے مطابق جنت البقیع میں مزاراتِ مقدسہ کو منہدم کر دیا، اُس دن دنیا بھر میں اس دلخراش واقعے کی یاد منائی جاتی ہے، مزاراتِ مقدسہ کی تعمیر نو کا مطالبہ کیا جاتا ہے، احتجاجی تار اور خطوط بھیجے جاتے ہیں، اجتماعات منعقد ہوتے ہیں اور سعودی حکام کو دوسرے مؤقف اور نقطۂ نظر کا احترام کرنے اور اپنے عقائد کسی پر مسلط نہ کرنے کی تاکید کی جاتی ہے۔

پہلے سعودی عرب پر ترکی کی خلافتِ عثمانیہ کی حکومت تھی جو بہت بڑی حکومت تھی، شام، اردن، عراق، ایران، ترکی تک اس کی حکومت میں شامل تھا اس کو سلطنتِ عثمانیہ کہتے تھے، یہ لوگ حنفی تھے اور اچھے عقیدے کے لوگ تھے، جتنے بھی مزار اس وقت بنے ہوئے ہیں، سب سلطنتِ عثمانیہ کے بنوائے ہوئے ہیں، بعض پر ترکی کے خلیفہ کا نام بھی لکھا ہوا ہے کہ فلاں خلیفہ کے دور میں فلاں سنہ میں یہ عمارت تعمیر ہوئی، ان کی تعمیرات کی پہچان یہ ہے کہ "ہرا" رنگ جو گنبدِ خضرا کا رنگ ہے وہ ان کا سلطنت کا رنگ تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

شام میں جتنے بھی روضے ہیں سب پر یہی رنگ ہے، یا قبر پر چادر یا کتبہ لگا ہے وہ بھی ہرے رنگ ہی کا ہے، جس سے پہچان ہوتی ہے کہ یہ اُن کی بنوائی ہوئی عمارات ہیں، شام میں ابھی جتنے بھی مزارات بنے ہوئے ہیں وہ نہیں مسمار ہوئے، مثلاً شام، دمشق کا باب الصغیر کے قبرستان میں بلال حبشی کی قبر ہے، وہ اسی طرح ہے، حضرت عبداللہ ابنِ جعفر طیار کی قبر ہے۔ یہ جو ضریح ہے رسول اللہؐ کی وہ بھی ان کی ہی بنوائی ہوئی ہے، نہیں بدلی گئی۔ عراق میں بھی جو مزار دوبارہ بنے اس میں تو ان کی پہچان نہیں لیکن بعض دوبارہ نہیں بنے ان پر عثمانیہ خلفاء کا نام کندہ ہے، انہوں نے عراق، شام، اردن اور سعودی عرب کے تمام مذہبی مقامات ان کے ہی تعمیر کردہ ہیں، جب سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا اور جھگڑے ہوئے، لارنس آف عربیہ کا دور آیا اور اس نے قبائلی علاقوں میں عبدالوہاب نامی آدمی کو استعمال کیا، عبدالوہاب بنیادی طور پر دشمنِ اہلِ بیتؑ تھا، وہ پہلے تو نجف گیا اور وہاں اس نے شیعہ فقہ کی تعلیم حاصل کی تا کہ شیعہ فقہ کی تعلیم حاصل کر کے اس کی رد کر سکے۔ یوں بھی عرب اس بات سے حسد کرنے لگے تھے کہ ایران اور عراق میں جو آئمہ طاہرین کے مزارات مرجع خلائق ہو گئے، مجمع اور اژدہام ہو گیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ خانۂ کعبہ کے علاوہ کہیں اتنا بڑا اجتماع ہو ہی نہیں سکتا لیکن قدرت نے یہ کرشمہ کر دکھایا کہ حج کے بعد نجف اور کربلا میں مجمع اس سے بھی بڑھ گیا۔ سعودی عرب والوں نے عراق میں کم از کم تیس چالیس حملے کئے ہیں مختلف صدیوں میں وہاں پر سونا اور چاندی جمع ہوتا تھا یہ لوگ قزاق تھے تو روضوں سے سونا چاندی لوٹنے آتے تھے، دروازے توڑ کر لوٹ لیتے اور کبھی کبھی روضوں کو آگ بھی لگا دیتے تھے، اس طرح یہ روضے تیس سے چالیس بار تعمیر کیے گئے۔ اس زمانے میں جب روضوں پر حملے ہوتے تھے تو اس دور میں بھی اجتماعی مجالس ہوتی تھیں، پھر ترک خلافت کے ختم ہونے کے بعد

Presented by www.ziaraat.com

عراق اردن علیحدہ ہو گئے، عبدالوہاب نے ایک کتاب لکھی ''کتاب التوحید'' اور اس نے خود کو توحید پرست کہلوانا شروع کیا، یہ وہ نعرہ تھا جو خارجیوں نے صفین کے بعد لگایا تھا، جب حضرت علی سے خارجیوں نے بغاوت کی تو انہوں نے کہا تھا کہ حکومت صرف اللہ کی ہے، ہم کسی اور خلیفہ کو نہیں مانتے گویا یہ وہابیت دراصل خارجیوں کا ہی دوسرا عکس ہے، الغرض اس نے کتاب التوحید لکھ کر حج کے زمانے میں ایک جگہ زمین میں دفن کر دی، پھر حج میں اس نے یہ اعلان کیا کہ ہم نے رات میں خواب دیکھا ہے رسول اللہ آئے تھے، وہ کہہ رہے تھے کہ جتنے بھی فرقے ہیں اسلام میں سب جہنمی ہیں، ہم تمہیں صحیح راستہ بتاتے ہیں، جس کے لئے فلاں جگہ پر کھودو گے تو کتاب برآمد ہوگی، لوگوں نے جب وہ جگہ کھودی تو ''کتاب التوحید'' برآمد ہوگئی۔

قوم نے ان کے بدوؤں نے اس سے کہا کہ آپ ہی اس کی تبلیغ کریں، یہ کتاب التوحید عبدالوہاب نجدی کے نام سے ۱۰۰ صفحات کی کتاب ہوگی، اس کتاب میں بنیادی بات صرف یہ ہے کہ ''قبر پرستی'' گناہ ہے، حرام ہے اور ان کا سارا زور قبروں کے خلاف ہے، نہ کسی چیز کو بوسہ دو، نہ تعظیم کرو، وہ اس کو بت پرستی کہتے ہیں، جب ان کو حکومت مل گئی، دو حصوں میں تقسیم ہوئی ایک حکمراں طبقہ ایک مذہبی طبقہ جو آج تک چلی آرہی ہے، عبدالوہاب مذہبی رہنما قرار پایا، ۱۷۹۰ء سے ۱۸۰۲ء کے درمیان وہابیوں نے حجاز پر قبضہ کرلیا، متعدد ۵۰ سے زیادہ جنگیں لڑیں حجاز پر قبضہ کرنے کے لئے، ان جنگوں میں حجاز کے حکمراں اور سعودی خاندان جو وہابی قرار پائے ان کے درمیان کئی بار صلح کے معاہدے بھی ہوئے، یہ سلسلہ ۱۸۰۲ء کے آخر میں طائف پر ایک خونریز قتل عام کے بعد قبضہ کرڈالا ۱۸۰۳ء میں مکے کی حکومت پر قبضہ کرلیا اور تخریب پسندیوں کا آغاز کیا، اعلان کیا گیا کہ ہماری بنیاد اس پر ہے کہ ہم سارے گنبد، مینار اور مزار

Presented by www.ziaraat.com

گرادیں، پھر حد یہ ہے کہ زم زم کے کنویں پر ایک یادگار بنی ہوئی تھی اسے بھی گرادیا، پہلے معاہدہ یہ طے ہو چکا تھا کہ مکے کی چیزیں نہیں گرائی جائیں گی، لیکن جب انہوں نے زم زم کا کنواں برباد کیا تو معاہدہ ٹوٹ گیا وہابیوں نے ۱۸۰۵ء میں دوبارہ حملہ کیا اور پھر ۱۸۰۶ء مدینے پر بھی قبضہ کرلیا، قبضے کے فوراً بعد انہوں نے اپنی تمام توانائیاں جنت البقیع پر مرکوز کردیں، ان کے تو مذہب کا مقصد یہی تھا، حکومت مضبوط بنائی ہی اس لئے تھی کہ قبریں توڑنی ہیں۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

اب انہوں نے جنت البقیع کو گرانا شروع کیا، یہ ایک بہت بڑا قبرستان تھا جس میں اصحاب، ازواج اور آئمہ کی قبریں تھیں، اس میں سب سے اونچا روضہ جنابِ سیدہؑ، امام حسنؑ، امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے روضے تھے پھر بی بی فاطمہ بنتِ اسد، جناب عقیل، محمد حنفیہ، کربلا کی بیبیاں جناب ام البنین، رسولؐ اللہ کی پھپھیاں، چچاؤں کی اولاد یعنی بنی ہاشم سے قبرستان کا ایک حصہ بھرا ہوا تھا یہی اصل جنت البقیع ہے، اس کے بعد اصحاب کی قبریں اور ازواج کی قبریں ہیں، سب انہوں نے باری باری گرا ڈالیں۔

اسی طرح جتنی مساجد آئمہ کے ناموں سے تھیں انہیں گرایا گیا، مثلاً مسجدِ فاطمہؑ، مسجدِ علی، یا واقعات کی مناسبت سے مساجد نشانی کے لئے بنائی گئی تھیں مثلاً مسجدِ ردِ شمس، مسجد مباہلہ وغیرہ سب گرادی گئیں، لیکن ان وہابیوں کو واقعات سے بھی دشمنی تھی کہ جو چیز اہلِ بیتؑ سے منسوب ہے اس کو گرادیا جائے، اسی طرح میدانِ اُحد میں امام زین العابدینؑ جناب حمزہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لاتے تھے جہاں آپ نماز پڑھتے تھے، قیام کرتے تھے وہاں امامؑ کے نام سے مسجد تعمیر کرادی گئی تھی، ایسے ہی جنابِ سیدہؑ منگل اور جمعرات کو شہدائے اُحد کی زیارت کے لئے جایا کرتی تھیں،

Presented by www.ziaraat.com

مدینے سے فاصلہ زیادہ ہونے کے باعث درمیان میں ایک جگہ آدھی مسافت پر قیام کیا جاتا تھا وہاں مسجدِ فاطمہؑ بنادی گئی تھی، جنگِ خندق میں احزاب کے میدان میں جہاں جس کا خیمہ تھا وہاں مساجد تعمیر کرادی گئی تھیں تا کہ یادگار رہیں، جہاں رسولؐ کا خیمہ تھا وہاں مسجدِ رسولِ خدا اس کے قریب سلمان فارسی، بالکل اس کے سامنے دوسری پہاڑی پر حضرت علیؑ کا خیمہ تھا تو وہاں مسجدِ علی اور اس کے پہلو میں مسجدِ فاطمہؑ تھی، اس طرح جنابِ فاطمہؑ کے نام سے ۸ سے ۱۰ مساجد شہزادی سے منسوب تھیں، اسی طرح حضرت علیؑ سے منسوب مساجد کی تعداد ۵۰ سے زیادہ تھیں، حضرت علی کا گھر، یا جہاں حضرت علی کی شادی ہوئی، ان تمام یادگار جگہوں پر مساجد تعمیر کرادی گئی تھیں، جب ہم حج پر گئے تھے اس وقت تو ایک مسجد ہم نے مسجدِ علیؑ کے نام سے دیکھی تھی لیکن اب سنا ہے کہ جب پچھلے عرصے میں بعض چیزیں پھر گرائی گئی ہیں جس میں جنابِ آمنہ کی قبر بھی توڑ کر برابر کردی گئی ہے، اس طرح انہوں نے تمام یادگاریں ختم کردیں، قبروں پر بھی ابھار تک نہیں رہنے دیا، لیکن بوہریوں کی وجہ سے یہ ضرور ہوا کہ جنت البقیع کی قبروں پر ذرا ذرا سی مٹی یا ایک آدھ جگہ پتھر بھی رکھے مل جائیں گے، سعودیوں کا منصوبہ تو یہ بھی تھا کہ رسول اللہؐ کے روضے کو گرائیں، لیکن چونکہ ایران اور عراق میں روضے تعمیر ہوئے تو یہ لوگ قدرے محتاط ہوگئے، انہوں نے یہ تو پابندی لگادی کہ تالا ڈال دیا گیا روضے پر، اندر تمام لائٹیں بند رکھی جاتی ہیں، روضے کو چومنے نہیں دیا جاتا وغیرہ وغیرہ۔

یہ تو تھا ان کا عقیدہ، لیکن یہ عالمِ اسلام کی بے حسی بھی تو تھی، کہ جو فقہیں ملکوں میں چل رہی تھیں اور جو لوگ ان کے نظریے کو نہیں مانتے تھے ان کو تو اس پر پُرزور احتجاج کرنا چاہیئے تھا، لیکن چونکہ سعودی عرب میں اچانک تیل نکل آیا اور مالا مال ہوگئے، لہٰذا سارے اسلامی ملک ان کی دولت سے مرعوب ہوگئے، لیکن ملتِ جعفریہ میں یہ احتجاج

Presented by www.ziaraat.com

کبھی نہیں رُکا، ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔

مختلف زمانوں میں یہ احتجاجی جلسے وغیرہ تو ہندوستان، بمبئی، لکھنؤ میں اس کا آغاز ہوا کہ اسے یومِ غم قرار دیا جائے، خصوصاً لکھنؤ میں جنت البقیع کے نام سے دو بڑی عمارتیں تعمیر ہوئیں، ایک تو ہمارے محلے وزیر گنج سے بہت قریب تھا جس میں نوے در بنائے تھے اس طرح اس کا ایک نام "نوے در" بھی کہلاتا ہے، دوسرا روضہ جنت البقیع درگاہِ حضرتِ عباس کے پاس تعمیر ہوا اس کا دوسرا نام "فاطمین" ہے۔ ۸ شوال کو دونوں عمارتوں میں، وزیر گنج والی جنت البقیع میں خواتین کا یومِ احتجاج ہوتا تھا اور فاطمین والے جنت البقیع میں ۸ شوال کو بڑا طویل جلوس برآمد ہوتا تھا، جس میں تمام ماتمی انجمنوں کے ماتمی دستے شریک ہوتے، احتجاجی بینر ہوتے، سیاہ جھنڈے لئے مختلف محلوں سے جلوس نکلتے تھے، اسی طرح بمبئی میں بھی بہت بڑا جلوس نکلتا تھا۔

ہم سے زیادہ بوہریوں میں اس کا خیال کیا جاتا ہے، حیدری پر بوہریوں کا جو جماعت خانہ ہے یہاں جنت البقیع کی ایک بہترین چاندی اور سونے کی بنی ضریح رکھی ہوئی ہے، اتفاق سے پچھلے برس جمادی الاول میں جب ہم کربلائے معلیٰ زیارت پر تھے تو امام حسینؑ کے روضے میں ضریح پر بیٹھے تھے، قریب ہی کچھ بوہری بیٹھے تھے، ان میں سے ایک نے بتایا کہ ہمارے یہاں جنت البقیع کی ضریح تیار ہے اور ہم نے تین حکومتوں ایران، شام اور شائد لبنان کے سفرا کے ذریعے سعودی عرب سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ آپ روضہ تعمیر کرائیں اور اس پر ضریح رکھیں۔ اچھا یہ بھی ہے کہ بوہریوں کے پیشوا برہان الدین کی وجہ سے ان کے تعلقات تمام مسلم ممالک کے حکمرانوں سے براہِ راست ہیں، اس وقت جتنے بھی روضے اور ضریح ہیں ان کی تعمیر میں ان لوگوں کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ اردن بھی میں گیا تھا وہاں حضرت جعفر طیار کی ضریح کا افتتاح

Presented by www.ziaraat.com

تھا جو یہاں کراچی میں ہی تیار کرائی گئی تھی، اس کا افتتاح کرایا گیا لیفٹیننٹ جنرل معین الدین حیدر سے جو اس وقت سندھ کے گورنر تھے، وہاں چونکہ برہان الدین بھی پہنچے ہوئے تھے لہٰذا ان کے قافلے جگہ جگہ سے وہاں پہنچ رہے تھے۔

ہندوستان میں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۷ء کے درمیان میں ناصر الملت کے چھوٹے صاحبزادے سعید الملت اعلیٰ اللہ مقامہٗ نے اندرا گاندھی سے مل کر دستاویز پیش کی کہ سعودی حکومت کو پیغام دیں کہ جنت البقیع کا روضہ تعمیر ہو اور ضریح وہاں رکھی جائے، سعودی سفیر سے ان کی کوئی تین چار گھنٹے اندرا گاندھی کی نگرانی میں مباحثہ ہوا تھا، جس میں انہوں نے شرع، فقہ ہر طرح قائل کیا، سعودی سفیر کا کہنا تھا کہ ''ہمارے یہاں قبر پر کوئی بھی عمارت بنانا حرام ہے''۔ سعید الملت نے کہا کہ آپ کی فقہ میں حرام ہے تو آپ نہ بنائیں، لیکن یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی آتا ہے اور قبر پر کوئی چیز رکھ کر چلا جاتا ہے تو وہ آپ کی فقہ سے تو حرام نہیں ہوا، مثلاً یہ کہ تاروں کا پنجرہ سا بنا کر اگر قبر پر رکھ دیں تا کہ جانور نہ آئیں تو کیا یہ بھی حرام ہوگا؟ سفیر نے کہا کہ نہیں تار لگانا تو حرام نہیں ہے اگر آپ قبر کے چاروں طرف باڑ لگانا چاہیں تو لگا سکتے ہیں۔'' سعید الملت نے کہا کہ پھر جب آپ کے یہاں یہ تار حرام نہیں تو یہ بحث آپ نہیں کریں گے کہ یہ تار سونے کے ہوں یا چاندی یا کسی اور دھات کے، لہٰذہ وہ سفیر راضی بھی ہو گیا تھا، اس کے بعد پھر ایک ملاقات اندرا گاندھی کے ذریعے سعودی بادشاہ سے ملاقات طے ہوگئی، لیکن بدقسمتی سے اس ملاقات کو طے کر کے واپس آتے ہوئے ہی مراد آباد میں راستے میں ان کا انتقال ہو گیا اور یوں ایک اچھے پیمانے پر شروع کی گئی بحث وہیں ختم ہوگئی، ان کے انتقال سے ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا۔

اس سلسلے میں سب سے زیادہ حصہ ایران کو لینا چاہئے تھا لیکن انہوں نے جنت

Presented by www.ziaraat.com

البقیع کے بجائے فلسطین پر زور دیا، اگر اتنا وقت اور توانائیاں وہ جنت البقیع پر صرف کرتے تو شائد اب تک ایرانیوں کے زور دینے سے کچھ نہ کچھ اثر ہوتا۔ اب گذشتہ ماہ جب میں امریکہ میں تھا، تو شکاگو کے امام بارگاہِ معصومؑ میں بارگاہ کے سیکریٹری حسین عباس صاحب نے جنت البقیع کی احتجاجی مجالس رکھیں اور مجھ سے خطاب کے لئے کہا وہاں اب یہ بات طے ہوئی ہے کہ امریکہ کے تمام مسلمان شیعہ سنی مل کر عالمی عدالت میں سعودی حکومت پر کیس داخل کریں اور عالمی عدالت میں امریکی، برطانوی وکلا کے ذریعے اس مقدمے کو لڑا جائے۔

کسی کے مذہبی مقامات اور عقائد کا تحفظ ہر حکومت پر لازمی ہوتا ہے، مثلاً پاکستان میں سکھوں کے گردوارے اور ہندوؤں کے مندر سب موجود ہیں ان کی نہ صرف حفاظت بلکہ محکمۂ اوقاف کے ذریعے عمارتوں کی مرمت کرائی جاتی ہے۔

یہاں اس قدر شور مچایا گیا بابری مسجد پر، جو ایک بادشاہ کی بنائی ہوئی مسجد ہے، جس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا تھا، ۱۰۰ برس سے تالا پڑا ہوا تھا، لیکن ہندوؤں نے گرایا تو آپ سراپا احتجاج بن گئے، یا بیت المقدس میں حضرت عمر کی بنائی ہوئی مسجد پر آپ از حد پریشان ہیں، لیکن رسولؐ اللہ کی بیٹی جو محسنۂ اسلام ہیں، جن کے گھر سے قرآن حدیث، فقہ، مذہب سب کچھ ملا، یعنی مرکز ہے نا، اس کے بارے میں کوئی توجہ نہیں، یا نبیؐ کی والدہ اور والد کے مزارات کی طرف کوئی توجہ نہیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ عالمی عدالت کے تحت مقدمہ کر کے کامیابی ہو جائے گی، لیکن چونکہ ابھی تک کراچی اور پاکستان میں لوگوں کو اس بات کا علم بھی نہیں ہے لہٰذہ ہم آپ کے اخبار کے ذریعے یہ پیغام عام کرنا چاہتے ہیں کہ امریکہ کے مسلمانوں نے یہ ارادہ کیا ہے، اب آپ کا فرض ہے کہ یہاں کی ماتمی انجمنیں آگے بڑھ کر انہیں خطوط لکھیں

Presented by www.ziaraat.com

اور یہ یقین دلائیں کہ ہم یہاں رہتے ہوئے بھی آپ کے ساتھ ہیں، پھر وہاں سے کیس کی فائل کی نقل یہاں منگوا کر دیکھی جائے کہ آخر انہوں نے کس قدر مضبوط کیس تیار کیا ہے۔

پاکستان میں سب سے پہلے جنت البقیع کے احتجاج کے سلسلے میں کھارادر میں جلوس برآمد ہوتا تھا، شائد اب بھی نکلتا ہو۔ اب چونکہ ہر چیز میں بے حسی، مذہب سے دوری ہر جگہ کا مسئلہ ہے، اس کی خواہ کوئی بھی وجہ ہے سائنسی ہو، معاشرے کا زوال ہو یا تہذیبوں کا زوال ہو کوئی بھی عنصر ہو سکتا ہے، لیکن یہ احتجاج ضرور منانا چاہیے، تمام ماتمی انجمنوں اور امام بارگاہوں پر یہ جلسے اور جلوس برآمد ہونے چاہئیں، یہ مذہبی فریضہ ہے کہ ایک ظالم حکومت کے خلاف احتجاج کریں، بڑی اچھی بات ہے جو تنظیمیں اور ادارے اس سلسلے میں آگے آرہے ہیں، مجھے امید ہے کہ آئندہ برس اس میں مزید بہتری ہوگی۔ (اخبار ''ندائے حق'' کراچی ۳۱ دسمبر ۲۰۰۲ء)

Presented by www.ziaraat.com

(اخبار "ندائے حق" کراچی۔ ۴ / مارچ ۲۰۰۳ء)

محمد عباس نقوی

آدابِ عزاداری

علامہ ضمیر اختر نقوی سے خصوصی گفتگو کا عکس

عزاداری کیا ہے؟:

بنیادی طور پر عزاداری تو امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جو امام سید سجادؑ اور حضرت زینبؑ کا عمل، جو بھی انہوں نے کیا، وہ عزاداری ہے، ان کی سنت، ان کی تاسّی کا نام عزاداری ہے، بالکل ایسے جیسے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور جنابِ حاجرہ نے جو کچھ کیا اس عمل کی تاسّی کا نام حج ہے، اب آپ اسی طرح منطبق کرتے جایئے، عزاداری سمجھ میں آتی جائے گی۔

سوال: عہد اور رسم و رواج کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ترمیم و اضافہ کی کیا گنجائش و صورت ہوگی؟

معصومینؑ کی دی ہوئی چیزیں جو ہوتی ہیں ان کے آداب چونکہ خود معصومینؑ کے بنائے ہوئے ہوتے ہیں اس میں اگر آپ کوئی اضافہ کرنا چاہیں اپنے عہد کے اعتبار سے تو اس کی سطح بھی اتنی ہی بلند ہونی چاہیے۔

Presented by www.ziaraat.com

آدابِ عزاداری:

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ مت کہو کہ ایمان ہمارے دل میں ہے، کیوں کہ اگر ایمان کا چراغ دل میں روشن ہے تو چراغ کی خاصیت ہے کہ اگر بند کمرے میں بھی جل رہا ہو تو دروازے کھڑکیوں کی دراڑوں سے بھی روشنی باہر آجاتی ہے، تو جب آپ کے دل میں محبت ومودت کا چراغ روشن ہے تو اس کی روشنی کو آنکھ سے، کان سے، دہن سے، ہاتھ سے پیروں سے باہر آنا چاہئے کہ پیر آپ کے اٹھیں تو مجلس کی طرف جائیں، ہاتھ اٹھیں تو ماتم کریں، آنکھ سے آنسو بہیں، ۔ اسی طرح عزاداری میں ہر چیز کے کچھ آداب ہیں، مثلاً جب آپ محرم سے قبل اس کی تیاریاں کرتے ہیں جسے "استقبالِ محرم" کہا جاتا ہے تو اس کے بھی آداب متعین ہیں، ہندوستان کے اپنے طور طریقے اور آداب تھے کہ وہاں کوئی شیعہ، سنی یا ہندو ایسا نہیں تھا جس کے گھر پر محرم میں تعزیے نہ رکھے جاتے ہوں، تعزیہ لینا اور گھر پر رکھنا باعثِ برکت وسعادت سمجھا جاتا تھا، بلکہ اب بھی ہندوستان میں کسی حد تک رائج ہے، اس میں ذہن میں تیاری یہ ہوتی ہے کہ گھر میں مہمان آرہے ہیں، پاکستان میں سب نے گھروں کی عزاداری کو امام باڑوں اور پارکوں میں پہنچا دیا جس سے فائدہ بھی ہوا اور نقصان بھی ہوا، فائدہ یہ کہ گھر کی عزاداری نے باہر نکل کر ابلاغ اور تشہیر کا کام انجام دیا لیکن بدقسمتی سے اس کے بھی بہتر نتائج نہ حاصل ہوئے کیوں کہ آج ۵۳ سال بعد پاکستان میں جلوس "سنگینوں کے سائے" میں برآمد کئے جاتے ہیں، تو اس سے دوسروں کے آپ کے جلوسوں میں آنے کے دروازے تو بند ہو گئے، کیوں کہ جلوس کے چاروں طرف سے کسی علاقے والے کو بڑھ کر سامنے سے گذرتے ہوئے جلوس میں داخل ہونے سے روکا جاتا ہے، تو تبلیغی نکتہ تو ختم ہو گیا۔ لیکن گھروں

Presented by www.ziaraat.com

سے عزاداری کو باہر لے جانے سے نقصان یہ بہت بڑا ہو گیا کہ ہم گھر میں بچے کی یہ عادت ہی نہیں ڈال سکے کہ امام حسینؑ پٹیل پارک میں نہیں آئے بلکہ امام حسینؑ تمہارے گھر میں آئے ہیں، اس احساس کو ہم نے ختم کر دیا کہ جو قریب بچہ محسوس کرتا کہ یہ ہمارے مہمان ہیں، ہمارے پاس آئے ہیں وہ قربت و محبت کہاں سے لائی جائے۔ جن گھروں میں اب بھی عزاداری قائم رکھی گئی ہے وہاں نظر آتا ہے وہی ماحول ہے کہ محرم سے قبل گھروں پر سفیدی ہو رہی ہے، صفائی ستھرائی کی جا رہی ہے، تبرکات نکالے اور صاف کئے جا رہے ہیں، پھر چاندرات کو تعزیے خانے سجتے ہیں، ایک حجرہ سج جاتا ہے اور گھر کے اس حصے میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ واقعی یہاں پر کوئی موجود ہے جس سے پورے گھر میں رونق اور چہل پہل پائی جاتی ہے، باقاعدہ مہمان داری ہو رہی ہے، حالانکہ امام حسینؑ کی مہمان داری نہیں ہو رہی ہے بلکہ مہمان داریاں ہوتی ہیں حسینیوں کی، فائدہ پوری قومیت کو پہنچ رہا ہے، اور یہ احساس بھی ذہنوں میں جگہ رکھتا ہے کہ مہمان کا کیا احترام کیا جاتا ہے؟ اس ہی میں شعروادب کی خدمت بھی ہوتی ہے، کہ مرثیہ وسوز خوانی ہو رہی ہے، ذاکری ہو رہی ہے پھر اس کی مختلف شاخیں یعنی زبان و بیان پر اثر انداز ہوتی ہے، اندازِ گفتگو پر اثر انداز ہو رہی ہے، علمِ مجلسی پہ اثر انداز ہو رہی ہے، انہوں نے دو قسم کے آداب دیئے ہیں ایک جو مجلسی آداب ہیں، دوسرے علمی و شعروادب۔

آدابِ استقبالِ محرم:

نیا کپڑا نہ پہننا، نئی چیز نہ خریدنا، مکان نہ بنانا، چاندرات سے قبل محرم کی تیاری میں یہی باتیں ہوتی ہیں کہ محرم کے لئے خصوصاً نیا کپڑا اگر خریدنا مقصود ہے تو کم از کم چھ سات مہینے پہلے خرید کر پہن کر پرانا کرنا چاہیئے، ہونا یہ چاہیئے کہ پرانے کپڑوں کو ہی

Presented by www.ziaraat.com

محرم سے قبل رنگوالیا جائے تاکہ نئے بھی نہ رہیں اور کالے کپڑے بھی پہنے جاسکیں۔ پرانے لوگ اس معاملے میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ دس دن پان یا تو کھاتے ہی نہیں تھے اور یا پھر ناریل ڈال کر کھاتے تھے تاکہ منہ لال نہ ہو یہ سب محبت کا اظہار ہے، کوئی بنائے ہوئے اصول نہیں ہیں، تو اب یہ جو محرم سے قبل خصوصاً نئے کالے کپڑے بنائے جاتے ہیں یہ غلط ہے کیوں کہ ہم یہ سنتے تھے کہ بھئی نئے کپڑے محرم میں کیسے پہنے جاسکتے ہیں؟ کہ امام حسینؑ کو کفن بھی نہیں ملا، یا یہ کہ کالے جوتے نہیں پہننے کیوں کہ جب حسینؑ کو شمر نے قتل کیا تو کالا جوتا پہنے تھا، بھئی شطرنج نہیں کھیلنا کیوں کہ جب امام حسینؑ کا سر دربار میں آیا تو یزید شطرنج کھیل رہا تھا، اس عمل اور اس فکر سے ظالم کی سیرت اور برائت کا اظہار اور بُری اُن چیزوں سے نفرت امام حسینؑ سے محبت کا اظہار ہے۔

نیازیں کرنا، تبرک تقسیم کرنا، شبِ عاشور چراغ جلانا وغیرہ جیسے اعمال کو معیوب نہیں سمجھنا چاہیئے کیوں کہ یہ سب کسی چیز کو قائم رکھنے، سکھانے اور بتانے کے طریقے ہیں، اس میں خرچ پر کوئی بحث نہیں قائم کرنی چاہیے، ہاتھ نہیں روکنا چاہئے کیوں کہ امام حسینؑ کے لئے پیسہ خرچ کرنا کیا مطلب رکھتا ہے، کون امام حسینؑ جن کے لئے اللہ نے فرمایا کہ "اس کے خون کا انتقام سوا میرے کوئی نہیں لے سکتا اور اسی لئے میں نے اپنا نام منتقم رکھا ہے" یہ اتنی بڑی قربانی ہے کہ جس کی قیمت سوا اللہ کے کسی کو نہیں معلوم۔ اسی طرح یہ باتیں کہ فلاں ذاکر نے اتنا لے لیا تو یہ سب بیکار باتیں ہیں، دینے والے کو تو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ "شاہ است حسین، بادشاہ است حسین" تو حسینؑ کے ذکر کی کیا قیمت ہوگی۔

آدابِ سجاوٹ برائے علم، تابوت و تعزیہ:

علم کا پٹکا، پھریرا، پنجہ کس نقشے کا ہونا چاہیے؟ کس طرح کا ہونا چاہئے؟ یہ اپنی

Presented by www.ziaraat.com

ثقافت وتہذیبوں کے حوالے سے ہوتا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نمائندہ کس کا ہے؟ اس میں بھی یہ نہ ہو کہ سجاوٹ Symbols ٹوٹنے نہ پائیں یعنی رنگوں اور طریقہ کار جس سے کہ آپ highlight کر رہے ہوں، یعنی اصل میں پھریرے اور پٹکے سے بھی تو کچھ اظہار ہوتا ہے نا۔ پھر اس میں لٹکی ہوئی مشک یہ ایک علیحدہ کہانی بتاتی ہے تو یہ سب چیزیں علم کے آداب میں آتی ہیں۔

آدابِ شبِ عاشور:

شبِ عاشور کے لئے آداب ہیں کہ عزا خانوں میں جائیں اور ائمہ نے اس پر بہت زور دیا ہے کہ آپ کی صورت وشکل عزادار کی ہو، لباس سے یہ ظاہر نہ ہو کہ آپ کوئی عید منا رہے ہیں بلکہ یہ لگے کہ سوگ میں ہیں اور تہذیبی اعتبار سے یہ کہ ہندوستان میں لوگ فرش پر لیٹتے تھے، مسہری اور پلنگوں پر دس دن نہیں لیٹا جاتا تھا، ننگے پاؤں رہتے تھے، خصوصاً عاشور کے روز تو سر برہنہ و پابرہنہ، ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ جلوسوں میں کوئی شخص جوتا یا چپل پہنے ہو۔

فاقہ:

عاشور کے دن کا فاقہ ائمہ کی طرف سے ہے کہ آپ فاقہ کریں، پانی نہ پئیں، ہندوستان میں اب بھی عاشور کے دن سبیلیں نہیں لگتیں، یہاں الٹا حساب ہے کہ عاشور کے دن شربت پلائے جاتے ہیں، شیر مال بانٹے جاتے ہیں، یہ سب آدابِ عزاداری کے خلاف ہے، غلط بات ہے یہ نہیں ہونا چاہئے، جو بھی نذر نیاز ہوتی ہے وہ سات محرم سے شبِ عاشور تک رہتی ہے، عاشور کے دن نہیں رہتی اور یہ کہ عاشور کے دن ہر قسم کے گھریلو معاملات، کاروباری و دنیاوی تمام کام موقوف کر دینے چاہئیں، حضرت جعفر

Presented by www.ziaraat.com

صادقؑ کا ارشاد ہے کہ "جو بھی ایسا کرے گا کہ عاشور کے دن اگر کوئی دنیا کا کام کرے گا تو اللہ اس کام میں خیر و برکت نہیں دے گا۔

عاشور کے دن سلام کرنا:

عاشور کے دن سلام کرنا اور جواب دینا حرام ہے، ہاتھ ملانا، مصافحہ کرنا، مسکرانا، کسی کو دیکھ کر خیر سگالی کے جملے ادا کرنا، بلکہ جو بھی ذکر کرے تو اس میں حوالہ امام حسینؑ ہی رہنے چاہئیں ہیں، ادبی گفتگو کرنی ہے تو انیسؔ، دبیرؔ، یا دیگر شعرا کے رثائی کلام پر بات کی جائے۔ عاشور کے دن امام کا ارشاد یہ ہے کہ ہر مومن جب دوسرے مومن سے ملے تو دیکھ کر رو دے اور اس طرح دوسرے کو تعزیت دے، ایک دوسرے کو گلے لگ کر امام حسینؑ کی تعزیت دی جائے۔ ہم نے اپنے بچپن میں دیکھا ہے کہ جب مرثیہ پڑھتے ہوئے نکلتے تھے تو سب ایک دوسرے سے لپٹ کر روتے تھے اس سے اور رقت ہوتی تھی۔

آدابِ ذکر:

دس دن کے محرم میں تاریخیں مقرر ہیں کہ کس تاریخ کو کیا پڑھنا ہے، یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ ہم اس دس دن میں ایک بڑے تفصیلی واقعے کو نہیں بیان کر سکتے تھے اس لئے اس میں منزلیں مقرر کر لی جاتی ہیں، اس طرح ایک کمنٹری بھی ہو گئی اور نسل کی سمجھ میں پورا واقعہ بھی آ گیا کہ کیوں ہوا؟ کون اس کا ذمہ دار تھا؟ وقت کا ظالم بادشاہ کون تھا؟ کس کی وجہ سے حسینؑ نے گھر چھوڑا؟ یہ سب بیان کیا جاتا ہے، کہیں سلام، کہیں رباعی میں کہیں تقریر میں یہ سب بتلایا جاتا ہے کہ یوں مدینے سے نکلے پھر مکے اور پھر کربلا پہنچے، وہاں خیام لگے، پھر واقعات کی ترتیب، دس دنوں کو اس طرح تقسیم کیا جاتا

Presented by www.ziaraat.com

ہے کہ شہداء انصار اور اصحاب کا ذکر ابتدائی دنوں میں کریں گے، پھر چھ تاریخ سے شہدائے بنی ہاشمؑ کا ذکر کریں گے جس میں حضرت علی اصغر، علی اکبرؑ، جنابِ قاسم ۷ تاریخ کو، حضرت عباس ۸ تاریخ کو تو اس میں بے ادبی یہ ہو جاتی ہے کہ مثلاً یہ کہ آپ نے پہلی محرم کو حضرت قاسمؑ کا حال پڑھ دیا تو اس سے یہ ہوگا کہ ترتیب بگڑ جائے گی اور تاثر ختم ہو جائے گا، اس کی پابندی کرنا چاہئے کہ تاریخ کے لحاظ سے بیاض کھلنی چاہئے اور ترتیب کے انتظار اور تجسس کو بالترتیب بڑھایا جاتا ہے کہ ۸ تاریخ کو ہی حاضری کرنی ہے، ترتیب بگڑنے کے سبب ہوگا یہ کہ عاشور کے دن جو ذکر کرنا ہوگا وہ نہیں کیا جا سکے گا۔

یوں تو پورے سال بھی مجالس جاری رہتی ہیں جس میں مسائلِ زندگی پر بات کی جاتی ہے لیکن محرم کے دس دن کوشش کی جانی چاہئے کہ صرف اور صرف امام حسینؑ اور کربلا کے واقعات کا ابلاغ کیا جائے، محرم سے مربوط رہ کر گفتگو کی جائے، ترتیب کی اہمیت یہاں بھی محسوس کی جاسکتی ہے کہ حج کی ترتیب میں اگر آپ کوئی فرق کرلیں تو حج نہیں ہوگا، ہر رکن کی اپنی ترتیب اور وقت ہے اس کا خیال رکھنا چاہئے، مثلاً قربانی تو احرام کھولنے کے بعد کرنی ہے اگر پہلی ذی الحج کو کردی تو بیکار ہو جائے گی، شریعت اور دین بھی اس کی اجازت نہیں دیتے یعنی آداب کے اندر رہنا ہے، کہتے ہیں سنت میں کوئی پابندی نہیں لیکن یہ غلط ہے سنت میں بھی پابندی ہوتی ہے۔

پہلی محرم کو مدینے سے رخصت، یعنی جنابِ صغراؑ، ام البنین، نانا کے روضے، ماں کے مزار سے رخصتیں، سفر کی صعوبتیں، کربلا میں داخلہ تک بحث رکھنی چاہئے۔

دوسری و تیسری محرم کو خیموں کا لگنا، خیموں کا ہٹنا اور پھر حضرتِ مسلمؑ اور حضرت مسلم کے بچوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چوتھی محرم کو حضرت حبیب ابنِ مظاہر کا ذکر کیا جاتا ہے، اس سے اصحاب کے ذکر کی نمائندگی ہوتی ہے، پھر حر کی آمد ہے۔ پانچویں محرم سے

Presented by www.ziaraat.com

حضرت علی اکبرؑ، چھ کو حضرت علی اصغر، سات کو حضرت قاسم، آٹھ کو حضرت عباسؑ، ۹ حضرت امام حسین کی خیمے سے رخصتِ آخر، اور جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے، جہاں ۹ کو ہی عشرہ ختم ہوتا ہے وہاں شہادت پڑھی جاتی ہے، ۱۰ کو خاص امام حسینؑ کی شہادت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کوشش کی جانی چاہیئے کہ سارے واقعات پڑھنے سے بہتر ہوتا ہے کہ صرف ان واقعات و روایات پر زیادہ توجہ دی جائے جن سے تاثر بحال رکھا جاسکے، یا پھر دیگر واقعات میں ذاکر کی علمیت و خطابت کو دخل ہوتا ہے کہ وہ اپنی گفتگو کو پُراثر بنا کر رکھے کیوں کہ عاشورۂ محرم کے دوران رقت اور گریہ کا تاثر بہر حال برقرار رکھنا چاہیئے۔ (اخبار ''ندائے حق'' کراچی۔ ۳۰ ذی الحج ۱۴۲۴ھ مطابق ۴ مارچ ۲۰۰۳ء)

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

(اخبار ''ندائے حق'' کراچی۔ رمضان ایڈیشن، ۲۲ نومبر ۲۰۰۲ء)

خصوصی گفتگو..........محمد عباس نقوی

شہادتِ مولا علیؑ

کے موقع پر علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی زبانی تاریخی حقائق

صبحِ ضربت و صبحِ شہادت کی زیارات و مجالس کی ابتدا و اثرات

سوال ❁ عزاداری کی ابتدا کے حوالے سے کچھ فرمایئے؟

عزاداری کی مرکزی شخصیت صرف امام حسینؑ ہیں اور یہ لفظ ''صرف'' اس لئے کہہ رہا ہوں کیوں کہ غم کا تاثر، یا غم پیدا ہوا ہی واقعہ کربلا سے ہے اور امام حسینؑ ہی کے حوالے سے تمام زیارتیں وجود میں آئیں علم، تابوت، ذوالجناح، مجلس، سوئم، چہلم، سب کچھ امام حسین کے گرد ہے، ان کے غم کے وجود کے بعد جو کچھ بھی اس میں ایجاد ہوا، عرب، ایران، ہندوستان، پاکستان یا دوسرے ممالک میں سب کچھ امام حسینؑ ہی کے حوالے سے ہوا، کسی بھی امام یا نبی کے غم کا کوئی وجود یا تصورِ غم حسینؑ سے قبل کسی قوم کے پاس نہیں تھا، حد یہ ہے کہ یہودی جو قدیم ترین قوم ہے لیکن ان کے یہاں بھی کسی نبی کی یادگار نہیں منائی جاتی تھی، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے غم میں رونے دھونے کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا جو بعد میں ختم ہو گیا، لہٰذہ امام حسینؑ کے حوالے سے واقعہ کربلا

Presented by www.ziaraat.com

میں جو غم انگیزی ہے اس ہی سے غم کی تمام شاخیں پھوٹتی نظر آتی ہیں، اب جو انبیاء، آئمہ، اولیاء یا خاص و عام میں غم کا تصور ہے تو وہ صرف امام حسینؑ سے ہی ہے۔ حالانکہ ایک فرقہ ''واقفیہ'' مسلمانوں میں ہی ایسا وجود میں آیا تھا جس نے کہا کہ امام حسینؑ حضرت عیسیٰؑ کی طرح زندہ ہو گئے، لیکن آئمہ نے بار بار اس کی تردید کر کے اسے ناقص قرار دے دیا، یوں غم حسینؑ زندہ ہے۔

سوال ۞ اصل فلسفۂ غم ہے کیا؟

دیکھئے، اماموں کا غم جو منایا جا رہا ہے وہ شہادت کے حوالے سے منایا جا رہا ہے، ہمارا عقیدہ ہے کہ رسولؐ سے لے کر گیارہویں امام تک سب کسی نہ کسی طور سے شہید ہوئے ہیں، اگر یہ اپنی طبعی موت پاتے تو غم کا تصور نہیں ابھرتا لیکن چونکہ زہر سے شہادتیں ہیں، تلوار سے شہادت ہے تو غم انگیزی تو آ گئی، حالانکہ مسلمان تو اپنے رسولؐ کا یوم وفات بھی نہیں مناتے کیوں کہ تاریخی اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ رسولؐ اللہ کا انتقال طبعی ہوا ہے، صرف شیعوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اقدس کو زہر دے کر شہید کیا گیا اور ۲۸ صفر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یومِ وفات مناتے ہیں، لیکن چونکہ پورے عالمِ اسلام میں یہ بات متفقہ طور پر تسلیم نہیں کی جاتی لہٰذہ شیعہ حضرات بھی اخلاقی طور پر فتنہ و فساد سے بچنے کی خاطر رسول کا یومِ وفات اس قدر پبلسٹی اور پروپیگنڈے کے ساتھ نہیں مناتے، حالانکہ اگر مسلمان ساتھ دے دیتے اور کہتے کہ ہاں جی ہم بھی رسول کی وفات کا یوم منائیں گے تو ہو سکتا ہے کہ شیعہ رسول اللہ کا یوم بھی اسی طریقے سے مناتے جیسا علیؑ و حسینؑ کے غم منائے جاتے ہیں۔

سوال ۞ زیارتوں کے حوالے سے بات کریں گے کہ آخر ہر جلوس میں تابوت کا کیا فلسفہ ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

دیکھو تابوت اٹھانا تو یہ ہے کہ ''جس کا جنازہ نہ اٹھا ہو'' لہٰذہ آج تابوت اٹھا کر اس حسرت کو تاریخی اعتبار سے پورا کیا جائے، امام حسینؑ کے تابوت تک تو یہ فلسفہ پورا اترتا ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن آئمہ کے جنازے اٹھے ہیں تو ان کے تابوت اٹھائے جائیں یا نہیں؟ وہاں دراصل تاریخی اعتبار سے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ جیسے امام حسنؑ کا جنازہ تو اٹھایا گیا لیکن اس میں ایک مقام پر Tragedy آ گئی جب نانا کی قبر سے لوٹایا گیا اور اس پر مزید ظلم یہ ہوا کہ تیروں کی بارش کی گئی، تو گویا ''مظلومیت پر مظلومیت'' اس سے ایک تمثیل پیدا ہوگئی اور جواز پیدا ہوگیا تابوت کا، چوتھے، پانچویں، چھٹے امام تک تو جنازے اٹھائے جاتے رہے لیکن ساتویں امام ایک بار پھر مظلومیت کی نشانی ہوئے کہ جنازہ اٹھانے والا کوئی نہ تھا، امام رضاؑ کا جنازہ بیشک شاہی اعتبار سے اٹھایا گیا لیکن گھر والے دور تھے تو یوں ساتویں اور آٹھویں امام کی شہادتیں بھی غم انگیز ہو جاتی ہیں اور تابوت اٹھتا ہے، حضرت علی علیہ السلام کا جنازہ مظلومیت کی نشانی تو نہیں تھا کیوں کہ جنازے اٹھانے والے بیٹے موجود تھے، خلیفۂ وقت کی حیثیت سے انتقال ہوا تھا، پوری قوم، سلطنت، سپاہی، فوج سب ہی موجود تھے لیکن دوسرے جانب بے دردی سے قتل اور اس پر حضرت علی کی وصیت کہ خاموشی سے جنازہ رات کی تاریکی میں دفن کر دو اور وہ یوں کہ بنی امیہ قبر کھودتے اور لاش کی بے حرمتی کرتے لہٰذہ یہاں پھر غم انگیزی کا جواز پیدا ہوگیا، کہ سب کچھ ہونے کے باوجود جنازہ مظلومیت سے اٹھانا پڑا اس لئے اعلانیہ تابوت نکالا جاتا ہے۔

سوال ۞ حضرت علیؑ کا غم پہلی بار کب اور کس تحریک پر منایا گیا؟

امام حسینؑ کی شہادت کے نتیجے میں پیدا ہونے والی غم انگیزی اور غم منانے کی روایت سے ہی ہر امام کی شہادت منانے کے تصور و خواہش نے جنم لیا، ورنہ اگر آپ

Presented by www.ziaraat.com

امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی زندگی میں ڈھونڈنا چاہیں کہ ''کیا حضرت علیؑ کا یوم یا غم منایا گیا؟ تو آپ کو نہیں ملے گا، اس لئے کہ یومِ علیؑ، مجلس یا جلوس کی شکل میں کبھی نہیں منایا گیا، لہٰذہ حضرت علیؑ کا غم ۲۱ رمضان کے حوالے سے سب سے پہلے اودھ، ہندوستان سے شروع ہوا اور پھر یہیں سے یہ غم ایران اور پھر عراق و نجف کی طرف پھیلا، اس سلسلے میں ہندوستان کے بادشاہ نصیر الدین حیدر نے یوم علیؑ سب سے پہلے منانے کی خواہش ظاہر کی اس دور کے علماء و مجتہد سے مشورہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ یوم علی منایا جاسکتا ہے لہٰذہ ''یومِ علی'' کی بنیاد مذہبی تو نہیں بلکہ ثقافتی و تہذیبی اعتبار سے منایا جانے لگا۔ اولاً اس غم یعنی ۱۸ رمضان سے ۲۱ رمضان تک کو ''بست یکم'' یعنی ''۲۱ تاریخ'' کی مجلسیں کہلاتی تھیں، یعنی ۲۱ کی مجالس انہیں ''شبیں'' بھی کہا جاتا تھا اور آج بھی کہا جاتا ہے۔ الغرض بادشاہوں کے یہاں جیسا ہوتا ہے کہ ہر چیز کو انتہائی تفصیل اور اہتمام سے انجام دیا جاتا ہے تو اس تابوت کا بھی تفصیلی اہتمام کیا گیا، باقاعدہ غسل و کفن کا ماحول تیار کیا گیا اور پھر تابوت برآمد کیا گیا، یہ میں ڈیڑھ سو سال قبل کی بات کر رہا ہوں، یہ تابوت یہاں سے شروع ہوا اور پھر اٹھتا رہا، ۱۸۵۷ کے بعد جب کہ ریاستیں لٹ گئیں اور انگریزوں کے بعد عزاداری کو سہارا ملا اور عزاداری کی دوبارہ تاریخ شروع ہوئی، وہ شاہی دور کی شان ختم ہوگئی اور لٹے پٹے، اجڑے عوام کے نگروں سے عزاداری شروع کی گئی، آہستہ آہستہ اس کا رنگ واپس آیا اور ساتھ ہی اس میں جدید علوم، ترقی پسند افکار شامل ہوتے گئے۔ اس لحاظ سے لکھنؤ میں یوں تو لاتعداد تابوت برآمد ہوتے تھے لیکن دو تابوت بہت زیادہ مشہور تھے ایک ۱۹ رمضان کی صبح کا تابوت اور ایک ۲۱ رمضان کی صبح کا تابوت۔

صبحِ ضربت:

۱۹ رمضان کی زیارت گلیم ہوتا تھا، یہ لفظ گلیم روایت سے لیا گیا ہے کہ جب مولا علیؑ

Presented by www.ziaraat.com

کو ضربت لگی تو انہوں نے اس کے بعد اپنے بیٹوں سے کہا کہ ایک گلیم لاؤ اور اس میں لپیٹ کر مجھے گھر لے چلو، گلیم کہتے ہیں گرم کمبل کو، اب چونکہ ۱۹ کی صبح کی شبیہ منائی جاتی ہے لہٰذہ یہ تصور رہتا ہے کہ کہ ابھی مولا زندہ ہیں، زخمی ہیں اور ۲۱ کی صبح کو شہید ہو جائیں گے، تب ان کا تابوت اٹھایا جائے گا، یہ گلیم چونکہ تابوت تو ہے نہیں لہٰذہ اسے کاندھوں پر اٹھانے کے بجائے بازوؤں سے نیچے رکھ کر اٹھایا جاتا ہے اور اس موقع یعنی ضربت کی صبح کو "صبح ضربت" کہا جاتا ہے۔ لکھنؤ میں تمام آئمہ کے روضوں کی شبیہ موجود ہیں کاظمین، خراسان، عسکریین، کربلا، حضرت عباس کے روضے کی شبیہ، جناب سکینہؑ و شہزادی زینبؑ کے روضے کی شبیہ وغیرہ، اسی طرح مسجد کوفہ کی نقل بھی لکھنؤ میں موجود ہے، اس مسجد میں سرکار ناصر الملت اعلیٰ اللہ مقامہٗ رمضان میں ظہرین کے بعد تفسیر بیان فرماتے تھے، (یہ میری پیدائش سے قبل کی بات ہے لیکن بزرگوں سے سن رکھا تھا)۔ ۱۹ کی صبح یہیں سے نماز کے بعد محراب میں سجی ہوئی گلیم اٹھائی جاتی تھی، اور نماز ختم ہوتے ہی صدائے جبرئیل "قد قتل امیر المومنین" دہرائی جاتی تھی اور پھر راستے بھر نہ کوئی ماتم ہوتا، نہ کوئی نوحہ ہوتا البتہ وقفہ وقفہ سے یہی صدا دہرائی جاتی، یہ جلوس ایک لمبے روٹ سے ہوتا ہوا پل فرنگی محل پر متقی صاحب کے گھر پر اختتام پذیر ہوتا تھا، ان کے گھر کے قریب گلی میں بہت اونچا سفید پردہ پڑا ہوتا تھا، جیسے ہی یہ گلیم پردہ کے قریب پہنچتا، طاہر جرولی صاحب جو وہاں پہلے سے موجود ہوتے، چوکی پر کھڑے ہو کر روایت پڑھتے کہ جب مولا علیؑ زخمی حالت میں گھر لائے گئے تو گھر کے قریب پہنچ کر امامؑ نے سب کو واپس جانے کو کہا، اس کے ساتھ ہی طاہر جرولی صاحب ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو واپس جانے کو کہتے تھے، الغرض مجمع کچھ چلا بھی جاتا لیکن کئی ایسے بھی ہوتے جو تادیر وہیں کھڑے روتے رہتے، بڑی قیامت کی رقت ہوتی تھی اس

Presented by www.ziaraat.com

وقت وہاں پر، پھر دن بھر وہاں لوگ آ کر زیارت کرتے رہتے۔ حکیم حیدر نواب کے صاحب زادے کاظم نواب صاحب نے پاکستان آنے کے بعد مسلم لیگ کوارٹرز سے یہ گلیم کا تابوت شروع کیا جو ان کے گھر سے اٹھ کر رضویہ آتا تھا، پھر جب میں بعد میں رضویہ سے انچولی آ گیا تو میرے کہنے پر انہوں نے یہ جلوس انچولی سے اٹھانا شروع کر دیا اور شائد ۱۹۸۶ء یا ۱۹۸۷ء میں انچولی سے آغاز کیا گیا، کاظم نواب صاحب کے ایک عزیز چہاردہ معصومینؑ امام بارگاہ کے عقب میں رہتے تھے وہیں تمام رات شب بیداری ہوتی تھی اور اس کے بعد صبح کو ہم خیر العمل آ کر مجلس پڑھتے تھے اس وقت انچولی میں کوئی دوسرا تابوت نہیں ہوتا تھا، لوگوں کو گلیم کے لفظ پر بھی حیرت و استعجاب ہوا، لہٰذہ پہلی مجلس میں میں نے گلیم کی وضاحت کی اور بتایا کہ گلیم کیا ہے؟ شروع میں خیر العمل کی مجلس کے بعد جلوس گلیم برآمد ہو کر کاظم نواب صاحب کے عزیز کے گھر آ کر اختتام پذیر ہوتا تھا، جہاں ایک بار پھر مجلس برپا کی جاتی تھی، شروع میں میں نے دونوں مجالس پڑھیں پھر بعد میں مولانا زہیر عابدی صاحب سے میں نے کہا کہ اب یہ گھر پہنچنے کے بعد کی مجلس آپ پڑھیں، یہ تابوت آج بھی ماشاءاللہ برآمد ہوتا ہے اور شائد جناب خورشید عابد صاحب مجلس سے خطاب کرتے ہیں۔

صبحِ غریباں:

لکھنؤ میں ۲۱ رمضان کی صبح کا ایک ہی تابوت ہوا کرتا تھا جس میں شہر و دیہات کے لوگ شریک ہوتے تھے، بہت مجمع ہوتا تھا، اس تابوت کے بانی تھے حسن مرزا صاحب، ایک امام باڑہ تھا شبیہِ نجف جہاں سے یہ تابوت برآمد ہوتا تھا، یہ تابوت نہایت شاندار سجایا جاتا تھا، سفید چادر پر سفید پھولوں سے سجاوٹ کی جاتی تھی، کئی ہزار چادریں چڑھائی جاتی تھیں، یہ تابوت اس امام بارگاہ میں تین دن رکھا رہتا، اندر کی

Presented by www.ziaraat.com

جانب سے خواتین اور باہر سامنے کی جانب سے مرد حضرات زیارت کو آتے رہتے، ۲۱ رمضان کی شب امام بارگاہ کے سامنے میدان میں قناتیں اور شامیانے لگا دیئے جاتے تھے، لوگ شب ۳ بجے سے ہی آکر یہاں جمع ہونا شروع ہو جاتے تھے، آغاز میں مولانا ابن حسن نونہروی صاحب مرحوم اس مجلس سے خطاب فرماتے تھے بعد میں ہماری جوانی کے دور میں خطیب الایمان، شیر ہندوستان مولانا طاہر جرولی صاحب مجلس پڑھتے تھے، ایک بڑا سا سفید پردہ وہاں پڑا ہوتا تھا جس کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر طاہر جرولی صاحب خطاب فرماتے تھے، تابوت اندر خواتین اٹھا کر مردانے حصے تک لاتی تھیں اور اس عمل میں قریب کوئی گھنٹہ لگ جاتا تھا، جوں ہی تابوت پردے کے قریب آجاتا تھا، خواتین کے گریہ کی آواز تیز ہوتی جاتی تھی، ایسے میں طاہر جرولی صاحب ۱۹ کا حال پھر اس کے بعد ۲۱ کی شہادت پڑھتے تھے اور وہ مولا کے جنازہ اٹھنے کا حال بیان فرماتے تو خواتین سے تابوت مردوں کو منتقل کر دیا جاتا، اس مقام پر رقت شدید ہو جاتی اور پھر تابوت انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتا، یوں سمجھ لیجئے کہ ایسا لگتا کہ تابوت سروں پر تیر رہا ہے، سوائے گریہ کے کچھ نہیں سنائی دیتا، یہ جلوس ایک طویل راستے سے ہوتا ہوا تال کٹورے کی کربلا تک پہنچتا تھا، راستے بھر کوئی نوحہ، کوئی ماتم نہیں کیا جاتا تھا، سب لوگ خاموشی سے جلوس کے ساتھ گریہ کرتے چلتے تھے۔

جیسے ہی کربلا تال کٹورہ ۵۰ قدم رہ جاتی تو قمع کے دستے تابوت کے سامنے آجاتے اور پھر خوب قمع کا ماتم ہوتا، دوسری جانب فوراً سوز خواں و نوحہ خواں حضرات سوز کے انداز میں نوحے شروع کر دیتے، کربلا کے دروازے پر تابوت کو سات بار سلامی دلوائی جاتی اور اس کا طریقہ یہ ہوتا کہ سامنے کی جانب سے تابوت پکڑنے والے حضرات اپنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتے اور اٹھتے تھے، یہ منظر بھی عجیب روحانی اہمیت رکھتا

Presented by www.ziaraat.com

تھا، کربلا کے اندر ایک جگہ ایک بڑا گڑھا ہوتا تھا جہاں اوپر سے چاندنیاں لگادی جاتیں اور جوں ہی تابوت ان چاندنیوں کے نیچے چلا جاتا لوگ انتظار کرتے رہتے پھر دفن کے بعد اچانک یہ چاندنیاں ہٹالی جاتیں تو رقت کا عجیب منظر ہوتا لوگ اپنے آپ کو قبر پر گرادیتے تھے، یہاں سے واپسی پر امام بارہ غفران مآب میں ''صبح غریباں'' کے عنوان سے مجلس ہوا کرتی تھی۔

یہ تمام چیزیں ہم نے دیکھ رکھی تھیں اور یاد تھیں، رضویہ میں بمبئی کے ایک شاعر تھے شیون رضوی جنہیں بمبئی میں ۲۱ کی صبح کا تابوت مغل مسجد سے برآمد ہونا یاد تھا اور وہ چاہتے تھے کہ یہاں سے اس تابوت کا آغاز کریں، انہوں نے اس کا تذکرہ علی ضیاء رضوی سے کیا، وہ انہیں لے کر ہمارے پاس آ گئے یوں اس تابوت کا آغاز کیا گیا، فجر کی نماز کے بعد رضویہ میں مجلس منعقد کی گئی، مسجد میں تابوت سجا کر رکھا گیا تھا، غم خوارانِ عباس نے شب بیداری کا سا اہتمام کر رکھا تھا، صبح کو مجلس ہوئی، فائق بھائی کی سوز خوانی کے بعد ہم نے مجلس پڑھی اور عنوان اس کا تھا ''صبحِ غریباں'' اس مجلس میں کبھی فضائل نہیں پڑھے، یہ تابوت برآمد ہوا اور اس میں علی ضیاء نے نوحے پڑھے بلکہ اس کے لئے پہلی دفعہ ہی انیس پہرسری مرحوم سے خصوصاً مولا علیؑ کے حال کا نوحہ لکھوادیا گیا، جو بہت مقبول ہوا، وہ کچھ یوں تھا کہ :-

آتی ہے گردوں سے یہ پیہم صدا
قتل ہوئے سجدے میں شیرِ خدا

اس طرح اس مجلس کا آغاز بھی ہوگیا کراچی میں پھر اس کے بعد مرکزِ علومِ اسلامیہ کے زیرِ اہتمام ہم نے یہاں انچولی میں ۲۰ ی شب میں تابوت اٹھوانا شروع کیا اس میں علی ضیاء رضوی، فدائے اہلِ بیت، ظفر الایمان، رضائے حسینی، مرتضوی وغیرہ نے

Presented by www.ziaraat.com

شرکت کی ہے اور اب بھی کرتے ہیں۔

ہمارے یہاں اس زیارت کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ ''زیارت کبھی اکیلی نہیں ہوتی'' یعنی اس پر زائرین کا مجمع رہتا ہے اور زیارت کی شان بھی یہی ہے کہ ایک روحانی ماحول تشکیل پا جائے، یہ کہیں بھی ہو سکتا ہے بشرطیکہ گریہ اور رقت کا ماحول برقرار رکھا جائے، ہمارے یہاں تو جوانوں میں پانچ سات ایسے افراد موجود ہیں جن میں نام لوں گا راجو کا، راجو عزاداری میں بہت پرانے ہو چکے ہیں انہیں معلوم ہے کہ گریہ کیسے ہوتا ہے، زیارت کیسے برآمد ہوتی ہے، یا ہمارے یہاں نقی (الذوالفقار) کے بہنوئی زائر صاحب ہیں، حسین بھائی ہیں، اگر یہ لوگ تابوت کے سامنے موجود ہیں تو گریے میں کمی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اثرات:

سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یوں تو ہماری سال بھر کی مجالس میں حضرت علیؑ کے فضائل بیان ہوتے ہیں لیکن ان تین ایام میں ذاکرین خصوصیت کے ساتھ حضرت علیؑ کا ذکر کرتے ہیں، اس دوران اگر کوشش کر کے مولا علیؑ کی زندگی کے پوشیدہ پہلوؤں کو قوم کے سامنے لایا جائے تو اس سے بڑے مسائل حل ہو سکتے ہیں، کیوں کہ صبر، سخاوت، دیانت، سچائی، عبادت، علم، ریاضت، محنت، مزدوری، عدل تمام علوم کا سر چشمہ علیؑ ہی کی ذات ہے۔ اگر ذاکر مکمل مطالعہ کرتا ہے تو تین دن تو بھرپور طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے۔ (اخبار ''ندائے حق'' کراچی۔ رمضان ایڈیشن، ۲۲ نومبر ۲۰۰۲ء)

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

محمد عباس نقوی

ادارۂ مرکزِ علومِ اسلامیہ کا تعارف

مرکزِ علومِ اسلامیہ، کراچی پاکستان کا آغاز 1970ء رضویہ سوسائٹی سے ہوا جب قبلہ ظہیر حسن صاحب لکھنؤ سے اپنے اجداد کے تمام ورثے کو چھوڑ کر پاکستان تشریف لائے لیکن چلتے چلتے وہ لکھنوی تہذیب وروایات کی حامل ایک شخصیت ایسی ضرور ساتھ لائے جس نے اپنے مشاہدے اور حافظے کی بدولت مذہب، ثقافت، ادب، علمیت الغرض لکھنؤ کے تہذیبی وعلمی ورثے کو اپنے اندر سمو رکھا تھا۔ یہ قبلہ ظہیر حسن نقوی صاحب کے دوسرے فرزند ضمیر اختر نقوی تھے، ضمیر صاحب کی گھریلو تربیت انتہائی مذہبی وعلمی انداز میں ہوئی تھی، بچپن سے لکھنؤ کی عزاداری نے انہیں اپنے سحر میں لے رکھا تھا ایسے میں لکھنؤ سے ہجرت اور کراچی آمد نے ان کی شخصیت میں چھپے تخلیقی جواہر کو اور زیادہ اجاگر کیا اور محض 24 برس کی عمر میں اپنی بذلہ سنجیوں اور علمی وادبی محفلوں میں بھرپور نمائندگی کے باعث آپ رضویہ سوسائٹی کے نوجوانوں میں ''ضمیر بھائی'' اور ''بھیا'' کے ناموں سے مقبولیت حاصل کرتے چلے گئے۔ ضمیر اختر نقوی نہ صرف لکھنؤ سے تہذیبی وعلمی ثقافت کا گراں بہا خزانہ ساتھ لائے تھے بلکہ خطابت کے میدان میں بھی ایک نئے انداز کو متعارف کرانا چاہتے تھے، یہ وہ وقت تھا جب کراچی میں عزاداری کا وہ سماں نہیں تھا۔

Presented by www.ziaraat.com

رضویہ سوسائٹی میں اس زمانے میں ماتمی انجمنوں کا فعال ترین ادارہ ''انجمنِ غمخوارانِ عباس'' شمار کیا جاتا تھا اور آج بھی ماشأ اللہ یہ ادارہ اپنی فعالیت اور ماتمی و عزائی حوالوں سے مقبول ترین اداروں میں شمار کیا جاتا ہے اس کے مایہ ناز صاحبِ بیاض سید علی ضیأ رضوی المعروف ''ضیأ بھائی'' اور ضمیر اختر نقوی صاحب کی رفاقت نے مرکزِ علومِ اسلامیہ کو ابتدائی توانائیاں فراہم کیں۔ کوئی آتا ''بھیا'' فلاں جگہ مجلس ہے آپ کو تقریر کرنی ہے..... یہ تیار مگر ساتھ ساتھ مجلس کے تمام لوازمات پر اپنا اثر ضرور ڈالتے جاتے اور وہ اس طرح کہ اگر چہ محرم کے سلسلے کی مجلس ہے تو یہ اس میں با قاعدہ مرثیہ، سوز، سلام، تقریر، ماتم اور پھر زیارات وغیرہ کی برآمدگی تک میں اپنے فیصلے اور رائے ضرور شامل کرتے۔ رفتہ رفتہ ایک بڑا حلقہ ان کا مرید ہوتا گیا، آج بھی انجمن غمخوارانِ عباس کی مثالی شب بیداری میں بڑے بڑے بینر، جن پر رنگ چھڑک کر ایک پر رقت ماحول ترتیب دیا جاتا ہے علامہ صاحب اور ضیأ بھائی وغیرہ کے باہم اہتمام کی نشانی ہیں۔ جو لوگ اب ضیأ بھائی سے امریکہ میں ملاقات کر چکے ہیں وہاں ان کے زیرِ اہتمام تیار کئے گئے امام بارگاہ ''درِ عباس'' میں بھی یہی روایت و شکل دیکھ سکتے ہیں۔

یہ تھی مرکزِ علوم اسلامیہ کی ابتدا جس نے کراچی کی اس وقت کی مقبول ترین انجمن کی گویا تشکیل نو میں نہایت بنیادی کردار ادا کیا۔ جس کے بعد علامہ صاحب اپنے ادارے کے ساتھ انچولی تشریف لے آئے اور یہاں آتے ہی یہاں کے نوجوانوں کو اپنا گرویدہ بنالیا، یہاں ان کے افکار کو عملی جامہ پہنانے میں انجمن رضائے حسینی کو بڑا دخل حاصل رہا اور ایک عرصے تک انجمن رضائے حسینی کے زیرِ اہتمام عشرۂ مجالس و الوداعی شب بیداری سے خطاب میں آخری تین مجالس میں مختار نامے کی انفرادیت و

Presented by www.ziaraat.com

مقبولیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ساتھ ہی ساتھ ۱۱ محرم کی شب کراچی میں مثلِ شامِ غریباں ''یومِ زینبؑ'' کا اہتمام جہاں انجمن رضائے حسینی کے لئے باعثِ فخر ہے وہیں یہ بات بھی کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ اس پروگرام کی ابتدا کے لئے علامہ صاحب کی کیا خدمات رہی ہیں۔

عہدیداران:

اس دوران ضمیر اختر نقوی صاحب کو انچولی کے قائم رضا اور جاوید عباس جعفری صاحب کی معاونت دم بدم حاصل رہی جو تا حال مرکزِ علومِ اسلامیہ کے عہدیداران میں شامل ہیں، دیگر عہدیداران میں جناب پروفیسر ظلِ صادق زیدی صاحب، جناب ڈاکٹر سید ماجد رضا عابدی صاحب اور علامہ سید کمال حیدر رضوی صاحب شامل ہیں اور حسبِ موقع اس ادارے کی سربلندی و کامیابیوں کے لئے شانہ بشانہ کام کرتے نظر آتے ہیں۔

سرپرست حضرات:

یہاں جب عہدیداران کا تذکرہ کیا گیا ہے تو یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ اس ادارے کے سرپرست حضرات میں پیرِ طریقت سید آصف علی شاہ گیلانی، سید آفتاب حسین مدظلہ العالی، میجر مصطفیٰ زیدی، سید ناصر رضا نقوی، سید ظفر جعفری، میجر سید منور جعفری اور سراج الحسن صاحب کے نام نامی شامل ہیں۔

اراکین:

جہاں سرپرست و عہدیداران انتظامی حوالوں سے اپنے اپنے فرائض بخوبی انجام دے رہے ہیں وہیں ہر ادارے کی طرح لاتعداد اراکین بھی ادارے کے ساتھ مجلس،

Presented by www.ziaraat.com

محافل، علمی وادبی کانفرنسوں اور دیگر کاموں میں محبت وخلوص کا نمونہ ہیں ان میں ملک و بیرونِ ملک کی کوئی تخصیص نہیں کیوں کہ اس ادارے کی شاخیں نہ صرف ملک بلکہ ملک سے باہر امریکہ، کینیڈا، یورپ وغیرہ میں بھی پھل پھول رہی ہیں۔ان اراکین میں سید وزیر حسین نقوی، سید وزیر حسن زیدی، سید تنویر اختر نقوی (لندن)، سید محسن اختر نقوی (امریکہ)، سید ممتاز حسین زیدی، مولانا سید مبارک حسین رضوی، ڈاکٹر جعفر محسن، سید کاشف نقوی، سید ساجد رضا عابدی، جناب جعفر زیدی، ندیم شبلی ایڈوکیٹ (فیصل آباد) سید علی حیدر غازی (لاہور)، سید مصطفےٰ حسن زیدی، حبیب حسن، یوسف کاظمی ایڈوکیٹ (لاہور)، سید اسد جعفری، سید ظلِ ثقلین، سید ظلِ رضا، سید حسین رضا رضوی، سید عباس رضا رضوی، علی محسن (مون)، سید مدثر حیدر رضوی، اسد نقوی، سید انیس کاظمی، کیپٹن سید ظفر کاظمی، علی صغیر عابدی، عامر صغیر عابدی، زوّار حسین نقوی (منّو)، سید شبیر بخاری (لاہور)، رائے کاظم حسین (لاہور)، زوار حسین شاہ بخاری (لاہور)، نیر حسن (لاہور) شامل ہیں۔

یہاں مزید کسی تبصرے سے قبل ہم اس ادارے کے منشور پر بات کرتے چلیں تاکہ ادارے کی حاصل کردہ کامیابیوں اور کارناموں کو منشور کے تناظر میں دیکھا جاسکے۔

منشور واغراض ومقاصد:

☆ قوم میں معصومینؑ کی ولادت وشہادت کی تاریخوں کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔

☆ حیاتِ معصومینؑ سے افرادِ ملت میں آگاہی پیدا کرنا۔

☆ تہذیبِ مجلسی کا احیأ

☆ کتب کے مطالعہ کا شعور پیدا کرنا

☆ برسوں سے زیرِ التوأ اور تشنہ تحریر موضوعات پر کتب کی تصنیف وتالیف،

Presented by www.ziaraat.com

ترجمہ واشاعت

☆ ملت میں ذاکرین کے وقار کی بحالی

☆ مدحِ آلِ محمد کا فروغ

☆ عزاداری کا عزائی اقدار کے ساتھ انعقاد

☆ قومِ سے غربت وافلاس کے خاتمہ کے لئے اقدامات

ہم ذیل میں ان احداف کو نظر میں رکھتے ہوئے مختصراً ذکر کرتے چلیں گے تا کہ جہاں جہاں کوئی تشنگی رہتی ہو وہاں قوم کے مفادات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مزید بہتری کی گنجائش پیدا کی جا سکے۔

قوم میں معصومینؑ کی ولادت وشہادت کی تاریخوں کی اہمیت اجاگر کرنا:

کراچی شہریوں تو عزائی حوالوں سے پہلے ہی سے مالا مال رہا ہے لیکن اس سلسلے میں ابتدا میں محرم کے سوا دو مہینوں اور رمضان کے علاوہ معصومینؑ کی شہادت وولادت پر مجالس ومحافل کا سلسلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ ایسے میں مرکزِ علومِ اسلامیہ کا دم غنیمت ہے جس کے پلیٹ فارم سے ہر سوگ اور خوشی کے مواقع پر مجالس ومحافل کا انعقاد عمل میں لایا جاتا ہے اور ماشاءاللہ آج شہر بھر میں اس روایت کو رواج حاصل ہو چکا ہے۔

شہزادی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے سے مجالس کے سلسلے کا آغاز اس سلسلے کی بنیادی کڑی ہے جو قریب عرصہ 20 برس سے جاری ہے اور امسال بھی ماہِ جمادی الثانی میں امام بارگاہِ چہاردہ معصومینؑ میں مرکزِ علومِ اسلامیہ کے زیرِ اہتمام پانچ روزہ مجالس کا سلسلہ جاری رکھا گیا ہے، جس کی آخری مجلس کے اختتام پر تعزیتی علم مبارک برآمد کیا جاتا ہے، علمی تقاریر ومجالس کے سلسلے ہی کی بدولت نوجوانوں کو اپنے مذہب و شخصیات کا ادراک ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اسی ضمن میں رمضان المبارک میں مجالسِ تفسیرِ قرآن کی 30 مجالس کا سلسلہ بھی قدر کی نگاہ سے دیکھنے کے قابل ہے جو قریب 20 برس سے جاری وساری ہے اور امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، آلِ عبا گلبرگ اور اب امام بارگاہِ چہاردہ معصومین میں منعقد کیا جاتا رہا ہے۔ سالِ گذشتہ سے علامہ صاحب کے شاگرد رشید جناب ماجد رضا عابدی صاحب ان مجالس سے خطاب فرما رہے ہیں۔

حیاتِ معصومینؑ سے افرادِ ملت میں آگاہی پیدا کرنا

اس ضمن میں جشنِ ابوطالب، جشنِ مولودِ کعبہ، جشنِ سرکارِ رسالت مآب، جشنِ ظہور شہزادیٔ کونین، جشنِ امام حسنؑ، جشنِ امام حسینؑ اور جشنِ صاحب العصر والزمان کے علاوہ یومِ خدیجۃ الکبریٰ، یومِ فاطمہ بنتِ اسد، یوم زید شہید، یومِ شہید ثالث سرِ فہرست ہیں جس میں ہر دور کے معروف و معتبر شعرأ کرام بشمول محترم سخن فتحپوری صاحب، کلیم آلِ عبا جناب شاہد نقوی صاحب، سبطِ حسن انجم (مرحوم) معجز جونپوری (مرحوم)، سردار نقوی (مرحوم) امید فاضلی صاحب، آباد محمد زائر نقوی صاحب، شاداں دہلوی صاحب، وفا کانپوری صاحب، کوثر نقوی صاحب، محبّ فاضلی صاحب، ذیشان حیدر ذیشان صاحب اور جلی امروہوی اپنے منتخب کلام مرحمت فرما چکے ہیں۔ اس محفل میں صاحبِ صدر کو بطورِ نذرانہ 1000 روپے اور شریک شعرأ کو 500 روپے پیش کئے جاتے ہیں۔ جناب پروفیسر سردار نقوی، جناب سرفراز ابدؔ، جناب گوہرؔ جارچوی، جناب پروفیسر ظلِّ صادق، جناب آلِ محمد رزمیؔ، جناب آصف رضا، جناب ماجد رضا عابدی مرثیۂ نوتصنیف پیش کر چکے ہیں۔ مرثیۂ نوتصنیف پر شاعر کو پانچ ہزار روپے پیش کئے جاتے ہیں جس سے محفل کے ساتھ ساتھ ذاکرین و شعرأ کی مقام و منزلت کا اقبال بھی ثابت ہے۔ اسی ضمن میں مرثیہ تحت اللفظ کی مجالس کا

Presented by www.ziaraat.com

انعقاد بھی شامل ہے خاص طور پر 9 ذی الحجہ شہادتِ جناب مسلمؑ اور 28 رجب کو سفرِ امام حسینؑ کے سلسلے کی مجالس میں جناب سبطِ حسن انجم صاحب بھی مرثیہ تحت اللفظ پیش فرما چکے ہیں۔

تہذیبِ مجلسی کا احیاء

مرکزِ علومِ اسلامیہ کے زیرِ اہتمام مجالس و محافل اس لحاظ سے بھی منفرد و بامقصد خیال کی جاتی ہیں کیوں کہ ان میں مجلسی تہذیب کو اس کی درست شکل میں رواج دیا جاتا ہے، چونکہ شہر بھر کے علما، ذاکرین، صاحبانِ بیاض اور شعراٗ حضرات سامعین کی فہرست میں نظر آجاتے ہیں لہٰذا یہاں مجلسی تہذیب کی پاسداری نہایت اہمیت کی حامل ہے، سامعین کو مجالس کے ذریعے ایک مخصوص ادبی و علمی فضا مہیا کی جاتی ہے جس میں ظلِ صادق صاحب زیبِ منبر ہوں یا ڈاکٹر ماجد رضا عابدی یا خود علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب، اصول سب کے لئے یکساں ہیں، اگر ضمیر صاحب محفل کے دوران پوری توجہ کے ساتھ شاعر یا ذاکر کو سماعت فرما سکتے ہیں تو آخر دیگر سامعین کیوں نہیں اس روایت کو آگے بڑھائیں گے؟ لہٰذہ کسی سامع کی جانب سے کسی کوتاہی پر مجلس کے بعد علامہ صاحب بذاتِ خود موصوف کو یاد کر کے اصلاح فرماتے ہیں جو اپنی مثال آپ ہے۔

کتب کے مطالعے کا شعور پیدا کرنا اور برسوں سے زیرِ التواٗ و تشنہ موضوعات پر کتب کی تصنیف و تالیف، ترجمہ و اشاعت

شہر بھر کی قومی، مذہبی اور ادبی حلقوں کے رہنمایان و سامعین کا مرکزِ علومِ اسلامیہ کے صدر دفتر یا علامہ صاحب کے دولت کدے پر تشریف آوری کا سلسلہ صبح 7 بجے سے شب 2 بجے تک جاری رہتا ہے، ان تمام حضرات کے ذوقِ مطالعہ کے مطابق

Presented by www.ziaraat.com

علامہ صاحب کے وسیع کتب خانے میں کچھ نہ کچھ ایسا ضرور مل جاتا ہے جو انہیں کتب کی جانب راغب کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے، خود راقم ان کے اس کرم کا گواہ ہے اور لاتعداد کتب مستعار لے کر پڑھ چکا ہے، جبکہ کئی کتب ایسی بھی ہیں جو انہوں نے شوق کو دیکھتے ہوئے خود عنایت فرما دیں۔

مرکزِ علومِ اسلامیہ کے تحت اب تک ''شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ''، خاندانِ میر انیس کے نامور شعرائ، میر انیس کی شاعری میں رنگوں کا استعمال، حضرتِ جعفرِ طیار، معجزہ اور قرآن، اردو غزل اور کربلا، حریمِ عقل، شرف الدین شاہ ولایت اور پاکستان میں مارشل لائی حکومتیں، جیسی اعلیٰ و مختلف موضوعات پر مبنی کتب کی اشاعت ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اس ادارے کا اعزاز ہے کہ اس کے تحت شائع ہونے والی کتب میں ''شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ'' اور ''اردو غزل اور کربلا'' کے عنوان سے ادب اور مذہب کے دونوں کناروں کو یکجا کیا گیا ہے جو ایک قابلِ قدر کارنامہ اور نایاب تخلیق ہے۔

قوم سے غربت وافلاس کے خاتمہ کے لئے اقدامات:

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں ہر جگہ، ہر ملک میں غربت و افلاس وہ دیوہیکل طاقتیں ہیں جن کا مقابلہ محض حکومتی سطح پر نہیں کیا جا سکتا اسی لئے دنیا بھر میں مختلف تنظیمیں اور ادارے عوام کی فلاح و بہبود کی غرض سے عوام کی مدد کے لئے مختلف پروگرام اور پیکج فراہم کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں کراچی میں بھی لاتعداد تنظیمیں ان ہی مقاصد کے تحت وجود میں لائی گئیں لیکن........خیر جانے دو کوئی بات نہیں

البتہ مرکزِ علومِ اسلامیہ قابلِ تعریف ہے جو کسی شور شرابے اور تعریف و پبلسٹی کے بغیر نادار و مجبور گھرانوں کی بچیوں کی شادی کے موقع پر حتیٰ الامکان مدد فراہم کرتے

Presented by www.ziaraat.com

ہیں،، نادار طلبہ کے تعلیمی اخراجات اور مذہبی اعتبار سے تقریباً 45 افراد کو ادارے کے خرچے پر زیارات بھی کرا چکے ہیں۔

آخر میں ہم خدائے بزرگ و برتر سے دعا گو ہیں کہ شہزادیٔ کونین کے صدقے میں مرکزِ علوم اسلامیہ اور اس سے منسلک تمام افراد خصوصاً علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب، قائم رضا نقوی صاحب، ڈاکٹر ماجد رضا عابدی صاحب اور کمال حیدر صاحبان کی توفیقات اور ہمتوں میں اضافہ فرمائیں تاکہ یہ با مقصد ادارہ اپنے عزائی و علمی مقاصد میں ہر لمحہ کامیابی و کامرانی حاصل کر سکے۔ خدا کوئی غم نہ دے سوائے غمِ حسینؑ کے۔

❁❁❁

Presented by www.ziaraat.com

ہفتہ وار "سُرخی" لکھنؤ جلد چہارم شمارہ نمبر ۱۶۵ ..... ۵ مئی ۱۹۸۱ء

سعید حسنین عابدی (لکھنؤ)

رپورٹ

لکھنؤ۔ دبستانِ مرثیہ خوانی لکھنؤ کی جانب سے بتاریخ ۵ اپریل ۱۹۸۱ء بروز یکشنبہ بوقت ۸ بجے شب اندرون روضۂ فاطمین رستم نگر لکھنؤ خطیب ایمان، ضیغم پاکستان، اختر ادب عالی جناب سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب کے اعزاز میں ایک استقبالیہ جلسہ زیر صدارت عالی جناب سید خورشید حسن صاحب ایڈووکیٹ (مرثیہ خوان) منعقد ہوا۔ جس میں ہزاروں مومنین نے شرکت فرمائی۔

دبستان مرثیہ خوانی کے بانی و مدرس عالی جناب سیّد حیدر نواب صاحب جعفری نے جناب ضمیر اختر صاحب کی گل پوشی فرمائی۔

جلسے کا آغاز قاری سید محمد جعفر صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ اس کے بعد عالی جناب سعید حسنین صاحب عابدی نے ضمیر اختر نقوی صاحب کے اعزاز میں استقبالیہ تقریر کی۔

بعدہٗ جناب شرفؔ لکھنوی، جناب تاثیرؔ لکھنوی، جناب نیّرؔ مجیدی، اور جناب ساغرؔ

Presented by www.ziaraat.com

لکھنوی نے اپنے مخصوص انداز میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش فرمایا۔

اس کے بعد دبستانِ مرثیہ خوانی کے طلاب یعنی مہدی مرثیہ خواں جن میں سب سے کمسن محسن سعید عابدی سلمہ، جناب اعجاز رضا صاحب رضوی اور سب سے زیادہ کبیر السن شاگرد جناب مرزا فرزند علی عرف ننھے آغا صاحب نے رونق افروز منبر ہوکر رباعیات اور مرثیے کے چند بند حاصل شدہ خوانندگی کے مظاہرے کے ساتھ پیش فرمائے۔

اس کے بعد عالی جناب ضمیر اختر صاحب نے اپنے تاثرات اور تحقیقات کا اظہار اپنی خوش بیانیوں کے ساتھ فرمایا۔ موصوف نے تاریخ مرثیہ نگاری و مرثیہ خوانی پر اچھی روشنی ڈالی اور اس صنف ذاکری کی عظمتیں بیان کیں۔

حاضرین جلسہ انتہائی محظوظ ہوئے سب کے علم و معلومات میں اضافہ ہوا۔ روضۂ فاطمین ایک بقۂ نور بنا ہوا تھا اور مومنین کو اپنے وسیع دامن میں سمیٹے ہوئے باران نور کر رہا تھا۔ رہ رہ کر روضۂ اقدس نعرۂ صلوٰت اور صدائے داد و تحسین سے گونج رہا تھا۔

جلسے کا اختتام ۱۲ بجے شب میں بحسن و خوبی موصوف کی ضیافت کے بعد ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

مطبوعہ روزنامہ ''قومی آواز'' لکھنؤ ۲۵ فروری ۱۹۸۴ء

''جوشؔ نے اردو شاعری کی بے نمکی کو ختم کر دیا''

ضمیر اختر نقوی کا بیان

ملیح آباد میں شاعر انقلاب کو خراج عقیدت پیش کیا گیا

ملیح آباد۔ ۲۲ فروری۔ آج یہاں شاعر انقلاب جوشؔ ملیح آبادی مرحوم کی دوسری برسی کے موقع پر ادیبوں، شاعروں، کویوں، سائنس دانوں اور دانش وروں نے جوش ملیح آبادی کو جذباتی انداز میں خراج عقیدت پیش کیا۔

لوک آیکت جسٹس مرتضیٰ حسین کی صدارت میں ''جوش کے کلام میں ہندوستان کی خوشبو'' موضوع پر سیمینار میں شریک مہمانوں کا استقبال کرتے ہوئے ناول نگار مائل ملیح آبادی نے کہا کہ جوشؔ صاحب مذہبوں، فرقوں قوموں، نسلوں اور وطنوں میں بٹے ہوئے انسانوں کو انسانی وحدت کی شکل میں دیکھنا چاہتے تھے۔

جوشؔ ملیح آبادی کی قلمی تصویر کی نقاب کشائی کرتے ہوئے وزیر مملکت حافظ محمد صدیق نے کہا کہ میرے لیے یہ اعزاز کیا کم ہے کہ مجھ جیسا آدمی جوشؔ ایسی عظیم

Presented by www.ziaraat.com

شخصیت کی تصویر کی نقاب کشائی کی رسم ادا کر رہا ہے۔

سیمینار کا افتتاح کرتے ہوئے اتر پردیش ہندی سنستھان کے چیئر مین ڈاکٹر شیو منگل سنگھ سمن نے کہا کہ میں ملیح آباد اس لیے نہیں آیا ہوں کہ سیمینار کا افتتاح کروں بلکہ میں تو اس عظیم انقلابی شاعر کی دھرتی کو ماتھے سے لگانے آیا ہوں جس نے شمع آزادی کی لو تیز کرنے کے لیے اپنی نظموں کو خون سے سینچ کر ہم تک پہونچایا ہے۔

اس موقع پر وزیر مملکت مسٹر محمد امین انصاری نے شکوہ کیا کہ جوشؔ کے قصبے میں لڑکیوں کا ہائی اسکول نہیں ہے۔ انھوں نے یقین دلایا کہ اگر ملیح آباد کے لوگ جوشؔ لائبریری اور ہائی اسکول کے لیے مہم شروع کریں گے تو میں بھرپور تعاون دوں گا۔

لکھنؤ یونی ورسٹی کے لکچرر ڈاکٹر انیس اشفاق نے کہا کہ اردو شاعری میں جوشؔ نے جس متنوع اور رنگا رنگ انداز سے الفاظ کا استعمال کیا ہے وہ نظیر اکبر آبادی کے یہاں بھی دیکھنے کو نہیں ملتا۔

پاکستان سے آئے ہوئے مہمان ناقد ضمیر اختر نقوی نے لفظ ''ملیح'' کی وضاحت میں انیسؔ کے اشعار کا سہارا لے کر کہا کہ ''جوشؔ ملیح آبادی نے اردو شاعری کی بے نمکی کو ختم کر دیا۔''

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

شعبۂ فارسی کے ریڈر ڈاکٹر نیر مسعود نے جوشؔ کے کلام میں ہندوستان کی خوشبو کی نشاندہی کی اور ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد نے اپنی تقریر میں جوشؔ کو رومانی شاعر قرار دیا۔

مسٹر بھیکا لال، ایم ایل اے نے کہا کہ میں نے ملیح آبا کے عظیم عوامی اور دردمند دلوں کے شاعر جوشؔ کا پیغام عوام کے دلوں تک پہونچانے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔

سیمینار کے صدر لوک ایکست مسٹر مرتضیٰ حسین نے اپنی صدارتی تقریر میں جوشؔ کی شخصیت اور شاعری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انھیں عظیم شاعر عوام

Presented by www.ziaraat.com

دوست اور ہندوستان کی مٹی سے جدا نہ ہونے والی شخصیت قرار دیا۔

اس موقع پر شائع شدہ مجلّہ ''جوشستان'' کی رسم اجرا پرنس انجم قدر نے وزیر مملکت مسٹر تیج بہادر گنگوار کو پہلی کاپی پیش کر کے انجام دی۔

نظامت ''جوش یادگار کمیٹی ملیح آباد'' کے جنرل سیکریٹری ڈاکٹر عصمت ملیح آبادی نے کی۔

شب میں پرنس انجم قدر کی صدارت میں ایک مشاعرہ اور کوی سمیلن ہوا جس میں ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد، والی آسی، شاداں بارہ بنکوی، حفیظ سلمانی، رئیس انصاری، آفتاب لکھنوی، راجیش ودروہی، مہیش شریک، پرمیلا بھارتی، ویدبرت باجپئی، تشنہ عالمی، شیدا صدیقی، ظفر شہیدی، للنت کانپوری، شبینہ خان منظر، جاوید ملک زادہ، تپش ملیح آبادی، دلکش ملیح آبادی، رمیش پینکس، نشتر ملیح آبادی، منصور ملیح آبادی اور دیگر شعراء نے کلام سنایا۔

Presented by www.ziaraat.com

مطبوعہ اخبارِ جہاں، ۵ تا ۱۱ جون ۱۹۹۵ء

علی حیدر ملک

کراچی کا ادبی منظر نامہ

میر انیس اکادمی نے سیّد ضمیر اختر نقوی کی کتاب ''شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ'' کے حوالے سے ان کے اعزاز میں ایک تقریب اعتراف و تحسین کا اہتمام کیا۔ آرٹس کونسل میں منعقد ہونے والی اس تقریب کی صدارت سیّد ہاشم رضا نے انجام دی جبکہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری مہمان خصوصی تھے۔ نظامت کا فریضہ سیّد آلِ محمد رزمی نے انجام دیا۔ کارروائی کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا جس کی سعادت کمال حیدر نے حاصل کی۔ اسد جہاں نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدیہ نعت پیش کیا۔

سیّد آلِ محمد رزمی نے تعارفی کلمات میں کہا کہ علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی کی تحریروں میں دو چیزیں متاثر کرتی ہیں۔ روایت سے محبت اور جدیدیت سے رغبت۔

سیّد آصف رضا کے منظوم خراج تحسین کے بعد ماجد رضا عابدی نے اپنے مضمون میں کہا کہ ضمیر صاحب کا حافظہ خداداد حافظہ ہے اور ایسا حافظہ ہزاروں میں کسی ایک کو نصیب ہوتا ہے۔ کوئی بات، کوئی روایت، کوئی دلیل، کوئی بیان ہو ضمیر صاحب کا حافظہ ایک کمپیوٹر کی طرح کام کرتا ہے۔ انھوں نے کبھی اس بات کی پرواہ نہیں کی جو کام اور

Presented by www.ziaraat.com

خدمتیں وہ کر رہے ہیں اس سے کوئی خوش ہوگا یا ناراض یا کسی قسم کے مالی فوائد اس سے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

''شعرائے اردو اور عشق علیؑ'' کا ایک خاص وصف جو اسے ادب کی دوسری تمام کتابوں سے ممتاز و سرفراز کرتا ہے وہ محمد قلی قطب شاہ اور ملا وجہی کے ابواب ہیں۔ ضمیر صاحب کی کتابوں میں ایک تسلسل پایا جاتا ہے۔ ہر کتاب اپنی ماسبق کی ایک نئی کڑی ہوتی ہے۔ ''شعرائے اردو اور عشق علیؑ'' کو موضوع سے ہٹ کر بھی دیکھا جائے تو یہ کتاب اردو شعراء کا بے مثل گراں قدر انسائیکلو پیڈیا ہے۔

ڈاکٹر عالیہ امام نے کہا کہ خرد بیزار اور جہل افروز ماحول میں جہاں تمام اعلیٰ اقدار پامال کی جارہی ہیں وہاں کتاب کے اجرا کی تقریب کیوں منعقد کی جاتی ہے؟ دراصل نفرت کو محبت اور فاصلوں کو قربتوں میں بدلنے کے لیے اس طرح کی تقریبات ضروری ہیں۔ ضمیر اختر ادراک و آگہی کی باڑھ پر آیا ہوا دھارا ہیں۔ وہ اس عہد کے کوہکن ہیں جو نئے تیشے لے کر شیریں کا نیا پیکر تراشنے کے لیے نکل آئے ہیں۔

صاحب کتاب ضمیر اختر نقوی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ حالات سے مجبور ہو کر اپنی تہذیبی اقدار سے بیگانہ نہیں ہو جانا چاہیے۔ میرا خیال ہے کہ بحرانوں، ہنگاموں اور جنگوں کے زمانے میں ادب فروغ پاتا ہے۔ غالب نے لاشیں دیکھ کر غزلیں کہی تھیں۔ میر انیس لکھنؤ کو لٹتے دیکھ رہے تھے۔ میں ہر دور اور ہر حال میں کام کرتا رہا ہوں اور یہ کام آج کے لیے نہیں بلکہ آنے والے زمانے کے لیے کر رہا ہوں۔

نقاش کاظمی نے ''علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی کی ادبی مہم جوئی'' کے زیر عنوان اپنا مضمون پیش کرتے ہوئے کہا کہ ضمیر نقوی کی والدہ نے انھیں سب سے پہلے میر انیس کے اشعار سنائے اور یاد کرائے۔ انھوں نے اب تک ایک سو اٹھارہ کتابیں تصنیف و

Presented by www.ziaraat.com

تالیف کی ہیں۔ان کا طرزِ خطابت جداگانہ ہے۔

سیّد عین الرضا نے کہا کہ ''شعرائے اردو اور عشقِ علیؑ'' میں عربی و فارسی کے اشعار بھی شامل کیے گئے ہیں جس سے ضمیر اختر نقوی کے تبحرِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

رشید حیدر رضوی نے کتاب کے تمام ابواب پر تفصیلی تبصرہ کرتے ہوئے آخر میں کہا کہ اردو فارسی عربی شعرا جن کے منقبتِ علیؑ میں کہے ہوئے کلام کے چیدہ چیدہ نمونے اس کتاب میں دیئے گئے ہیں ان کے جمع کرنے میں علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کو جو محنت شاقہ کرنی پڑی ہوگی اس کا اندازہ کرنا ہر ایک کے بس کا نہیں ہے۔

ذیشان حیدر ذیشان کے منظوم خراجِ تحسین کے بعد سیّد ذوالفقار حیدر نقوی نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی کا نام ملک اور بیرونِ ملک خطابت، ادب، تحقیق، تصنیف اور تالیف کے حوالے سے جانا اور پہچانا جاتا ہے ان کی تقریر اور تحریر کا موضوع صرف اہلِ بیتؑ ہیں۔ مجموعی طور پر ان کا کام دیکھ کر لگتا ہے کہ یقیناً انھیں اللہ کی تائید حاصل ہے ورنہ اس دور میں اتنا بڑا کام انسان کے بس میں کہاں؟

پروفیسر محمد رضا کاظمی نے اپنے مضمون میں کہا کہ ضمیر اختر نقوی کی تصانیف ہمیشہ موضوع سے تجاوز کر جاتی ہیں اور یہ ان کے اور ناظرین کے حق میں بہتر ہوا کرتا ہے۔ شعرائے ایران نے صفوی دور سے پہلے اور صفوی دور کے بعد بھی ولائے علیؑ کے جذبہ سے کام لے کر ادب کی کشش انگیزی کا سامان کیا اور ہر معاشرے کی تبدیلی میں یہ جذبہ مثبت اقدار کی نگرانی کرتا رہا ہے۔ ضمیر اختر نقوی نے موجودہ تالیف کو جوش پر تمام کر دیا ہے۔ انھوں نے شعرائے اردو کے تین دائروں کی جانب متوجہ کیا ہے۔ قصیدہ نگار شاعر مثلاً غالبؔ، غزل نگار شعراء مثلاً ذوقؔ اور مرثیہ نگار شعرا مثلاً انیسؔ۔

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر سردار نقوی نے کہا کہ ضمیر اختر نقوی کے علمی اور ادبی کارناموں کی تاریخ تقریباً ربع صدی پر پھیلی ہوئی ہے پاکستان میں کلاسیکل مرثیہ کی نشاۃ ثانیہ کی تاریخ میں ضمیر اختر نقوی کا نام سنہری حروف سے رقم کیا جائے گا۔

پروفیسر سحر انصاری نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ضمیر اختر نقوی جیسے لوگوں کی موجودگی میں جہالت کا اندھیرا قائم نہیں رہ سکتا۔ ایک مضطرب روح کا نام ضمیر اختر نقوی ہے۔ ان کی آئیڈیل ادبی شخصیت میر انیسؔ ہیں۔ کربلا اور مرثیہ ان کے خاص موضوعات ہیں۔ ان کی کتابیں تفہیم ادب کے نئے دریچے وا کرتی ہیں۔

مہمان خصوصی ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے کہا کہ جب موضوع بڑا ہوتا ہے گفتگو بھی اعلیٰ معیار کی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ضمیر اختر نقوی کی کتاب ''شعرائے اردو اور عشق علیؑ'' کے حوالے سے جو باتیں ہوئیں اس طرح کی باتیں دوسری کتابوں کی تقریب میں سننے میں نہیں آتیں۔ میں مرثیے اور میر انیسؔ کے حوالے سے ضمیر اختر نقوی، ہلال نقوی اور محمد رضا کاظمی کو اپنے خوابوں کی تعبیر کہا کرتا ہوں۔ انیسؔ، شیکسپیئر اور کالی داس کی صف کے شاعر تھے۔ مرثیہ ادب کی سب سے قدیم صنف ہے کیونکہ حضرت آدمؑ نے سب سے پہلے اپنے بیٹے ہابیل کا مرثیہ کہا تھا۔

تقریب کے صدر سیّد ہاشم رضا نے صدارتی خطبے میں کہا کہ ضمیر اختر نقوی کا طرز تحریر بہت شگفتہ ہے۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''اِن دِنوں'' لکھنؤ ۶ راگست ۱۹۹۷ء

مولانا سیّد محمد ذکی مرحوم کی مجلس برائے ایصالِ ثواب
لکھنؤ کی ایک عظیم الشّان مجلس میں
علامہ ضمیر اختر نقوی کا خطاب

لکھنؤ/۴ اگست/کل ہند شیعہ حسینی فاؤنڈیشن کی جانب سے آیت اللہ العظمیٰ سیّد محمد ذکی صاحب قبلہ طاب ثراہ اور آیت اللہ العظمیٰ سیّد محمد روحانی صاحب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے امام باڑہ اکرام اللہ خاں نخاس میں مجلس عزا کا انعقاد کیا گیا جس میں ضیغم پاکستان علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب نے خطاب فرمایا۔ قبل مجلس پاکستان سے آئے ہوئے مہمان شاعر جناب ڈاکٹر ماجد رضا صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں صاحبان تطہیر کی منظوم مدح فرمائی اور انور رائے بریلوی و اعجاز زیدی صاحب نے منظوم نذرانہ عقیدت پیش فرمایا۔

اس موقع پر بانیٔ ادارہ و صدر حسینی فنڈ مولانا مرزا ممتاز علی صاحب نے حسینی فاؤنڈیشن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہمارے ادارہ کو ابتدا سے ہی علماء کرام اور ذاکرین کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ اور ہماری قومی زندگی کا آغاز نجم الملت کی ڈیوڑھی سے تاج العلما مولانا سیّد حمید الحسن صاحب قبلہ کی سرپرستی میں ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

ضیغم پاکستان علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب نے مولانا سید حمید الحسن صاحب، مولانا سید کلب صادق، مولانا مرزا محمد اطہر صاحب، مولانا سیّد محمد تقی صاحب، مولانا سیّد تنویر صاحب، مولانا قائم مہدی بارہ بنکوی، مولانا سیّد زاہد احمد صاحب، مولانا مرزا محمد اشفاق صاحب، مولانا سیّد علی متقی زیدی، مولانا سیّد حسن متقی زیدی، مولانا ظہیر احمد افتخاری، مولانا سیّد ابو افتخار صاحب، مولانا عنبر علی، مولانا مرزا اعجاز عباس، مولانا مرزا یعسوب عباس، مولانا باقر صاحب، مولانا علی حسین صاحب، جناب مسعود حسین زیدی عرف منن صاحب، ہادی نواب صاحب، عاقل نواب صاحب و دیگر علما کرام، ذاکرین، عمائدین ملت، ماتمی انجمنوں، قومی اداروں سے رابطہ اراکین اور ہزاروں افراد کی موجودگی میں فرمایا کہ لکھنؤ کی تہذیب و ثقافت امام باڑوں اور عزاداری امام حسینؑ سے جڑی ہے جس سے اردو زبان نے وابستہ رہ کر علما کرام، ذاکرین عظام اور شعراء اہل بیتؑ کے بعد پوری دنیا میں فروغ حاصل کیا۔ بعد مجلس مولانا سیّد حمید الحسن صاحب کو تعزیت پیش کیا۔

❁❁❁

Presented by www.ziaraat.com

مطبوعہ روز نامہ ''قومی آواز'' لکھنؤ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۷ء

تاریخی یادگاروں کے تحفظ پر ضمیر اختر نقوی کا زور

مزارِ میر انیسؔ کی زبوں حالی پر افسوس

لکھنؤ ۱۲ ستمبر۔ مسٹر تقی زید پوری نے اطلاع دی ہے کہ روضۂ کاظمین میں ادارہ تحفظ عزا برائے تنظیم انجمن ہائے ماتمی لکھنؤ کے زیرِ اہتمام برائے ایصالِ ثواب آیت اللہ سیّد محمد روحانی و آیت اللہ سیّد محمد ذکی آل نجم العلماء اور جاں نذر کنندگانِ جلوس ہائے عزا محمد عباس عرف ببو و یوسف بھوپالی و عشرت الطاف عرف گڈو ۶ ستمبر سے ۱۰ ستمبر تک روزانہ ۸ بجے شب اول تلاوت کلام پاک سیّد ہلال کرہانی سے آغاز ہوا۔ منظوم نذرانہ عقیدت ناصر لکھنوی، احسن سعید عابدی ان مجالس ترحیم کا سلسلہ جاری رہا۔ پاکستان سے آئے ہوئے نامور خطیب وادیب ضیغم پاکستان ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے مجالس کو تحفظ عزا کے عنوان سے مخاطب کیا۔ ماقبل پاکستان سے آئے ہوئے نوجوان شاعر مقالہ نگار ڈاکٹر سیّد ماجد رضا عابدی نے اپنے خوبصورت انداز میں بارگاہ معصومین میں منظوم نذرانہ

Presented by www.ziaraat.com

عقیدت پیش کیا۔

علامہ ضمیر اختر نقوی نے تحفظ عزا کے ذیل میں کہا کہ لکھنؤ صدیوں سے شیعیت عزاداری کا مرکز رہا ہے۔ اودھ کی گنگا جمنی تہذیب پوری دنیا میں لکھنؤ کی وجہ سے مشہور ہے۔ انھوں نے کہا کہ آنسو تحفظ عزا کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں کیونکہ ہر وہ تحریک جو مظلومیت کی بنیاد پر قائم کی جائے وہ ہر دل پر اثر کرتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ امام حسینؑ پر رونا شہزادیٔ کونین حضرت فاطمہؑ زہرا کی تمنا ہے اور ملت شیعہ کسی فتوے سے مغلوب ہو کر عزادری اور اپنے تہذیبی عناصر کو ترک نہیں کر سکتے۔

انھوں نے کہا کہ لکھنؤ کی تاریخی عمارتوں منجملہ روضہ ہائے موجودہ مخدوش ہونا شروع ہو گئے تو لکھنؤ کی طرف نہ تو دنیا کے ادیب اور نہ سیاح رخ کریں گے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ لکھنؤ کی تہذیب اور اس کی ان تاریخی عمارتوں کا تحفظ کیا جائے۔

انھوں نے کہا کہ افسوس کا مقام ہے کہ شاعر معظم میر انیسؔ کی جن کی وجہ سے آج لکھنؤ اور سرزمین اودھ پوری دنیا میں پہچانا جا رہا ہے اور آج جو خطابت چل رہی ہے وہ میر انیسؔ کے مرثیے کا نقش دوئم ہے لیکن اس ناخدائے تہذیب لکھنؤ کے مزار کا یہ حال ہے کہ وہاں پر بدقماش تاش کھیلتے ہیں اور پورے مزار پر پان کی پیکیں۔ بکری کی غلاظت بھری ہوتی ہے جنگلے ٹوٹتے چلے جا رہے ہیں لیکن کوئی پرسان حال نہیں۔ مغربی دنیا کا یہ حال ہے کہ وہ اپنے ادیبوں اور شاعروں کی یادگاریں محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میر انیسؔ کا کلام ایک معجزہ ہے دنیا کے کسی شاعر کے کلام میں یہ جدّت نہیں کہ اس کے یہاں دنیا کا ہر علم جس میں نفسیات، اخلاقیات، علم کلام، علم بیان، علم نجوم، علم اعداد، علم زبان و بیان، سائنس، جغرافیہ، حیاتیات، حیوانیات، نباتات

Presented by www.ziaraat.com

معاشیات، معاشری علم، عمرانیات، سیاسیات غرض کہ ہر علم موجود ہو چنانچہ لندن کے شعبۂ لسانیات کے صدر ڈاکٹر ڈیوڈ میتھیوز نے میر انیسؔ کے معرکۂ آراء مرثیے کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ مرثیہ (جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے) ہندو شعراء کلام میر انیسؔ کا روزانہ مطالعہ کرتے تھے اردو کے اس عہد کے بڑے ادیب جن میں علی جواد زیدی، شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر نیر مسعودؔ جیسے زعماء میر انیسؔ کے عاشق زار ہیں۔

انھوں نے کہا کہ قرآن کو سیکھنے کے لیے عربی پڑھنا لازمی ہے اہل بیتؑ اور امام حسینؑ کو سمجھنے کے لئے اردو پڑھنا لازمی ہے علامہ ضمیر اختر سے پہلے روزانہ شاعر پاکستان ڈاکٹر ماجد رضا عابدی جو کیمسٹری میں پی ایچ ڈی ہیں انھونے بارگاہ اہل بیتؑ میں بے مثل کلام پیش کیا۔ ستمبر ۱۹۹۷ء کو ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے ''جنگ خندق'' کے عنوان سے نو تصنیف مرثیہ پیش کیا۔ اس مرثیہ میں انھوں نے دنیا کی مختلف زبانوں میں حضرت علیؑ کے نام بھی نظم کیے ہیں۔

ادارہ تحفظ عزا اور نمائندگان جملہ انجمن ہائے ماتمی لکھنؤ علما اساتذہ، مدارسِ دینیہ، طلاب علوم امامیہ اور جملہ برادر ایمانی نے بالخصوص حیدر نواب جعفری، نصیر رضا رضوی، نیر مسعود، مجرب لکھنوی، پروفیسر علی امام، زوار حسین اور شعرا مسلسل پانچ یوم تک شریک مجلس ہوئے۔ ادارے نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے۔ ان مجالس کی خصوصیت یہ رہی کہ قرب وجوار کی بستیوں سے بھی مؤمنین وخواتین آئیں۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "صحافت" لکھنؤ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۷ء

صدارتی اعزاز تعلیمی کارناموں کا کھلے دل سے اعتراف

بزم مرثیہ خوانی کی پروفیسر نیّر مسعود کو مبارکباد

زیرِ صدارت: علاّمہ ضمیر اختر نقوی آف کراچی، پاکستان

لکھنؤ ۱۲ ستمبر۔ بزم مرثیہ خوانی و دبستان مرثیہ خوانی (کاظمین) کی جانب سے ایک جلسہ بر مکان سید نصیر رضا رضوی زیر صدارت علامہ ضمیر اختر نقوی ہوا جس میں شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی کے سابق صدر اور اردو فارسی ادبیات کی ممتاز شخصیت پروفیسر نیر مسعود کی فارسی ادبیات میں بیش بہا تعلیمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے اعزاز دیئے جانے کا خیر مقدم کیا گیا۔ یہ حقیقتاً ملک کی جانب سے ممدوح کے تعلیمی کارناموں کا کھلے دل سے اعتراف ہے۔

ڈاکٹر نیر مسعود نے فارسی اور اردو ادبیات کے مختلف پہلوؤں پر نہایت خاموشی، بلند حوصلگی کے ساتھ جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں انھیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے جو فارسی اردو کی خدمت کی ہے اور حیات انیسؔ کے پروجیکٹ پر جو کام اب تک کیا ہے اور ابھی بھی کر رہے ہیں بلاشبہ اس اعلیٰ اعزاز کے تحقیقی حق دار قرار پانا ان کا حق ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ پروفیسر نیر مسعود کی علمی ترقیوں کے اس پرنور دور میں اہل علم کی قدر و منزلت اور ان کی صلاحیتوں کو خراج تحسین پیش کرنا مکارم اخلاق کا جزءِ اعظم ہے ان کے انوکھے جذبات نے اردو میں با کمال لطافت و ظرافت پیش فرمائی ہیں۔

جناب حیدر نواب جعفری بانیٔ بزم مرثیہ خوانی نے کہا کہ موصوف نے اپنے علمی کارناموں سے ادبی زندگی میں بڑا اونچا مقام حاصل کیا ہے حضرت انیسؔ کا ذکر جہاں بھی آجائے تو ان کی زبان پھول برسانے لگتی ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے مجسم دیوان انیسؔ ہیں اور سننے والے دم بخود رہ جاتے ہیں۔

مسٹر نصیر رضا رضوی جو ایم اے فارسی ہیں ان کے شاگرد رہ چکے ہیں انھوں نے اپنے خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر نیر مسعود کا شمار ایک محقق اور اردو ادب کے ایک عظیم معماری حیثیت سے کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کے ملنے جلنے کے انداز میں شرارت اور تہذیب کے ساتھ انکسار بھی شامل رہتا ہے۔ وہ اتنے سادہ ملنسار خلیق اور محبت کرنے والے ہیں کہ ایک بار مل کر خوشی ہوتی ہے۔ آپ وسیع النظر، ذہین اور صحیح معنوں میں استاد الاساتذہ رہ چکے ہیں۔

اس جلسے میں ڈاکٹر ماجد رضا عابدی (کراچی)، نقی زیدی، ناصر لکھنوی، نواب آغا، احمد عباس، سعید رضوی، آغا عبدالرحیم، نظر لکھنوی، عمار رضوی، آغا عبدالرحیم، نظر لکھنوی، سہیل کمار، سکینہ نے شرکت کی اور اس اعزاز پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ممدوح کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتے ہوئے صدر جمہوریہ کے اس اعزاز کو قابل تحسین قرار دیا گیا۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

مطبوعہ روزنامہ ''صحافت'' لکھنؤ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۷ء

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کو استقبالیہ

ادارہ دبستان مرثیہ خوانی کی جانب سے

لکھنؤ، ۱۳ ستمبر، زیر صدارت سید حیدر نواب صاحب جعفری بانیٔ ادارہ دبستان مرثیہ خوانی بر مکان سید محمد سعید رضوی پروپرائٹر میڈیکل اسٹور بھوانی گنج حکیم احمد حسین لین لکھنؤ میں علامہ سید ضمیر اختر نقوی اور ڈاکٹر سید ماجد رضا عابدی جو کراچی سے تشریف لائے ہیں ان کے اعزاز میں اس نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں سیّد نصیر رضا رضوی نے ان دونوں عالمگیر شخصیتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ضمیر اختر نقوی کا یہ پانچواں دورہ سرزمین لکھنؤ میں ہوا۔ علامہ کی پوری حیات سے تحقیق کے کاموں میں گزری اور ابھی بھی اپنے کام میں منہمک ہیں۔

''خاندان میر انیسؔ کے نامور شعراء'' ایک ہزار صفحات پر مشتمل ایک کتاب شائع ہو چکی ہے۔ ''شعراء اردو اور عشق علی'' ، ''اردو غزل اور کربلا'' ، ''اردو مرثیہ پاکستان میں'' ، ''شہید علمائے حق'' ، ''لکھنؤ کی تہذیب'' ، ''جوش ملیح آبادی کے مرثیے'' پر کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

اس برس ۱۹۹۷ء کو ایک بار پھر آپ اپنے وطن لکھنؤ تشریف لائے اور مختلف مقامات پر حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے بتایا کہ عالی مقام امام حسینؑ نے سرزمین ہند پر کربلا کے میدان سے آنے کو کیوں کہا تھا اس پر واضح انداز میں کہا کہ لکھنؤ وہ سرزمین ہے جس کی بین الاقوامی شہرت عزاداری امام حسینؑ اور لکھنؤ کی

Presented by www.ziaraat.com

تاریخی عمارتوں سے اور بالخصوص شاعر اعظم میر انیسؔ کی عالمی شہرت سے لکھنؤ ایک نمایاں حیثیت سے دنیا میں یاد کیا جاتا ہے۔

آپ نے اپنے لکھنؤ میں قیام کے دوران اپنی تقاریر میں اپیل کرتے ہوئے فرمایا کہ تشدد کا راستہ نہ اختیار کر کے پیار و محبت، امن و آشتی سے اپنے مسائل کا حل مل جل کر اور بیٹھ کر تلاش کریں۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا

شاعر مشرق علامہ اقبالؔ نے کیا خوب شعر کہا ہے۔ اس نشست میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے خانوادہ ناصری کے چشم و چراغ روح الملت مولانا سیّد علی ناصر سعید عبقاتی نے بھی شرکت فرمائی۔ شرکاء میں نقی زیدی، صدر جلسہ سیّد محمد سعید رضوی، نصیر رضا رضوی نے دعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی اور ڈاکٹر سیّد ماجد رضا عابدی سے استدعا کی کہ گئی کہ آئندہ جلد سرزمین ہند پر قدم رنجاں ہو کر ہم سب کو خدمت کا موقع دیں تاکہ ہم لوگ آپ کے ادبی کارناموں سے مستفید ہو سکیں۔

دوسرا استقبالیہ بر مکان سیّد حیدر نواب جعفری، المعاروف انصار احمد زیر صدارت مولانا علی رضوان زید پوری منعقد ہوا جس میں سیّد حیدر نواب جعفری بزم مرثیہ خوانی کے بانی نے مختصر تعارفی تقریر میں علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی اور ڈاکٹر ماجد رضا عابدی کی خدمات پر روشنی ڈالی اور شرکاء جلسہ میں سیّد نصیر رضا رضوی، مولانا سیّد محمد صادق اور مولانا سیّد محمد مجتبیٰ رضوی، سید محمود السلام اور وفاؔ لشکری، اعجاز جعفری، سید وجاہت حسین رضوی، سید رفاقت حسین انصاری نہ شمبھو سہائے سکینہ و دیگر ہر مکتبۂ فکر کے افراد نے شرکت فرمائی۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

مطبوعہ روزنامہ "قومی آواز"، لکھنؤ ۴ استمبر ۱۹۹۷ء

ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کو استقبالیہ

ادارہ دبستان مرثیہ خوانی کی جانب سے

لکھنؤ، ۱۳ استمبر۔ دبستان مرثیہ خوانی کی جانب سے پاکستان سے آئے ہوئے محقق ادیب اور مشہور ڈاکٹر علاّمہ ضمیر اختر اور شاعر ڈاکٹر ماجد رضا عابدی کو جو ڈیڑھ ماہ قبل اپنے وطن لکھنؤ آئے تھے اور جنھوں نے لکھنؤ میں مسلمانوں کے آپسی اتحاد، لکھنؤ کی گنگا جمنی تہذیب اور اہمیت عزاداری اور واقعات کربلا پر یہاں ہزاروں افراد کو متعدد جلسوں میں خطاب کر کے اچھے نقوش چھوڑے ایک پُر اثر استقبالیہ بانی ادارہ سید نواب حیدر جعفری، بر مکان سید محمد سعید رضوی پروپرائٹر بمبئی میڈیکل اسٹور کی قیام گاہ پر دیا گیا۔

دونوں مشہور شخصیتوں پر روشنی ڈالتے ہوئے نصیر رضا صاحب نے کہا کہ ضمیر اختر نقوی کا یہ پانچواں لکھنؤ کا دورہ ہے علاّمہ کی پوری حیات تحقیقی کاموں پر گزری اور ابھی بھی اپنے کام میں منہمک ہیں خاندان میر انیسؔ کے نامور شعراء ایک ہزار صفحات پر مشتمل ایک کتاب شائع ہو چکی ہے۔ شعرا اردو اور عشق علی، اردو غزل اور کربلا، اردو مرثیہ پاکستان میں، شہید علما حق، لکھنؤ کی تہذیب، جوش ملیح آبادی کے مرثیے پر بالخصوص کتابیں شارع عام پر آ چکی ہیں۔ اس سال پھر آپ اپنے وطن لکھنؤ تشریف لائے اور مختلف مقامات پر حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی۔ اور بتایا کہ امام حسینؑ نے سرزمین ہند پر کربلا کے میدان سے آنے کو کیوں کہا تھا اس پر واضح انداز میں روشنی ڈالی۔

اپنے قیام کے دوران علاّمہ ضمیر اختر نے کہا کہ لکھنؤ کی گنگا جمنی تہذیب کو داغ

Presented by www.ziaraat.com

لگا ہے اس سے مجھے بے حد دلی صدمہ پہنچا ہر مذہب وملت کے علماء دانشور،، ادیب خواہ وہ کسی بھی مکتب فکر کا ہو اپیل کرتے ہیں کہ تشدد کا راستہ نہ اختیار کر کے پیار ومحبت اور امن وآشتی سے اپنے مسائل کا حل مل بیٹھ کر تلاش کریں۔

اس محفل میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے خانوادۂ ناصری کے چشم و چراغ مولانا سید علی ناصر عبقاتی نے بھی شرکت کی۔

آخر میں صدر جلسہ سید محمد سعید رضوی ونصیر رضا رضوی نے دعائیہ کلمات سے نوازتے ہوئے علاّمہ ضمیر اختر نقوی اور ڈاکٹر سید ماجد رضا عابدی سے استدعا کی کہ آئندہ پھر سرزمین ہند میں جلد ہی تشریف لائیں۔

دوسرا استقبالیہ برمکان سید حیدر نواب جعفری المعروف انصار احمد (اسی محلّہ میں) زیر صدارت مولانا علی رضوان زید پوری منعقد ہوا جس میں سید حیدر نواب جعفری بزم مرثیہ خوانی کے بانی نے مختصر تعارفی تقریر میں مولانا سیّد ضمیر اختر نقوی اور ڈاکٹر ماجد رضا عابدی کی خدمات پر روشنی ڈالی شرکاء جلسہ میں نقی زید پوری، نصیر رضا رضوی، مولانا سید محمد صادق السلام اور وفا لشکری، اعجاز جعفری، سید وجاہت حسین رضوی، سید رفاقت حسین انصاری، شمبو سہائے سکینہ ودیگر مکتبۂ فکر کے افراد نے شرکت کی جلسے کے اختتام پر فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی کے چیئرمین کا ٹیلی فون موصول ہوا کہ بارہ بنکی میں مصروفیت کے باعث نہ شرکت کرنے کا بے حد افسوس ہے۔

لکھنؤ' ۱۳ ستمبر۔ بزم مرثیہ خوانی (کاظمین) ودبستان مرثیہ خوانی کی جانب سے ایک جلسہ برمکان سیّد نصیر رضا رضوی زیر صدارت ضیغم پاکستان علاّمہ ضمیر اختر نقوی ہوا جس میں شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی کے سابق صدر اور اردو و فارسی ادبیات کی ممتاز شخصیت پروفیسر نیر مسعود کو فارسی ادبیات میں بیش بہا تعلیمی خدمات کا اعتراف کرتے

Presented by www.ziaraat.com

ہوئے صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے اعزاز دیئے جانے کا خیر مقدم کیا گیا۔ یہ حقیقتاً ملک کی جانب سے ممدوح کے تعلیمی کارناموں کا کھلے دل سے اقرار ہے۔

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ پروفیسر نیر مسعود علمی ترقیوں کے اس پرنور دور میں اہل علم کی قدر و منزلت اور ان کی صلاحیتوں کو خراج تحسین پیش کرنا مکارم اخلاق کا جزوِ اعظم ہے۔

ان کے انوکھے جذبات نے اردو میں با کمال لطافت و ظرافت پیش کی ہیں۔ حیدر نواب جعفری بانی بزم مرثیہ خوانی نے کہا کہ موصوف نے اپنے علمی کارناموں سے جو ادبی زندگی میں بڑا اونچا مقام حاصل کیا ہے حضرت انیسؔ کا ذکر جہاں بھی آجائے تو ان کی زبان پھول برسانے لگتی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے مجسم دیوان انیسؔ ہیں اور سننے والے دم بخود رہ جاتے ہیں۔

مسٹر نصیر رضا رضوی جو ایم اے (فارسی) ہیں ان کے شاگرد رہ چکے ہیں انھوں نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر نیر مسعود صاحب ایک عظیم مفکر ایک جلیل القدر محقق اور اردو ادب کے ایک عظیم معمار کی حیثیت سے کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا ان کے ملنے جلنے کے انداز میں شرافت اور تہذیب کے ساتھ انکسار بھی شامل رہتا ہے وہ اتنے سادہ ملنسار، خلیق اور محبت کرنے والے ہیں کہ ایک بار مل کر خوشی ہوتی ہے آپ وسیع النظر ذہین و ذکی اور ہمہ گیر استاد بلکہ صحیح معنوں میں استاد الاساتذہ رہ چکے ہیں۔

جلسے میں ڈاکٹر ماجد رضا عابدی (کراچی) نقی زیدی، ناصر لکھنوی، نواب آغا، احمد عباس، سعید رضوی، ضیا عباس، عباس رضا، عمار رضوی، آغا عبدالرحیم، نظر لکھنوی، سنیل کمار سکسینہ نے شرکت کی اور اس اعزاز پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ممدوح کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کی۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

(روزنامہ ''خبریں'' ملتان ۲۸، اپریل ۲۰۰۳ء)

محمد علی کاظم

ملتان میں علاّمہ ضمیر اختر کی آمد پر توسیعی لیکچر اور محفل مسالمہ

گزشتہ دنوں لکھنؤ سے بنیادی تعلق رکھنے والے اہل قلم نقاد و محقق، خطیب و شاعر علامہ ضمیر اختر ملتان تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں دو بڑی ادبی تقریبات دی گئیں۔ پہلی تقریب میں جس کا اہتمام بہاءالدین زکریا یونیورسٹی سے ملحق ایک پوسٹ گریجویٹ سینٹر میں کیا گیا تھا۔ انہوں نے ''ادب میں دبستانوں کی تشکیل کے بنیادی عوامل وعناصر'' کے موضع پر توسیعی لیکچر دیا۔ دوسری تقریب محفل مسالمہ کی تھی۔

پہلی تقریب میں گورنمنٹ کالج سول لائنز کے پوسٹ گریجویٹ سینٹر کے اساتذہ ادبیات پروفیسر انور جمال، فرمان علی طاہر محمود الحق، امتیاز عاصی، شاہد محمود اور حسن شارق کثیر تعداد میں موجود طلبہ وطالبات کے ہمراہ ان کے خیر مقدم کو موجود تھے علاوہ ازیں علم وادب کے شائقین بھی جوق در جوق کھنچے چلے آئے تھے۔ لیکچر کے آغاز سے پہلے ڈاکٹر شوذب کاظمی نے موضوع کا تعارف کراتے ہوئے واضح کیا کہ ادب میں دبستانوں کی تشکیل تہذیبی وثقافتی اجتماعی کاوشوں کی رہین منت ہوا کرتی ہے جو زندہ و پائندہ عناصر کے ساتھ ارتقائی مراحل سے گزر کر اپنی پہچان پاتی ہے۔ علامہ ضمیر اختر

Presented by www.ziaraat.com

نے توسیعی لیکچر کی تمہید میں ادبیات کے اساتذہ اور طلبہ و طالبات کا شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ ادب میں دبستانوں کی تشکیل و تعمیر ایک دقیق مگر وسیع موضوع ہے۔ عالمی سطح پر اہم علمی و ادبی دبستانوں سے تعلق رکھنے والی نابغہ شخصیات کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور میڈیا کے ادارے ایسی شخصیات کو بہ ہزار وقت تلاش کر کے ان کے علمی و ادبی اور تخلیقی سرمائے کو محفوظ کرتے اور استفادے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی بڑی قوموں کی ترقی کا راز ہے جبکہ ہمارے ہاں علم و ادب سے لگاؤ کا عمل سست ہے۔ اسی لئے ایشیائی قوموں کی رفتارِ ترقی بھی آہستہ ہے۔

علم کی بنیاد زبان پر استوار ہے اور زبان کے بغیر کسی علم کو استعمال میں نہیں لایا جاسکتا۔ اسی لیے دبستانوں میں زبان کی ترویج و ترقی کو مرکزی اہمیت حاصل ہوئی ہے کہ بغیر اس کے کسی شعبے کی تفہیم ممکن نہیں ہوئی۔ زبانوں کا تعلق لسانیات سے ہے جس کے کئی ذیلی شعبے ہیں جن میں اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ مختلف خطوں میں رائج لہجے کس طرح زبانوں کو ترتیب دیتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ مجھے جامعہ کراچی میں ''سنسکرت کے ایشیائی زبانوں پر اثرات'' کے زیرِ عنوان اظہار خیال کے لئے مدعو کیا تو میں نے وہاں اس بات پر زور دیا تھا کہ یورپی قومیں جنگی پیش قدمیوں کے لئے کم و بیش ایک صدی کے ادب و ثقافت کا مطالعہ اپنی عسکری قوتوں کے لیے لازمی سمجھتی ہیں۔ گزشتہ افغانستان پر حملے سے پہلے فوجیوں کو پاک و ہند کی زبانوں خصوصاً اردو اور پشتو کے ادبی و ثقافتی نیز تاریخی ورثے سے مکمل طور پر واقف کرادیا گیا تھا اور اہم شخصیات جنہیں ان خطوں میں اہم کردار ادا کرنا تھا۔ بڑے ادبی مراکز مثلاً لکھنؤ، دہلی، دکن، کراچی، لاہور کے دورے پہلے ہی کرادیئے گئے تھے۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں پابندی ہے کہ عالمی روابط تو درکنار ہمسایہ ممالک کے ورثے سے واقفیت پر قدغن

Presented by www.ziaraat.com

لگائی جاتی ہے اور سوائے اقبال کے کوئی بڑا شاعر پڑھنے کے لیے منع کر دیا جاتا ہے حالانکہ اقبال کے پس منظر میں میر، غالب، انیس، سعدی شیرازی، گرونانک، رام جی وغیرہ کی صورت میں ایک مکمل تاریخ موجود ہے جس کے حوالے خود مفکرِ پاکستان کے ہاں بھی اقرار استفادہ کے ساتھ آتے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ تنگ نظری کے اس رویے سے گریز کر کے کشادہ دلی کے ساتھ ترکی، فارسی، چینی اور ہر ایسی زبان کے مطالعے پر زور دیا جائے جن کا تعلق ہمارے قریبی خطوں سے ہے۔

اپنے توسیعی لیکچر میں علامہ ضمیر اختر نے اس پیغام کو نمایاں کیا کہ ہمیں عالمی ادبیات کا مطالعہ محض اعلیٰ ملازمتوں کے حصول اور مقابلے کے امتحانوں ہی کے لیے ہی نہیں کرنا چاہیے بلکہ مختلف خطوں کے کلچر سے متعلق تمام طلبہ کو بنیاد ہی سے واقفیت دلائی جانی ضروری ہے۔ اگر ہم قدیم تہذیبوں مثلاً یونان، مصر، عراق، نینوا کے ہزاروں برسوں پر محیط کلچر سے واقف رہے ہوتے تو حالیہ عراقی جنگ میں اس خطے سے متعلق معلومات میں اپنے کو تہی دامن نہ پاتے جبکہ حملہ آور قوموں نے یہ واقفیت حملہ آور ہونے سے پہلے ہی حاصل کر لی تھی۔ اس ضمن میں علمی پیشرفت ہوتی رہے تو نئے دبستان وجود میں آنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ ہمارا عالم تو یہ ہے کہ ہم وطن عزیز ہی کے دوسرے خطوں کی رفتارِ ادب کے بارے میں آگاہ نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ قوموں کے آپس کے رابطے بھی دبستانوں کی ترقی میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

تشکیلی عوامل و عناصر کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ضمیر اختر نے بتایا کہ نقشۂ عالم پر انے خطے جہاں حملہ آوروں یا تاجروں کی آمد و رفت کے ساتھ تبدیلیاں آتی رہی ہیں۔ دو سطحوں پر تشکیلی عناصر کے اخذ و قبول کا سلسلہ چلاتے ہیں۔ سب سے پہلے دوسرے خطوں سے آنے والے مقامیوں کو اپنے ادب اور کلچر رسم و رواج کے دائمی

Presented by www.ziaraat.com

زاویوں سے آگاہ کرتے ہیں۔ پھر یہی تبادلہ خیال مقامیوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ نتیجتاً زندہ عوامل تہذیبوں کو جنم دیتے ہیں اور دبستان وجود میں آتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ عارضی سہاروں سے کسی غیر توانا عنصر کو تادیر زندہ نہیں رکھا جاسکتا۔ آج اگر اردو زبان وادب زندہ ہیں تو اس لئے کہ اس زبان میں وہ روح اور توانائی ہے کہ بقول ڈاکٹر میتھیوز انگلستان میں اسے دنیا کی تیسری بڑی زبان تسلیم کیا جاتا ہے۔ اردو آج اپنے مسکن سے نکل کر ترقی کی اعلیٰ تر منازل کو پہنچ چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری قومی زبان نے غربت میں بنا سرپرستی کے ہر فریضہ سرانجام دیا ہے کیونکہ اہل بھارت نے اسے مسلمانوں کی زبان سمجھ کر دیس نکالا دے دیا اور سنسکرت و ہندی کو اپنایا جبکہ خود ہم نے مقامی لہجوں کی جنگ میں اجتماعی زبان کو ہمیشہ معذرت خواہانہ انداز میں قبول کیا۔

گفتگو کو سمیٹتے ہوئے انہوں نے طلبہ و طالبات کے بعض استفسارات کے جواب دیئے۔ بعدازاں محفل مسالمہ بھی ترتیب دی گئی اس کی صدارت ڈاکٹر اسد اریب نے کی۔

(روزنامہ ''خبریں'' ملتان ۲۸، اپریل ۲۰۰۳ء)

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ایکسپریس کراچی ۱۲؍مئی ۲۰۰۲ء

ضیغم زیدی

یادگارِ میر انیسؔ سیمینار

آرٹس کونسل کراچی

موضوع: ''خدائے سخن'' میر ببر علی انیسؔ اور ادبِ عالیہ

پاک عرب لٹریری سوسائٹی۔ پاکستان کی جانب سے، مورخہ ۱۱ اپریل ۲۰۰۲ء بمقام آرٹس کونسل، منظر اکبر ہال میں دوسو سالہ یادگارِ انیسؔ، ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا۔

جسکی صدارت، لیفٹیننٹ جنرل ڈاکٹر سید اظہر احمد وائس چانسلر، بقائی یونیورسٹی نے فرمائی۔

جبکہ مہمانانِ خصوصی: علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی و جناب سید جاوید حسن اور شرکاء میں جناب پروفیسر سحر انصاری، محترمہ ڈاکٹر عالیہ امام، جناب قاسم جلالی، جناب طلعت حسین، جناب ڈاکٹر ماجد رضا اور جناب ضیغم زیدی نے میر انیسؔ کو خراج عقیدت پیش کیا۔

جبکہ نظامت کے فرائض جناب جاوید منظر نے ادا کیئے!

تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

اسکے بعد پاک عرب لٹریری سوسائٹی کے سکریٹری جناب ضیغم زیدی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج کا جلسہ میر ببر علی انیسؔ کی دوسوسالہ یادگار کے موقعہ پر پیش کیا جارہا ہے۔انھوں نے کہا کہ گزشتہ برس بھی میر انیسؔ کے سلسلہ سے ہم نے ایک سیمینار کا انعقاد کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ امسال بھی یادگار انیسؔ کے سلسلہ میں ہم دوسرا جلسہ منعقد کریں گے اور آج ہم اپنا وعدہ پورا کررہے ہیں۔انھوں نے کہا کہ انشاء اللہ اس سال کے آخر میں ہم یوم انیسؔ اور ایک مشاعرہ بیاد انیسؔ بھی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس کے بعد جناب قاسم جلالی نے اپنے خوبصورت لہجے میں میر انیسؔ کے مرثیہ سے انتخاب نذر حاضرین کیا جسے بہت سراہا گیا۔انھوں نے بحیثیت چیرمین ہسٹاریکل ایونٹس سوسائٹی آرٹس کونسل کے حاضرین اور شرکائے محفل کا استقبال کیا اور شکریہ ادا کیا۔

جلسہ گاہ میں شہر کی معروف شخصیتوں نے شرکت کی اور ناظم جلسہ جناب جاوید منظر نے حاضرین میں سے جناب مہدی مسعود کو انیسؔ پر چند کلمات ادا کرنے کی دعوت دی۔جناب مسعود نے سب سے پہلے پاک عرب لٹریری سوسائٹی کے اس اقدام کو سراہا اور فرمایا کہ میر انیسؔ کی شاعری SENSITIVITY سے پُر ہے جو ایک باکمال شاعر ہونے کی دلیل ہے۔انھوں نے کہا کہ میر انیسؔ کی شاعری دل کے پسیجنے کی اہلیت پیدا کرتی ہے اور کربلا ہم کو یہی سبق دیتی ہے۔آخر میں انھوں نے میر انیسؔ کے مختلف اشعار نذر حاضرین کیئے۔

اس کے بعد جاوید منظر نے جناب طلعت حسین کو دعوت دی کہ وہ آکر میر انیسؔ کے مرثیہ سے انتخاب پیش کریں۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب طلعت حسین نے اپنے مخصوص انداز میں مرثیہ میر انیسؔ ''نمک خوان تکلم ہے فصاحت میری'' سے انتخاب پیش کیا اور خوب داد سمیٹی۔

ڈاکٹر عالیہ امام معروف اسکالر، جنہوں نے میر انیسؔ بحیثیت ماہر نفسیات'' ڈاکٹریٹ کیا ہے۔

سب سے پہلے انہوں نے سکریٹری پاک عرب لٹریری سوسائٹی ضیغم زیدی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ۔

جہل، نفرت، تاریکی اور تشدّد کے اس دور میں جہاں سچائی اور امن کے دو بول بولنا مشکل ہیں، جہاں جھوٹ، تشدّد کا پرچار ہو رہا ہو، جہاں فرزندان توحید گلے میں چھریاں لٹکائے گلیوں اور کوچوں میں اُبل پڑے ہوں۔ وہاں میر انیسؔ کی یاد میں ایک عالی شان جلسہ کرنے کا کیا جواز ہوسکتا ہے۔ لیکن تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے جواب ملا کہ جہل کے ریگزار میں ہی علم و محبت کی جوت جگائی جاتی ہے، دہکتے ہوئے انگاروں میں حق اور صداقت کے پھول کھلائے جاسکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ میر انیسؔ کی پوری شاعری سحر ہی سحر ہے، خوشبو ہی خوشبو ہے، روشنی ہی روشنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کی یہ تقریب انیسؔ کے ایک ایک لفظ ایک ایک مصرع کے سچ ہونے کی دلیل ہے۔

انیسؔ کے ماتھے پر آج ایک فاتحانہ تبسّم ہے اسی فاتحانہ تبسّم کو سمیٹنے کیلئے میر انیسؔ کی خدمت میں ہم سب حاضر ہیں۔

میر انیسؔ کی شاعری کے ہزاروں پہلو ہیں۔ اور ہر پہلو میں ایک ابدی تازگی ہے۔ انہوں نے کہا میر انیسؔ کی شاعری کردار کی پاکیزگی کا دوسرا نام ہے۔ آخر میں ڈاکٹر عالیہ امام نے میر انیسؔ کے مرثیہ سے چند بند پیش کئے۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب پروفیسر سحر انصاری نے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے اپنا تازہ مقالہ ''میر انیسؔ کی مرثیہ نگاری میں جدّتیں'' نذر حاضرین کیا۔ انہوں نے کہا کہ میر انیسؔ کے دور تک مرثیہ آتے آتے ایک نئی فضا میں داخل ہوا جسکی صورت اب تک قائم ہے۔ انہوں نے کہا کہ میر انیسؔ کے سر پر شہرت عام اور بقائے دوام مرثیہ گوئی کے ہی سبب سے ہے۔ انہوں نے کہا۔

میر انیسؔ نے مرثیہ گوئی کے ذریعہ رزمیہ شاعری کی بنیاد رکھی۔

جناب سحر انصاری نے اپنا خوبصورت مقالہ پڑھا اور بہت داد وصول کی۔

اسکے بعد محفل کے مہمان خصوصی جناب جاوید حسن تشریف لائے اور انہوں نے سب سے پہلے پاک عرب لٹریری سوسائٹی کے کامیاب پروگراموں پر مبارک باد پیش کی اور میر انیسؔ کی اس خوبصورت محفل کو سراہا۔ اس کے بعد انہوں نے علامہ ضمیر اختر کو خراج تحسین پیش کیا کہ انہوں نے پاکستان میں میر انیسؔ پر سب سے زیادہ کام کیا اور انکی کئی کتابیں منظر عام پر موجود ہیں۔

اسکے بعد انہوں نے کہا کہ اب تک صاحبانِ ادب انیسؔ کو اور مرثیہ کو اردو ادب میں کہاں جگہ دی جائے یہ طے نہیں کر سکے۔ انہوں نے کہا کہ مرثیہ صرف اردو زبان کی پیداوار ہے اور کسی دوسری زبان نے اس طرز پر مرثیہ نہیں پیش کیا۔ یہ اردو ادب میں بہت بڑا اضافہ ہے۔ اردو کے ہر شاعر کو میر انیسؔ کے کان جواہر سے اپنی جھولی بھرنی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ بقول حالیؔ، اگر میر انیسؔ چودھویں صدی ہجری میں ایران میں پیدا ہوئے ہوتے تو وہ ہرگز فردوسیؔ سے کم نہ ہوتے۔ انہوں نے کہا کہ انیسؔ کے بعد اردو کا ہر بڑا شاعر انیسؔ کی پیروی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

آخر میں انہوں نے میر انیسؔ کے مرثیہ سے چند بند پیش کیے جو حاضرین نے بے

Presented by www.ziaraat.com

حد پسند کیے۔

جناب علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے جو آج کی محفل کے مہمان خصوصی تھے ضیغم زیدی کو خوبصورت محفل منعقد کرنے پر مبارکباد پیش کی اور کہا کہ آج کے جلسہ کو آخری جلسہ نہ سمجھ کر شرکت کی جائے بلکہ اسے پہلا جلسہ انکی جانب سے سمجھیں اور اسکے بعد یوم انیسؔ اور مشاعرہ بیاد انیسؔ بھی ترتیب دیا جائیگا۔

انہوں نے کہا کہ انیسؔ کے یہاں اتنے رنگ ہیں کہ مختلف پروگرام ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔

انیسؔ ایک مرثیہ نگار ہی نہیں ہیں بلکہ انکے یہاں غزل بھی ہے رباعی بھی ہے۔ انکے کلام میں ڈرامہ بھی ہے مثنوی بھی ہے، قصیدہ بھی ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ انیسؔ لفظوں کا شاعر ہے۔ زبان سے نکلا ہوا ہر پہلا لفظ انیسؔ کا موضوع ہے۔ انیسؔ ماہر نفسیات ماہر حیوانات اور مشاہدے کا شاعر ہے۔ انہوں نے کہا کہ انیسؔ کے کلام کا کمال ہے کہ اردو میں بغیر انیسؔ کے اردو لغت کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں دہشت گردی انیسؔ سے دوری کا نتیجہ ہے۔

انہوں نے کہا: انیسؔ دل کو نرم بناتا ہے۔ اگر ہمارے جیل خانوں میں انیسؔ کا کلام باقاعدگی سے پڑھایا جائے تو جرائم ختم ہوسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر میر انیسؔ نہ ہوتے تو فطرت اور کائنات کے مناظر ادب میں محفوظ نہ ہوتے۔

آخر میں انہوں نے میر انیسؔ کے مختلف مرثیوں سے اقتباس پیش کیا اور ڈاکٹر ماجد رضا صاحب کو دعوت دی کہ وہ آکر مخصوص ترنم میں میر انیسؔ کے کلام سے اقتباس پیش کریں۔ ڈاکٹر ماجد رضا نے اپنی آواز کا جادو جگایا اور حاضرین محفل سے بہت داد وصول کی۔

Presented by www.ziaraat.com

اسکے بعد محفل کے آخری مقرر جو محفل کے صدر بھی تھے، جناب لیفٹیننٹ جنرل (ر) ڈاکٹر سید اظہر احمد، وائس چانسلر بقائی یونیورسٹی کو زحمت دی گئی۔

انہوں نے کہا کہ پاک عرب لٹریری سوسائٹی اور اسکے اراکین مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ خوبصورت محفل سجائی اور کہا کہ سوسائٹی نے میر انیسؔ کی یادگار قائم کر کے ایک اہم فریضہ ادا کیا۔ انہوں نے میر انیسؔ کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔

انہوں نے کہا اب اس بات کی ضرورت ہے کہ میر انیسؔ کو نصاب تعلیم میں باقاعدہ شامل کیا جائے۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف

جلسہ میں شہر کی معروف شخصیتوں نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ اس طرح یہ ۲۰۰۱ اور ۲۰۰۲ کا بہترین پروگرام تقریباً تین گھنٹے جاری رہا اور آصف اعجاز کے کلمات تشکر پر اختتام پذیر ہوا۔

شرکاءِ محفل:

جناب یاور مہدی، کشور زہرا، سعید بن جعفری، ثمر عباس جعفری، محبوب حسن، ظفر سلطان، محمود جعفری، حسن عابدی، علی حیدر ملک، شاہد کریم، پروفیسر باقر، فاطمہ حسن، شاہد رضا، اقبال مجیدی علامہ زہیر عابدی، موسیٰ عابدی، باقر ظہیر، شجاع عابدی، انوار عزمی، انیس زیدی، اظہر عباس ہاشمی، نسیم حسن امروہوی، صفدر صدیق رضی، نسیم میرٹھی، سرور جاوید، برق زیدی، ظہور مہدی، انیق احمد، نسیم حسن امروہوی، رضا جعفری، عین الرضا۔

Presented by www.ziaraat.com

تعارف: ضیغم رضوی (کرائم نیوز۔ کراچی)

آسمانِ خطابت کے آفتاب

علّامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

ہم ادارے ''کرائم نیوز'' کی جانب سے علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود ہمارے شمارے حسینؑ ایڈیشن میں اپنی تحریر ''عزاداری حسینؑ عصر حاضر کی ضرورت'' کے حوالے سے ہمیں اپنے خیالات سے روشناس کرایا۔

علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی مدظلہ العالی اس وقت آسمان خطابت کے آفتاب ہیں۔

عرصہ چالیس برس سے ڈاکٹر صاحب ذکر حسینؑ کے ذریعے خدمت اہل بیت میں مصروف ہیں۔ علامہ ضمیر اختر نقوی کی خطابت کا اگر جائزہ لیں تو ان کے چالیس برسوں میں مسلسل تنوع، ارتقاء، دور بینی، مستقبل شناسی، عہد شناسی، حالات حاضرہ سے مکمل و مستحکم واقفیت، منبر پر حق بات کہنے کا حوصلہ اور ہمت، وفاع حقوق محمدؐ وآل محمدؑ اور مسلسل منبر پر معجزاتی والہامی خطابت دیکھنے میں آتی ہے۔ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی اپنے عہد میں رہتے ہوئے سو سال آگے کی بات کرتے ہیں۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی بیک وقت ایک کامیاب خطیب بھی ہیں اور ایک مصروف و نامور ادیب بھی ہیں یہ دونوں باتیں کسی ایک شخصیت میں یکجا نہیں ہوتیں اور یہ وصف

Presented by www.ziaraat.com

خداداد ہے۔ان کی خطابت جدید موضوعات یعنی سائنس، طب، فلسفہ، تاریخ اور کمپیوٹر سے متصل ہو کر سفر کرتی ہے۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی مجلس ریکارڈ کر کے جب حروف گنے گئے تو تقریباً ستائس ہزار (۲۷۰۰۰) الفاظ علاّمہ صاحب ایک گھنٹے میں بولتے ہیں جو حیرت انگیز ریکارڈ ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ ضمیر اختر نقوی کی ایک تقریر ایک مکمل ضخیم مقالے کے برابر ہوتی ہے اور اوسطاً ایک تقریر ڈیڑھ گھنٹے کی ہوتی ہے۔اب تک علامہ صاحب کے پانچ ہزار موضوعات پر دس ہزار تقاریر کے آڈیو اور ویڈیو کیسٹ موجود ہیں اور آپ یہ مجالس سن کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علامہ صاحب نے آج تک اپنی کسی مجلس کو دہرایا نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا ریکارڈ ہے جو تاریخ خطابت میں کسی خطیب کے حصے میں نہیں آیا ہے۔

یہاں ہم علاّمہ ضمیر اختر نقوی صاحب سے گفتگو کا ایک اقتباس پیش کر رہے ہیں۔

(ادارہ کرائم نیوز)

❁❁❁

عزاداریٔ حسین عصر حاضر کی ضرورت

آج کے دور میں کسی بھی قوم کی شناخت کا سب سے بڑا ذریعہ اس قوم کی تہذیب اور ثقافت ہے۔آج مذہب کے بارے میں انسان شکوک وشبہات کا شکار ہے۔ ہر مذہب کی اصل تعلیمات مسخ ہو کر رہ گئی ہیں ہر انسان نے اپنا خدا اپنا مذہب اپنی شریعت اور اپنا دین بنایا ہوا ہے سب سے زیادہ ملت مسلمہ افراتفری کا شکار ہے۔

مثلاً روز غدیر کیا ہے، حج کو خطبے کے بعد مقام خم غدیر پر رسول اللہ کیوں رکے یہ مباہلہ کیا ہے؟

Presented by www.ziaraat.com

کربلا کا واقعہ کیوں ہوا؟ حسینؑ نے یزید کی بیعت کیوں نہیں کی؟ باغ فدک کا کیا قصہ ہے؟ یہ چند ایسی باتیں ہیں کہ جن پر غور کرنے سے مسلمان کسی ایک نکتے پر متفق ہوسکتے ہیں۔

آج دنیا کو اگر متاثر کرنا ہے تو ایک ایسی وسیع اور مضبوط تہذیب ترتیب دے کر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگی کہ جس میں ہمہ جہتی بھی ہو خوش خلقی کا درس بھی ہو انسان کی ذہنی آسودگی کی ضروریات کا بھی خیال رکھا گیا ہو۔ جس میں درس امن ہو، جس میں وسعت ہو کہ دنیا کے ہر مذہب کے افراد کے لئے اس میں گنجائش ہو، جس کو قبول کرنے میں انسانی ذہن تامل کا شکار نہ ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کو یہ کام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ تاریخ اسلام کے پاس واقعہ کربلا اور اس کے بعد بننے والی تہذیب عزاداری مستحکم بنیادوں کے ساتھ موجود ہے۔ ضرورت صرف اس دنیا کے سامنے بھرپور انداز میں اس تہذیب کو پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ گو کہ اس وقت کم و بیش دنیا کے ہر ملک میں حسینؑ کی عزاداری ہو رہی ہے اور نہ صرف مسلمان بلکہ دنیا کی ہر قوم بشمول انگریز، ہندو، بدھ، جین، مراٹھے، عیسائی، یہودی حد ہے کہ کمیونسٹ تک حسینؑ کی عزاداری کرتے ہیں اور جس قوم اور جس طبقہ فکر کا جو حصہ ہے وہ حسینؑ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ حسینی عزاداری کی تہذیب وہ تہذیب ہے جس میں کسی کو کافر نہیں کہا جاتا، جس کے دروازے ہر طبقہ فکر اور ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد پر کھلے ہوئے ہیں، جو صرف اور صرف درس امن دیتی ہے۔ جہاں چھوٹا بڑا، امیر غریب، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ سب برابر سے سفید فرش پر بیٹھتے ہیں مجلس سجائی جاتی ہے زمین پر سفید چاندنی بچھائی جاتی ہے ایک تخت رکھا جاتا ہے جس پر تین یا تین سے زیادہ افراد بیٹھ کر سوز سلام اور مرثیہ پڑھتے ہیں۔ ایک منبر رکھا جاتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

جس پر سیاہ غلاف چڑھایا جاتا ہے ویسا ہی سیاہ غلاف جیسا کہ کعبے پر ہے۔ اس منبر پر دو علم سجائے جاتے ہیں۔ علم پر پنجہ ہوتا ہے جو قرآن کی آیت ید اللّٰہ فوق ایدیھم کی یاد دلاتا ہے یعنی اللہ کا ہاتھ ہر ہاتھ سے بلند ہے یہ وہی ہاتھ ہے جو الٰہی نمائندے امام حسینؑ کا ہاتھ ہے یہ بتاتا ہے کہ حسینؑ نے حق کی راہ پر چلتے ہوئے باطل کی بیعت سے اپنے ہاتھ کو بلند رکھا اور دین الٰہی اور پیغام انبیاء کی لاج رکھ لی منبر پر ذاکر بیٹھتا ہے جو واقعات کربلا اور اسلامی اور عالمی تاریخ بیان کرتا ہے۔ گویا فرش عزاء اور تہذیب عزاداری ایک ایسی جامعہ، دانش گاہ، لیکچر روم، مکتب مدرسہ اور اسکول ہے جہاں ہر سطح علمی کا درس دیا جاتا ہے۔

اللہ نے سب کو عقل دی ہے۔ اور عقل دے کر دعوت تعقل بھی دی ہے لہٰذا عقل و شعور استعمال کرتے ہوئے عزاداری حسینؑ کو فروغ دینا چاہئے کیونکہ آج مسلمانوں کے پاس دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے اس سے زیادہ مضبوط کوئی ثقافت نہیں ہے۔ آپ عید اور بقر عید سے دنیا کو متاثر نہیں کر سکتے اسلئے کہ یہ آپ کا مذہب ہے اور ہر قوم مذہب کے معاملے میں اپنے کو صحیح سمجھتی ہے۔ حسینؑ کی عزاداری کا کمال یہ ہے کہ اس میں دین بھی ہے اور تہذیب بھی ہے ثقافت بھی ہے اور تمدن بھی ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو کسی بھی ذہن کو متاثر کرنے کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔

(ماہنامہ ''کرائم نیوز'' کراچی جلد نمبر ۱۱، شمارہ نمبر ۴۔ اپریل ۲۰۰۲ء)

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

بین الاقوامی دولت مشترکہ

(Common wealth) ایوارڈ لندن

جناب سید مولانا سید محمد رضا شبر کی تقریر سے اقتباس

یہ انعام اس شخص کو دیا جاتا ہے جس نے اپنی زندگی کے روز و شب قوم کی ذہنی، سماجی اور اقتصادی بہتری کے لئے وقف کئے ہوں۔ اس قسم کے انعام پانے والے کا قومی و فلاحی کاموں میں عملی طور پر حصہ لینے کا اور ان میں نمایاں کامیابیوں کے حصول کا ایک معتدبہ رکارڈ (Record) ہو۔

انجمن فروغ عزا نے ۱۹۹۹ء کے ایوارڈ (انعام) کے لئے مرکز علوم اسلامیہ سے وابستہ علامہ سید ضمیر اختر نقوی کو منتخب کیا ہے۔

انجمن فروغ عزا نے علاّمہ ضمیر اختر نقوی کے علمی خدمات اور مساعی کو بحیثیت معروف دانشور کے نہایت اہم مقام دیا ہے بالخصوص وہ عمل جو موصوف قوم کی شعوری بہتری کے لئے سرانجام دے رہے ہیں۔ اس سال کے ایوارڈ (انعام) کے ذریعہ انجمن کی یہ تمنا ہے کہ اپنی توجہ علاّمہ ضمیر اختر نقوی کے بنیادی مساعی کی طرف منعطف کی جائے جو ایک ایسی جدوجہد ہے جس کے ذریعہ پر ہدف، غیر محفوظ، منقسم اردو بولنے والی قوم میں اتحاد پیدا کیا جا سکے اور اسے اقتصادی بدحالی سے باہر نکالا جا سکے مزید برآں اس ایواڈ کے ذریعہ اس بات کو بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اپنی توجہ پوری دنیا میں ان لوگوں کی طرف منعطف کرائی جائے جو اس مہم کے ہراول دستے کی حیثیت رکھتے

Presented by www.ziaraat.com

ہیں کہ وہ اپنے راستے اختیار کریں بالخصوص تعلیم کے فروغ کے ذریعہ تاکہ اقتصادی اور سماجی خوشحالی لاسکیں۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی موصوف وہ واحد شخصیت ہیں جو بین الاقوامی سطح پر بحیثیت معروف خطیب، ادیب، محقق اور ایک فلسفی، ایک اعلیٰ علمی، ادبی اور تدریسی شخصیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بلاشبہ موصوف کی وافر تصانیف جو کہ سو (۱۰۰) سے زیادہ کتابوں پر مشتمل ہیں جو موصوف نے تحریر فرمائی ہیں۔ متذکرہ بالا حقیقت کی تصدیق کرتی ہیں۔

علاّمہ موصوف میر انیسؔ پر جو کہ ایک مشہور زمانہ مرثیہ گو ہیں ایک حکم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علاّمہ موصوف کو متعدد بین الاقوامی علمی، ادبی اور تدریسی اداروں کی طرف سے مدعو کیا جاتا رہا ہے بشمول ان کے جو ہندوستان، امریکہ اور برطانیہ میں وقوع پذیر ہیں۔

گو ہم نے کوشش کی ہے کہ قوم کے شعوری خزانے سے کچھ پیمانۂ بصیرت کا حصہ اپنی گرفت میں لاسکیں بالخصوص جو علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے تخلیق فرمایا ہے۔ البتہ ہم مناسب طور پر انھیں وہ نذرانۂ عقیدت پیش کرنے میں ناکام ہوئے ہیں جس کے موصوف حقدار ہیں اور ہم اپنی اس تقصیر پر موصوف سے معافی کے خواستگار ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

ہفت روزہ ''نیشن'' لندن ۲۸ جولائی تا ۳؍اگست ۲۰۰۰ء

رپورٹ: ڈاکٹر تسنیم زیدی

''وہ شام جس پہ سحر کا گماں ہوتا تھا''

''نہ صرف علم و ادب کے مقتدر حضرات برطانیہ کے ہر شہر سے آئے تھے بلکہ پاکستان سے علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی جیسے آفتاب علم و حکمت اور لندن سے حضرت جسٹس علامہ حسن رضا غدیری اور آقائے شیراز اکاظم حسنی جیسی عظیم المرتبت شخصیات بہ نفس نفیس ''الحمرا ہال'' میں موجود تھیں۔ یہ عاشور کاظمی کی بارہویں کتاب کی افتتاحی تقریب ہے، اس تقریب کی خبریں کئی روز سے مسلسل بی بی سی ریڈیو XL اور برطانیہ کے اردو اور انگریزی اخبارات میں نشر ہوتی رہیں۔ تقریب کی نظامت سن رائز ریڈیو کے نیوز کاسٹر اور براڈ کاسٹر اکرم منہاس نے کی اور صدارت علامہ ضمیر اختر نقوی نے کی ممتاز افسانہ نگار اور صحافی مقصود الٰہی، یورپین اردو رائٹرز سوسائٹی برطانیہ کے صدر ارشاد احمد عثمانی، مشہور شاعر ساحر شیوی، برطانیہ کے ممتاز شاعر جن کا تعلق شکار پور (بھارت) سے ہے اطہر راز نے نظمیں اور مقالے پیش کیے۔ آخر میں صدرِ محفل علامہ ضمیر اختر نقوی نے گفتگو شروع کی تو محفل میں موجود میڈیا سے متعلق لوگ تو چونک پڑے، آبِ کوثر میں ڈھلی ہوئی زبان، گفتگو کا انداز جیسے جھرنوں کی آواز، جیسے شبنم کے قطرے کسی نقرئی دیوار پر ٹپک رہے ہوں، جیسے موسیقی کی دیوی سرسوتی کے رقص پر امیر

Presented by www.ziaraat.com

خسرو کی ترتیب دی ہوئی سات سروں کی سپتک ہر ساز سے ابھر رہی ہو، دنیا نے وجد اور ساز، شاعری اور نغمگی، سُر اور تال کا ساتھ تو بارہا دیکھا ہے لیکن کسی ایک آواز میں سارے سُر بھر گئے ہوں ایسا بہت کم نظر آیا ہے۔ آج کی محفل میں علم اور موسیقی کی قدرتی آمیزش علامہ ضمیر اختر نقوی کی آواز تھی جو علم وفیض کے دریا بہا رہی تھی، کسی کتاب کے اجرا پر ایسے عالم، ایسے ناقد، اس سطح کے ادیب شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں، علامہ ضمیر اختر نقوی کی تقریر کے کچھ حصے نقل کر کے میں اس علمی تنقید اور گفتگو کے ٹکڑے کرنا نہیں چاہتی، یہ گفتگو علیحدہ شائع ہوگی تو لطف آئے گا''۔ (مضمون نگار تسنیم زیدی ''نیشن لندن'')

Presented by www.ziaraat.com

ہفت روزہ ''نوائے وطن'' ایتھنز (یونان) ۲۲ر جولائی ۲۰۰۵ء

عزا خانہ گلزارِ زینبؑ میں
مجلس عزا بسلسلہ شہادت مادرِ حسنینؑ

ایتھنز (سکندر ریاض چوہان) عزاخانہ گلزارِ زینبؑ میں عزاداری اور ماتم پاکستان کے معروف شیعہ عالم اور یورپ سے آئے ہوئی ماتمی سنگت نے شرکت کی۔تفصیلات کے مطابق عزاخانہ گلزارِ زینبؑ کے زیرِ اہتمام حضرت بی بی فاطمہ زہراؑ کی وفات کے موقع پر عزاداری اور مجالس کا اہتمام کیا گیا جس میں پاکستان کے معروف شیعہ عالم علامہ ضمیر اختر نقوی نے بھرپور اور پرجوش خطاب کیا، اپنے خطاب میں انھوں نے کہا کہ یونان میں علم وفلسفہ کا عروج ہم کو یہ سبق دیتا ہے کہ دنیا میں مختلف مما لک اور اہم خطے اس لیے مشہور ہیں کہ ان مما لک کی سرزمینوں میں کسی نا کسی بڑے آدمی نے جنم لیا جس کی وجہ سے ان مما لک اور مقامات کی اہمیت پوری دنیا پر ظاہر ہوئی یہ ہی وجہ ہے کہ یونان میں علم اور علم دوست افراد کی وجہ سے اس نے پوری دنیا میں اپنے قد کو اونچا کیا، عرب اور اسلام کی بڑائی اس لیے قائم ہے کہ اس کے مشاہیر نے اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر اپنے اصولوں کو سر بلند کیا جس کی وجہ سے اسلام اور مسلمان کا قد پوری دنیا میں اونچا ہوا انھوں نے کہا کہ سقراط اپنے وقت کا ولی تھا جس نے سچائی کو نہیں چھوڑا اور اپنی جان دے کر دنیا پر ثابت کیا کہ سچ ہمیشہ ہی فتح یاب ہوتا ہے اور قربانی دے کر ہی اس کی سچائی کو باقی رکھا جا سکتا ہے اس کے بعد دنیا کا عظیم ترین کارنامہ جو حق اور سچائی پر ہوا وہ

Presented by www.ziaraat.com

کربلا کا واقعہ ہے جس نے پوری دنیا پر واضح کر دیا کہ حق اور باطل میں ہمیشہ جیت حق کی ہوتی ہے اور باطل ہمیشہ ذلیل اور رسوا ہوا ہے، اپنے دیگر خطابات میں انھوں نے قرآن کی آیات کا ترجمہ اور تفاسیر بیان کی جن میں حضرت محمدؐ اور ان کے گھرانے کی فضیلت بیان کی گئی اس موقع پر مومنین نعرۂ علی کی صدا بلند کرتے رہے اور اپنے مذہبی جذبات کا اظہار کرتے رہے، انھوں نے یونان کے حوالے سے ایک اور بیان پیش کیا کہ سکندر اعظم کو دنیا نے اس لیے بڑا نہیں مانا کہ وہ یونان میں پیدا ہوا اور اس نے دنیا فتح کی بلکہ اس کی دنیا میں اہمیت کا پتہ اس حقیقت سے چلتا ہے کہ اس نے نا صرف ملک فتح کیے بلکہ اس نے اپنے عظیم استاد ارسطو کی تعلیمات کو نہیں بھلایا اور عظیم مفکر کی وجہ سے سکندر کا نام آج پوری دنیا میں ایک اچھے شاگرد اور ایک اچھے فاتح کے طور پر مشہور ہے، اس لیے ہم کو چاہیئے کہ اپنے اساتذہ اور اپنے اجداد کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے راستے متعین کریں تا کہ دنیا میں ہم بھی ایک مثال کے طور پر پیش کیے جائیں۔ عزاخانہ گلزار زینب کی مجالس کے بعد باہر سڑک پر ماتم بھی کیا گیا اور عزاداری اور نوحہ خوانی بھی کی گئی۔

Presented by www.ziaraat.com

ہفت روزہ ''شہید'' لاہور۔۱۲، جولائی ۱۹۹۷ء

سیّد اعجاز ثقلین بخاری

یومِ شہادت شہزادۂ امن امام حسنؑ پر عزاداری کے عظیم اجتماعات منعقد ہوئے

لاہور (نمائندہ خصوصی شہید) شہزادہ امن حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت کے سلسلے میں ۲۷، ۲۸ اور ۲۹، صفر یعنی یہ تین ایام سیّدہ عالمین کے اس پیارے شہزادے کی شہادت کے سلسلے میں ملک بھر میں بالعموم اور بالخصوص لاہور میں مجالس عزا کا سلسلہ کثرت سے جاری رہتا ہے۔ امسال بھی یہ مجالس عزا اور اُن کے اختتام پر زیاراتِ شبیہ تابوت لاہور کے بہت سے امام بارگاہوں سے برآمد ہوئیں۔ لاہور میں مرکزی جلوسِ تابوت امام حسنؑ موچی دروازہ سے جو گذشتہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے برآمد ہوتا آرہا ہے جس کی اپنی خصوصی شان اور جلوس میں مظلومیت شہزادہ امن حضرت امام حسن علیہ السلام کا خصوصی منظر ہوتا ہے نیز ایسے پُرسوز اور پُر درد نوحوں پر ماتم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اشکبار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

شہید کے نمائندوں کے مطابق شہادت امام حسنؑ کے سلسلے میں خصوصی مجالس امام بارگاہ پانڈو اسٹریٹ اسلام پورہ، امام بارگاہ بلتستانیہ اسلام پورہ امام بارگاہ خیمہ سادات

Presented by www.ziaraat.com

ایڈورڈ روڈ، ادارہ تحفظِ حقوقِ شیعہ کے مرکزی دفتر واقع ۱۵ا، نسبت روڈ، مرحوم جعفر علی میر کے گھر کے سامنے بازار محلّہ شیعاں موچی دروازہ، امام باڑہ محمد شفیع عاجز مرحوم دھرم پورہ، امام بارگاہ دربارِ امیرؑ خواجگان نارووالی موچی دروازہ، امام بارگاہ باب العلم نشاط کالونی لاہور کینٹ، امام بارگاہ موری دروازہ با اہتمام سادات انبالہ مجالس عزا اور زیارت کی برآمدگی ہوئی۔ اور محبانِ محمدؐ وآلِ محمدؐ نے خاندانِ رسالت کی اس عظیم المرتبت ہستیؑ کی شہادت پر پُر زور گریہ وبُکا کیا۔

❀❀❀

امام حسنؑ سرورِ کائنات کی جلالت اور امام حسینؑ شجاعت کے وارث تھے

تاجِ شاہی کو ٹھکرا کر امام حسنؑ نے شاہانہ تکبر کو ہمیشہ کے لئے بے وقعت کر دیا

امام حسنؑ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہؑ امام حسینؑ کے بڑے بھائی تھے

علامہ ضمیر اختر نقوی

لاہور (رپورٹ کاظم بخاری نمائندہ خصوصی شہید) یومِ شہادت شہزادہ امن حضرت امام حسنؑ مجتبٰی کے سلسلے میں مجلسِ عزا بمقام امام باڑہ کلاں خیمہ سادات ایڈورڈ روڈ پر خطاب کرتے ہوئے خطیبِ اعظم علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ امام حسن علیہ السلام کا تذکرہ اتنا مختصر نہیں کہ اسے ایک نشست میں مکمل کیا جا سکے۔ امام حسن علیہ السلام کی وہ شخصیت ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی امام حسین علیہ السلام کے ماتحت نہیں

Presented by www.ziaraat.com

رہی۔ امام حسنؑ کے زمانہ امامت میں اگر کوئی امام حسینؑ سے پوچھتا کہ آپؑ کا امام کون ہے تو آپؑ فرماتے کہ میرے امام، امام حسنؑ ہیں۔ اگر مجھ سے کوئی پوچھے کہ امام حسنؑ کی سب سے بڑی فضیلت کیا ہے تو یہی کہنا پڑے گا کہ امام حسنؑ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ امام حسینؑ کے بڑے بھائی ہیں۔ اور امام حسینؑ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ امام حسنؑ کے چھوٹے بھائی ہیں۔

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ امام حسنؑ سرورِ کائنات کی جلالت اور امام حسینؑ حضورؐ کی شجاعت کے وارث تھے امام حسن علیہ السلام اتنے حسین تھے کہ صحیح بخاری میں صحابیٔ رسولؐ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ مدینہ میں اگر کہیں جنازہ اٹھتا اور شہزادہ امام حسن علیہ السلام اُس میں شریک ہوتے تو اہل مدینہ اور بیرونِ مدینہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کی کثیر تعداد امامؑ موصوف کے حسن و جمال کی زیارت کے لئے اکھٹی ہو جاتی تھی۔ اخلاقِ حمیدہ کا یہ عالم تھا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خُلقِ کریمانہ کا حقیقی نمونہ تھے۔ آپؑ نے پچیس (۲۵) حج پا پیادہ کئے اور کوشش فرماتے کہ مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے عمومی راستہ اختیار نہ کرتے تا کہ دوسرے حُجاج آپ کے راستہ پر سواریوں سے اُترنے پر مجبور نہ ہوں۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

رپورٹ ہفت روزہ ''شہید'' لاہور، ۲۸ مئی ۱۹۹۰ء

سیّد اعجاز ثقلین بخاری

لاہور میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی کے معرکتہ الآرا خطابات

علامہ موصوف نے اپنے علم وخطابت کا لوہا منوالیا

جامع مسجد شیعہ اسلام پورہ (کرشن نگر) میں دس روزہ ایمان افروز مجالس عزا

لاہور۔ علاّمہ الحاج ضمیر اختر نقوی آف کراچی نے جامع مسجد شیعہ اسلام پورہ (کرشن نگر) میں دس روزہ عظیم الشان ایمان افروز مجالس عزا سے مورخہ ۳ مئی تا ۱۲ مئی ۱۹۹۰ء روزانہ بعد از نماز ہائے مغربین خطاب فرمایا۔ دو تین مجالس سے خطاب کے بعد ہی لاہور کے کونے کونے سے موالیانِ حیدر کرّار حضرت علاّمہ کی بے مثل خطابت اور علم وفضل کی خبریں سن کر جوق در جوق شاملِ مجالسِ عزا ہونا شروع ہو گئے اور جامع مسجد کا صحن سامعین سے کھچا کھچ بھر جاتا۔ مولانا موصوف کے علم وفضل کا نوجوانوں سے زیادہ بزرگ مومنین نے کھلے دل سے اقرار کیا اور اُن کی خطابت کی خوب داد دی۔ علاّمہ صاحب کا خطاب روزانہ سوا سے ڈیڑھ گھنٹے تک محیط ہوتا تھا۔ اور اِس اثناء میں آپ ایسے نکات پیش کرتے رہے کہ درود وسلام اور نعرۂ حیدری کی گونج دور دور تک سنائی دیتی تھی۔

Presented by www.ziaraat.com

علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے بالترتیب مندرجہ ذیل عنوانات پر مسلسل دس روز خطاب فرمایا۔

(۱) سیّدۂ عالمینؑ (۲) عظمتِ حضرت ابو طالبؑ (۳) حضرت عقیلؑ (۴) حضرت جعفر طیّار (۵) علمِ حضرتِ عباسؑ (۶) فدک تاریخ کی روشنی (۷) ذوالفقارِ حیدری (۸) ذوالجناح (۹) امام جعفر صادق علیہ السلام (۱۰) حسینی ادب۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی لکھنؤ کے عظیم علمی و ادبی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ ۱۹۶۷ء میں لکھنؤ سے کراچی آ کر مستقل آباد ہوئے اور ترویج علومِ آلِ محمدؐ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں آپ نے عظیم مرثیہ نگار شاعر حضرت انیسؔ کی شاعری پر پی ایچ ڈی کی۔ آپ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں تحریر پر مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ اور بیسیوں کتب شانِ اہلِ بیت میں تحریر فرمائیں۔ آپ اردو ادب میں بطور نقاد سند مانے جاتے ہیں۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی ۳۰ اپریل کو لاہور پہنچے تو ادارۂ تحفظِ حقوقِ شیعہ کے قائدین اور کثیر تعداد میں ادارے کے ورکروں نے آپ کا استقبال کیا۔ استقبال کرنے والوں میں ادارے کے صدر لاہور سیّد اعجاز ثقلین بخاری جنرل سیکریٹری ادارہ لاہور سیّد صداقت حسین زیدی۔ نائب صدر ادارہ لاہور خوشتر علی خاں خوشتر جوائنٹ سیکریٹری لاہور جعفر عباس خان صدر انجمن امامیہ فروغِ اسلام جناب خواجہ ظہیر محمود ایڈووکیٹ جنرل سیکریٹری انجمن شیخ پرویز ممتاز معاون خصوصی انجمن شیخ خضر حسین معروف طالبِ علم راہنما حسن رضا شیخ شامل تھے۔

لاہور میں قیام کے دوران مولانا کے مداحوں نے مسلسل دعوتوں کا سلسلہ جاری رکھا ان میزبانوں میں جناب خواجہ ظہیر محمود ایڈووکیٹ، سیّد صداقت حسین زیدی، خوشتر علی خاں خوشتر، جمشید حیدر نوناری، معروف سوز خوان سیّد رضا زیدی، جناب خضر حسین شیخ،

Presented by www.ziaraat.com

شیخ پرویز ممتاز، جاوید زیدی، عالی جناب مجید حسن نقوی، سیّد محمد ابو طالب بخاری اور محترم ملک محمد حسین اختر جنہوں نے دو مرتبہ علاّمہ صاحب کی میزبانی کا شرف حاصل کیا شامل ہیں۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی اپنے دورے کے آخری مرحلہ میں ادارہ تحفّظ حقوق شیعہ پاکستان کے جنرل سیکریٹری سیّد محبوب علی شمسی کی دعوت پر قصور پہنچے جہاں پر شمسی صاحب سے قومی اور مذہبی امور پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ اور شمسی صاحب نے شاندار دعوت کا اہتمام کیا۔

حضرت علامہ ضمیر اختر نقوی کا شعلہ بیانی کا یہ اثر ہوا کہ لاہور کے پانچ مرکزی امام بارگاہوں میں اُنہیں مجالس عزا عشرہ محرم الحرام کی دعوتیں ملیں جو انہوں نے قبول فرمالیں۔

مولانا ایام عشرہ محرم میں ۲/۱ ۷ بجے صبح امام بارگاہ شاد باغ شام ۴ بجے سے ۵ بجے امام بارگاہ بیت السّادات سید پارک شام ۲/۱ ۵ بجے تا ۲/۱ ۶ بجے۔ امام بارگاہ بھٹیاں نیاز بیگ اور ۸ بجے تا ۹ بجے شب امام بارگاہ زینبیہ لٹن روڈ اور رات ۱۰ بجے سے گیارہ بجے امام بارگاہ خواجگان موچی دروازہ میں خطاب فرمائیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

سیّد اعجاز ثقلین بخاری (ایڈیٹر اخبار شہید لاہور)

لاہور کا محرّم ۱۹۹۶ء

علمِ وادب کے گہوارے اور عشّاقِ اہلِ بیتؑ کے مرکز لاہور میں عزاداری سیّد الشہداؑ کے رُوح پرور پروگرام ہوئے

لاہور کی فضائیں حسینؑ حسینؑ کی صداؤں سے چھلک اُٹھیں

کثرتِ سامعین اور کامیاب ترین مجالس کے لحاظ سے

علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی خطیبِ پنجاب ثابت ہوئے

لاہور (نمائندۂ خصوصی شہید) وطنِ عزیز پاکستان میں ہلالِ محرّم نمودار ہوتے ہی شہر شہر، قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں سرکارِ سیّد الشہداء امام حسین علیہ السّلام اور ان کے جاں نثار ساتھیوں کی بے مثل قربانیوں کی یاد میں مجالسِ عزا کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

عروس البلاد لاہور جس کی اپنی خاص تہذیب ہے، جو علم وادب کا گہوارہ ہے اور عاشقانِ اہلِ بیتؑ کے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے نیز عزاداریِ امام الشہداؑ کے سلسلے میں اپنی خصوصی روایت رکھتا ہے۔ اس کے قریباً ایک صد امام بارگاہوں میں چاند رات سے ہی مجالسِ عزا کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

لاہور شہر کی تاریخی اور مشہور و معروف مجلسِ عزا جو محرّم کے پہلے جمعہ کو قائدِ تحریکِ ختم

Presented by www.ziaraat.com

ثبوت اور ممتاز شیعہ رہنما سید مظفر علی شمسی اعلیٰ اللہ مقامہ کی رہائش گاہ واقع ۱۵ انسبت روڈ پر منعقد ہوتی ہے امسال ۶ محرم الحرام کو اپنے روایتی انداز میں منعقد ہوئی۔ یہ مجلسِ عزا صبح ۸ بجے شروع ہوگئی اور ۴ بجے سہ پہر تک جاری رہی۔ مجلسِ عزا سے قریباً چالیس علما و ذاکرین نے فضائل و مصائبِ حضرات محمدؐ و آلِ محمدؐ بیان کیے۔

ادارہ تحفظِ حقوقِ شیعہ پاکستان کے سیکریٹری جنرل سید محبوب علی شمسی نے سامعین کے لئے تبرک اور مشروبات کا شاندار انتظام کر رکھا تھا۔ سامعین کثرت کے باوجود انتہائی سکون و انہماک سے گریہ و بکا میں مصروف رہے۔

مذکورہ مجلسِ عزا کو طوالتِ دورانیہ کے لحاظ سے عظیم ترین مجلس کہا جا سکتا ہے۔

لاہور کی بڑی اور قدیمی امام بارگاہوں کے کامیاب ترین خطیبوں میں علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی، مولانا گلفام حسین ہاشمی، مولانا آغا سیّد نسیم عباس رضوی، مولانا ذوالفقار حسین نقوی، مولانا حافظ تصدق حسین اور مولانا مفتی ریاض حسین ریاض کے عشرے زیادہ کامیاب قرار دیئے گئے۔

مجمع کی کثرت کے لحاظ سے امام بارگاہ خیمۂ سادات کا عشرہ سرِ فہرست تھا۔ اس کے علاوہ امام بارگاہ بیت السادات سید پارک، امام بارگاہ دربارِ حسینؑ چیمبرلین روڈ اور امام بارگاہ ابوالفضل العباسؑ مغل پورہ میں بھی علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے انتہائی کامیاب مجالس پڑھیں۔

مولانا آغا سید نسیم عباس رضوی کی مجالس سیّدہ مبارک بیگم اندرون بھاٹی گیٹ اور ایبٹ روڈ پر شان دار خطابت کی وجہ سے انتہائی مقبول ثابت ہوئیں۔ مولانا ذوالفقار حسین نقوی نے امام بارگاہ بلاک سیداں کرشن نگر اور امام بارگاہ زینبیہ لٹن روڈ اور امام بارگاہ ڈاکٹر سیّد ریاض علی شاہ نکلسن روڈ پر بہت عمدہ خطابت کا مظاہرہ کیا اور سامعین

Presented by www.ziaraat.com

سے خوب داد وصول کی۔ لاہور کینٹ امام بارگاہ باب العلم نشاط کالونی میں عشرۂ محرم کی مجالس انجمن اثنا عشری کینٹ کے صدر ذوالفقار علی شیخ کے زیرِ انتظام انتہائی کامیابی سے ہوئیں۔

لاہور میں جلوس ہائے عزا کا سلسلہ ۵ محرم الحرام سے شروع ہو جاتا ہے اور قریباً تمام امام بارگاہوں سے زیارات عزا برآمد ہوتی ہیں۔ مشہور زیارات میں ۵ محرم کا جلوسِ علم سرکارِ وفا حضرت غازی عباسؑ امام بارگاہ چوہان روڈ اسلام پورہ سے اور ۵ محرم کو ہی زیارتِ شبیہہِ ذوالجناح بختیاری برادران دیانند روڈ سے برآمد ہوتی ہے۔

۶ محرم الحرام کو جلوسِ علم مبارک و دیگر زیارات رسالہ بازار پرانی انارکلی سے برآمد ہو کر امام بارگاہ پانڈو اسٹریٹ اسلام پورہ میں اختتام پذیر ہوا۔

۷ محرم الحرام کو جلوسِ شبیہہِ ذوالجناح امام بارگاہِ بیت السادات سید پارک سنت نگر سے برآمد ہوتا ہے جس میں ماتمیوں کی کثیر تعداد نے بارگاہِ سید الشہداؑ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

۸ محرم الحرام کو جلوسِ شبیہہِ ذوالجناح امام بارگاہ بلاک سیداں سے برآمد ہو کر اسلام پورہ کے روٹ پر ماتم داری کے بعد وداع ہوا۔

اسلام پورہ کا سب سے بڑا اور شہر لاہور کا دوسرا بڑا جلوسِ عزا ۹ محرم کو امام بارگاہ پانڈو اسٹریٹ سے زیرِ قیادت سید محمد نقوی برآمد ہوا۔ یہ جلوس ذوالجناح کی سجاوٹ اور زیارات کی کثرت کے لحاظ سے اپنا منفرد مقام رکھتا ہے۔

مذکورہ جلوس صبح ۱۰ بجے برآمد ہو کر رات ۱۲ بجے اختتام پذیر ہوتا ہے۔ جلوس کے طویل دورانیے کے مدِنظر نقوی صاحب موصوف نے ۲ ذوالجناح پال رکھے ہیں جن کی سارا سال پرورش کا بندوبست فروغِ عزاداری میں عزادارِ امام، نقوی صاحب کی

Presented by www.ziaraat.com

قابلِ قدر خدمت ہے۔

۹ محرم کو ہی جلوسِ ذوالجناح شادمان کالونی سے برآمد ہوکر اپنا روایتی راستہ مکمل کرکے اختتام پذیر ہوا۔

لاہور کا سب سے قدیم اور عظیم الشان جلوس شبیہہِ ذوالجناح نثار حویلی موچی دروازہ سے نویں محرم کی شب ۱۲ بجے برآمد ہوا جو اپنا طویل راستہ طے کرتا ہوا ۱۰ محرم کو ۸ بجے شب کربلا گامے شاہ پہنچ کر وداع ہوا۔

لاہور کی انتظامیہ کی بہترین منصوبہ بندی اور اہلِ سُنّت اور شیعہ اکابرین کی مشترکہ کوششوں اور رواداری کے شاندار مظاہرہ سے لاہور میں مکمل امن و امان رہا اور کسی طرف سے کسی ناروا مظاہرے کی خبر موصول نہیں ہوئی۔

Presented by www.ziaraat.com

پندرہ روزہ ولایت یکم مئی/۲۰۰۵ءتا۱۵/مئی ۲۰۰۵ء

ایڈیٹر: عمار یاسر

ایک نشست آپ کے ساتھ

ملک کا نام اسلامی جمہوریہ کے بجائے عوامی جمہوریہ پاکستان ہونا چاہیئے

..... علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی سے انٹرویو.....

مرکز علوم اسلامیہ کے سربراہ اور معروف و منفرد خطیب، عالم دین علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کے ساتھ ایک نشست کی تفصیلات۔

کراچی (عمار یاسر+حیدر قزلباش) ادارہ ولایت اس تگ و دو میں مصروف ہے کہ اپنے اخبار میں ایسی چیزوں کو متعارف کروائے جو اس سے قبل کسی اخبار نے نہ اپنائی ہوں۔ اسی سلسلے میں ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم معروف علماء کرام، ذعمائے ملت، شعرائے کرام اور نوحہ خوان و منقبت خوانوں کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر جا کر ان سے

Presented by www.ziaraat.com

ایک نشست کریں۔اور اس نشست میں مشن ولاءعزا کے علاوہ جو بھی امور زیر بحث آئیں ان کو قارئین کیلئے شائع کریں اس نشست کا آغاز بھی ہم ایک ایسے عالم دین اور ریسرچ اسکالر سے کر رہے ہیں کہ جس کا ہر اسٹائل منفرد ہے۔خطابت کے انداز سے لے کر لباس تک اور سوچ سے لے کر شوق مطالعہ تک ہر چیز ہی انوکھی ہے۔لیکن اس عظیم شخصیت نے اپنی پوری زندگی میں شدید جدوجہد،علم کی لگن،عمل پر یقین اور صبر و ضبط سے معاشرے میں ایک جداگانہ لیکن اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا ہے۔اس عظیم انسان کو علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کہتے ہیں۔لیکن ان سے محبت کرنے والے ان کو مختلف پیار بھرے ناموں سے پکارتے ہیں ان کو ضمیر بھائی،قبلہ،سرکار،علاّمہ صاحب اور بھیا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کے ساتھ ہم نے ایک مختصر نشست کی جو قارئین کی دلچسپی کے لئے من وعن پیش کی جارہی ہے ہم مرکز علوم اسلامیہ کے دفتر واقع گلشن اقبال پہنچے علاّمہ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے ہمیں خوش آمدید کہا علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی اس وقت دفتر میں موجود نہ تھے ہماری آمد کی اطلاع ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے انھیں موبائل ٹیلی فون پر دی۔کچھ ہی دیر بعد علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی احباب کے ساتھ مرکز علوم اسلامیہ جو ان کی منی رہائش گاہ بھی ہے پر تشریف لائے۔رسمی سلام اور حال احوال کے بعد علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب سے باقاعدہ گفت وشنید کا آغاز ہوا۔سب سے پہلے تو علاّمہ صاحب نے پندرہ روزہ ولایت کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ایک تو اس تسلسل کو برقرار رکھیں اور دوسرا اگر ہو سکے تو اس کے صفحات بڑھائیں تاکہ کچھ مضامین بھی پرچے میں شامل کئے جائیں۔خبریں اور رپوٹنگ،تصاویر تو بہت اچھی ہوتی ہیں کاغذ بھی اچھا ہے۔لیکن صفحات بڑھائیں تو بہتر ہوگا۔جس پر علاّمہ صاحب کو بتایا گیا

Presented by www.ziaraat.com

کہ انشاءاللہ آہستہ آہستہ پرچے کو بہتر سے بہترین کرنے کیلئے ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی 1947ء میں پیدا ہوئے۔اور لکھنؤ کے حسین آباد اسکول سے میٹرک پاس کیا جوبلی انٹر کالج سے انٹر کرنے کے بعد عظیم درسگاہ شیعہ ڈگری کالج سے گریجویشن کی ڈگری لی۔جب کہ پوری دنیا میں مشہور یونیورسٹی جامعہ از ہر مصر سے ڈاکٹریٹ کیا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ علاّمہ صاحب کے نزدیک دنیاوی ڈگریوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔کیونکہ انھوں نے اب کوئی دنیاوی نوکری تو کرنی نہیں انھوں نے محمدؐ وآلِ محمدؐ کی غلامی ونوکری کی ہوئی ہے۔جس نے ان کو عزت، شہرت، دولت بلکہ دنیا اور آخرت سب کچھ عطا کیا ہے۔علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی مرثیہ نگار اور شاعر بھی ہیں لیکن ان کی اصل پہچان خطابت ہے،خطابت کی دنیا میں قدم رکھتے ہی علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے خطبا و ذاکرین اور سامعین کو ایک منفرد انداز بخشا۔ ہر انوکھے اور جدید ٹاپک پر مجالس بلکہ پورے پورے عشرے پڑھنا ان کا شوق ہے جیسے علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے رنگوں پر عشرہ پڑھا۔گھوڑوں پر عشرہ پڑھا۔میر انیسؔ پر بے شمار مجالس پڑھیں۔مجلس کوئی بھی ہو ان کے سامعین کو مجلس میں نئی ریسرچ ملتی ہے۔ان کے وہ مستقل سامعین جو کراچی اور ملک کے دیگر شہروں میں ان کی سینکڑوں مجالس سن چکے ہیں ان پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ کبھی بھی کوئی مجلس دوبارہ نہیں پڑھتے۔وہ کئی سالوں سے انچولی میں امام بارگاہ چہاردہ معصومینؑ میں رمضان المبارک کے 30 دن لگاتار قرآن پر درس دیتے ہیں۔لیکن آج تک ہر مجلس ان کی نئی اور منفرد ہوتی ہے۔علاّمہ طالب جوہری پورے سال میں قرآن پر صرف دو عشرے پڑھتے ہیں جب کہ علامہ ضمیر اختر نقوی صرف رمضان میں لگاتار تین عشرے پڑھنے کے علاوہ مختلف دنوں میں سینکڑوں مجالس قرآن پر پڑھتے ہیں لیکن جو لوگ یہ بات کرتے ہیں کہ

Presented by www.ziaraat.com

علاّمہ طالب جوہری کو قرآن پر اور علامہ ضمیر اختر نقوی کو تاریخ پر زیادہ عبور حاصل ہے وہ انصاف نہیں کرتے کیونکہ علامہ ضمیر اختر نقوی تو قرآن کے علاوہ، ادب، فلسفہ، فقہ اور جدید مسائل پر کئی عشرے پڑھتے ہیں اس لیے یہ موازنہ صحیح نہیں ہے۔

علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی علم کی وہ شمع ہیں جس سے سینکڑوں لوگوں نے اپنے علم کی قندیلیں روشن کی ہیں اور ان کے سینکڑوں شاگرد اُن کے علم سے مستفید ہوکر PhD اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں لینے کے ساتھ ساتھ کئی تو خطیب اور ذاکر بھی بن چکے ہیں علاّمہ صاحب کے خیال میں کیوں کہ ان کی علم کی دولت انھیں شہرِ علم سے ملی ہے اسلئے وہ حاصل شدہ علم کو پھیلانے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی تقریباً پوری دنیا میں مجالس امام حسینؑ سے خطاب کر چکے ہیں۔ ان میں امریکہ، واشنگٹن، نیوجرسی، ایسٹن، ورجینیا، جارجیاہ وغیرہ یورپ کے تمام ممالک، جرمنی ہالینڈ، فرانس، اٹلی، یونان، بیلجیم، پرتگل، انگلینڈ، کویت، شارجہ، دبئی، ابوظہبی، قطر، عرب امارات، ترقی، سعودیہ، مکہ مکرّمہ، مدینہ، جدہ، اور ایران، عراق، شام اردن، لبنان، اور انڈیا کے کئی صوبے شامل ہیں، اس طرح پاکستان میں کراچی، لاہور، ملتان، راولپنڈی، اسلام آباد، گوجرانوالہ گجرات ساہیوال، اٹک اور پنجاب کے دیگر مضافاتی علاقے جب کہ پشاور، کوہاٹ، بنوں، کوئٹہ اور اندرون سندھ کے درجنوں شہر و دیہات شامل ہیں۔

علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے ایک سوال کے جواب میں دلچسپ بات یہ بتائی کہ پوری دنیا میں لاہور کے سامعین سب سے بہترین سامعین ہیں اور ولایت علیؑ کے نشے میں مست ہیں جب کہ کراچی کے لوگ مصلحت پسند ہیں۔

علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی مرکز علوم اسلامیہ کے سرپرست ہیں جہاں سے وہ عقیدہ کی جنگ لڑرہے ہیں اس ادارے کا ایک گروپ عمرانی گروپ کہلاتا ہے جو سب

Presented by www.ziaraat.com

نوجوان ہیں اور ڈاکٹر صاحب کے دست و بازو ہیں۔ ان میں سید قائم رضا نقوی، سیّد ماجد رضا عابدی، کمال حیدر رضوی، حبیب الحسن شمسی، اسد نقوی، مبارک حسین، جاوید عباس جعفری، اسد جعفری، ممتاز حسین زیدی، ظل ثقلین، ظل رضا، انیس حسن کاظمی، کاشف نقوی، عاصم رضا، ارتضیٰ حسین، واصف نقوی، طاہر رضا، رضا مہدی اور ضیاء مہدی شامل ہیں۔ علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی ایک وسیع سوچ کے مالک اور زندہ دل انسان ہیں ان کے خیال میں پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ کے بجائے عوامی جمہوریہ پاکستان ہونا چاہئے۔ اسلام کو صرف اخلاقیات اور عبادات کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ اس ملک کا نام اگر اسلامی ہوگا جس کا معاشرہ ہر قسم کی برائی میں ملوث ہوگا تو سوائے اس ملک اور اسلام کی بدنامی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں اسلام کی اصل روح غیر مسلموں اور ترقی یافتہ ممالک کو متعارف کرانی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بھی عجیب ترین لوگ ہیں اسلام تبلیغ کرکے غیر مسلموں کو مسلمان تو کر نہیں سکتے صرف مرگ برامریکہ اور مرگ براسرائیل کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی کے مطابق ملک میں شیعہ نظریات وعقائد کو خراب کرنے کی دو وجوہات ہیں ایک علم کی کمی اور دوسرا قیام پاکستان کے بعد ملک میں بدعقیدہ حکمرانوں (جیسے ایوب خان اور ضیاء الحق) سے بعض شیعہ علما کا تعاون ہے اس وجہ سے کہ لوگوں نے ان بدعقیدہ حکمرانوں کی مدد سے شیعہ عقائد کو خراب کیا۔ انھوں نے مزید بتایا کہ پوری دنیا میں خصوصاً پاکستان میں کسی بھی جگہ خودکش حملے نہیں ہو رہے بلکہ پاکستان اور دیگر ممالک میں ہر اس حملہ کو خودکش قرار دیا جاتا ہے جس میں کئی جانوں کا ضیاع ہوجاتا ہے یہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ ہماری پولیس اور دیگر ایجنسیاں قاتلوں تک پہنچ نہیں سکتی اس لئے پہلے ہی خودکش حملے کا واویلا کردیتی ہیں تاکہ اپنی نوکریاں یہ کہہ کر

Presented by www.ziaraat.com

بچالیں کہ حملہ کرنے والے تو خود ہی ہلاک ہو گئے اس لئے اب کوئی ثبوت باقی نہیں یہ سارے سیاسی کھیل ہیں۔

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کے ساتھ نشست میں انھوں نے ایک دلچسپ بات یہ بتائی کہ جنگ نہروان کے موقع پر نصیریوں کی ابتدا ہوئی جب مولا ناعلیؑ نے ایک صحابی نُصیر کو نہر کی گہرائی معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور کہا کہ جا کر نہر کے کنارے آواز دینا اور زور سے کہنا جم جمہ ابن کُر کُرا ابن مُر مُرا اور جو بھی برآمد ہو اس سے پوچھ لینا یہ کہنے پر ایک عظیم لحیم شحیم کیکڑا برآمد ہوا تو نُصیر نے کیکڑے سے سوال کیا کہ اس نہر کی گہرائی کتنی ہے اس کے سوال پر کیکڑے نے جواب دیا کہ تو کیسا صحابی ہے جس کو اپنے مولا کی معرفت ہی نہیں جو مولا میرا شجرہ بتا سکتا ہے تو وہ اس نہر کی گہرائی کیوں کر نہیں بتا سکتا اس بات پر نصیر واپس ہوا اور جا کر مولا علیؑ کے قدموں پر گر کر کہا کہ آپ ہی میرے خدا ہیں۔

علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کا رہن سہن اور خطابت کا انداز ہی اچھوتا اور منفرد ہی نہیں بلکہ ان کا لباس بھی دوسرے علماء و ذاکرین سے جداگانہ ہے وہ نہایت خوش لباس انسان ہیں اور خصوصی طور پر ان کے عمامے نہایت خوبصورت ہوتے ہیں اور اسی طرح شیروانیاں بھی نہایت دیدہ زیب ہوتی ہیں انھوں نے بتایا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب بھی مجالس میں جاؤ خوبصورت لباس پہن کر جاؤ اس لئے میں اپنے لباس کا خیال رکھتا ہوں اور مجالس و محافل کی مناسبت سے عمامہ، شیروانیاں اور کپڑوں کا انتخاب کرتا ہوں۔

علامہ ضمیر اختر نقوی کے ساتھ اس نشست میں ہمیں اور خود علامہ صاحب کو تشنگی اس لئے رہی کہ لوگوں کی آمد و رفت اور مصروفیات کی وجہ سے کھل کر بات نہیں ہو سکی جس پر علامہ صاحب نے خود کہا کہ انشاء اللہ ایک نشست اور کریں گے جس میں کھل کر گفتگو

Presented by www.ziaraat.com

ہوگی ہم قارئین کو بتانا چاہتے ہیں کہ ایسے عالم کے ساتھ ایک نشست میں ان کی زندگی یا ان کے علم کے بارے میں آٹے میں نمک کے برابر بھی گفتگو نہیں ہو سکتی۔ انشاء اللہ اگلی مرتبہ ہم کوشش کریں گے ان باتوں کو آگے بڑھایا جائے اور علاّمہ صاحب کے ساتھ اگلی نشست کی تفصیلات آپ جلد پڑھیں گے۔

❁ ❁ ❁

Presented by www.ziaraat.com

(اخبار فکرِ عزا شمارہ ۲۰۰۱ء)

سیّد محمد عباس نقوی

آج کی ماں اپنی اولاد کو کڑی تربیت گاہ فراہم کرے

تو کوئی وجہ نہیں کہ اس عزاداری کے علمی و فکری ماحول کے طفیل پورا معاشرہ خود بخود درست نہ ہو جائے

انجمن رضائے حسینی کے زیرِ اہتمام

الوداعی مجالس سے علاّمہ ضمیر اختر نقوی کا خطاب

(نمائندہ فکر عزا) انجمن رضائے حسینی کی جانب سے ''تقدس عزاداری'' کے زیر عنوان الوداعی مجالس کا اہتمام امام بارگاہ چہاردہ معصومینؑ میں کیا گیا، مجلس میں جناب طالب برادران نے سوز خوانی فرمائی، انجمن رضائے حسینی کے صاحب بیاض جناب مستجاب حیدر، معروف مرثیہ گو شاعر اہلبیت جناب ماجد رضا عابدی نے ہدیہ سلام پیش کیا۔ مجالس سے خطاب کرتے ہوئے محقق و مفکر ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے فرمایا کہ ''عزاداری اصول دین اور فروعِ دین دونوں میں شامل ہے، کیوں کہ عزاداری'' امر

Presented by www.ziaraat.com

بالمعروف ونہی عن المنکر'' کی اصل تفسیر ہے یعنی عزاداری برے کاموں سے روکنے کا درس دیتی ہے اور اچھے کاموں کی دعوت دیتی ہے۔ اصول دین میں توحید سے لے کر امامت اور پھر قیامت تک پہنچنے کا واحد ذریعہ آج کے دور میں عزاداری ہی ہے، یعنی اگر ہم یہ سمجھنا چاہیں کہ عقیدہ توحید کیا ہے؟ حج وزکوۃ وجہاد کیا ہے؟ یا امامت اور قیامت کے درمیان کیا ہے؟ تو ان تمام سوالات کے مدلل ومفصل جوابات عزاداری کے ذریعے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ بنیادی طور پر عزاداری کا اصل رشتہ امامتؑ سے ہے اور مذہب اسلام ایک سفر ہے جو توحید سے شروع ہو کر نبوت وامامت کے راستے قیامت تک پہنچتا ہے اور ان تمام باتوں کے ادراک کے لئے ہمیں عزاداری کا سہارا لینا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ حج کے موقع پر تمام دنیا کے حجاج کرام صفا سے مروہ کے درمیان دوڑ کر ایک ماں کی محبت کی تقلید کرتے ہیں، یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ماں کی اس مامتا ومحبت کی نشانی کو اسلام کے اہم ترین رکن میں اس قدر اہمیت کیوں حاصل ہے تو جواب یہی ہوگا کہ ماں کی محبت وہ عظیم محبت ہے کہ اگر اسے سمجھ لیا جائے تو انسان کو واقعاً لفظ محبت کا فلسفہ سمجھ میں آجائے دین سمجھ میں آجائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جہاں ایک ماں کی سعی سے حج بنتا ہے وہیں بی بی زینبؑ کے غم والم میں ڈوبے ہوئے کردار سے عزاداری تشکیل پاتی ہے۔ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب نے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہوگا کہ آخر تقدس کے پردے میں یہ بیبیاں کیا پیغام دے رہی ہیں، انہوں نے کہا کہ اصل میں پردے سے تقدس قائم ہوتا ہے یہ بھی عزاداری ہی نے بتایا کہ تقدس کیا ہے؟ کعبہ کا سیاہ غلاف پردہ ہے، قرآن کا تقدس ہے کہ جزدان میں رکھا جائے، گویا ہر پاکیزہ شے کو پردے میں رکھا جاتا ہے۔ اللہ سے بڑا تقدیس والا اور کون ہوسکتا ہے؟ خدا نے خود کو پردے میں رکھ کر بتایا کہ جب اللہ پردے میں رہ کر تمام دنیا چلا سکتا ہے تو

Presented by www.ziaraat.com

وہی اللہ امام مہدی آخر الزماں کو پردے میں رکھ کر کام لے سکتا ہے۔ علامہ ضمیر اختر نقوی نے آج کے دور کی تمام مشکلات اور خرابیوں کا عقلی و منطقی دلیلوں کے ذریعے حل بتایا کہ ماں کی گود وہ جگہ ہوتی ہے کہ جہاں سے بچہ ہر چیز سیکھتا ہے، ہمارے ہاں عزاداری کے ذریعے بچے کو ماں کی گود سے روزِ اول سے ہی رہنمائی ملنا شروع ہو جاتی ہے کہ جب ماں اسے گود میں لے کر مجالس میں جاتی ہے تو بچہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہتا ہے بعض جگہ بچہ کا فطری تجسس اس سے سوالات کراتا ہے اور جواب میں ماں کا جواب اسے مطمئن کر دیتا ہے، یہی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے، انہی مجالس سے بچہ سینے پر ہاتھ مارنا سیکھتا ہے، انہی مجالس سے بچہ علم، ذوالجناح، تعزیئے اور دیگر تبرکات کے تقدس و حرمت کو پہچانتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آج کی ماں اپنی اولاد کو کڑی تربیت گاہ فراہم کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس عزاداری کے علمی و فکری ماحول کے طفیل پورا معاشرہ خود بخود درست نہ ہو جائے، واضح رہے کہ انجمن رضائے حسینی کی جانب سے اس ہی امام بارگاہ میں عشرۂ مجالس کا سلسلہ جو مومنین میں اپنی الوداعی مجالس کے حوالے سے از حد مقبول رہا ہے، کچھ عرصے قبل موقوف ہو گیا تھا جو اب خمسۂ مجالس کی شکل میں دوبارہ شروع کیا گیا ہے، مومنین نے انجمن کے اس مستحسن اقدام کو از حد سراہا نیز ''تقدسِ عزاداری'' کے موضوع پر علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی سیر حاصل علمی تقاریر سے موجودہ عزاداری میں موجود بہت سے خدشات اور غلط طور طریقوں کی بہتر طور پر نشاندہی ہوئی۔ یقیناً اس دوران چونکہ بات تنقیدی پیرائے میں بھی ہوئی لہٰذا چند حضرات کو علامہ صاحب کا سخت رویہ بالکل نہ بھایا، البتہ مومنین کی اکثریت نے مجالس کی علمی اہمیت کو سراہا۔ (اخبار فکرِ عزا شمارہ ا، ۲۰۰۱ء)

Presented by www.ziaraat.com

(ہفت روزہ آوازِ غیب لکھنؤ... ۲۶؍دسمبر ۲۰۰۴ء)

"غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی

کا انیسؔ و دبیرؔ سیمینار

غالب انسٹی ٹیوٹ نئی دہلی کی طرف سے بین الاقوامی غالب سیمینار منعقد ہوا سیمینار کا موضوع "انیس و دبیر اور ان کا عہد" تھا پاکستان سے علامہ ضمیر اختر نقوی نے شاگردان دبیر پر مقالہ پڑھا اور پاکستان ہی کے ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے انیسؔ و دبیرؔ کی رباعیات پر اپنا تازہ مقالہ پڑھا، سیمینار میں پروفیسر قمر رئیس، شاربؔ ردولوی، ڈاکٹر کاظم علی خاں، سیّد محمد عقیل، پروفیسر حسن رضوی، ڈاکٹر انیس اشفاق، پروفیسر قاسمی، علی احمد فاطمی، محمد زماں آزردہ، اور ایران کے دانشوروں نے بھی شرکت کی، علامہ ضمیر اختر نقوی نے شاگردانِ دبیرؔ پر مقالہ پڑھتے ہوئے دوران تقریر کہا کہ انیسؔ و دبیر کے مرثیوں نے پورے ہندوستان میں دھوم مچا دی تھی اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں شعرا مرثیے کہنے لگے اور مرثیے کی سی شہرت نے شبلی کو مجبور کر دیا کہ وہ موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ جیسی معرکتہ الآرا کتاب لکھیں، انہوں نے کہا ناقدین انیسؔ کے مرثیوں میں موجود کرداروں کو خلط ملط نہ کریں بلکہ سیرت اور سوانح اور تاریخ پڑھنے کے بعد انیسؔ کے مرثیوں کا مطالعہ کریں، ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے "انیسؔ و دبیرؔ کی

Presented by www.ziaraat.com

رباعیات" پڑھتے ہوئے کہا کہ رباعی کا موجد رودکی نہیں ہے بلکہ رباعی حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب کی ایجاد ہے، حضرت عبدالمطلب نے رسولؐ اللہ کی پرورش کے لیے حضرت ابوطالب کو منتخب کرتے ہوئے رباعی کے وزن میں چار مصرعے پڑھے جس کے جواب میں حضرت ابوطالب نے وزن رباعی میں چار مصرعے پڑھے، ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے ان راگون کا بھی ذکر کیا کہ جس میں رباعیات سوزخوانی میں پڑھی جاتی ہیں شاہد ماہلی صاحب اس تین روزہ سیمینار کے کامیاب انعقاد پر زبردست داد کے مستحق ہیں، غزل کا مشاعرہ بھی ہوا جس میں علامہ ضمیر اختر نقوی اور ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے بھی غزلیں پڑھیں، آخری نشست میں ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے شرکا سیمینار کو قدیم اساتذہ کی رکھی ہوئی بندشوں میں سوز سنائے۔

Presented by www.ziaraat.com

(ہفت روزہ آوازِ غیب لکھنؤ...۲۶؍دسمبر ۲۰۰۴ء)

بزمِ مسالمہ میں علامہ ضمیر اختر نقوی کی شرکت

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

لکھنؤ شاعر اہلِ بیت نیرؔ مجیدی کے مکان پر بسلسلہ شہادت امام علی رضاؑ ایک مجلس عزا اور بزم مسالمہ کا انعقاد ہوا، جناب رضا رامپوری کی سوزخوانی سے مجلس کا آغاز ہوا بعدہٗ مولانا ہیثم زیدی نے مجلس کو خطاب کیا۔ علامہ ضمیر اختر نقوی نے اپنی تقریر میں لکھنؤ سے اپنے آبائی رشتے کا تفصیل سے ذکر کیا اور جناب منظر لکھنوی مرحوم ماہر لکھنوی مرحوم، سالک لکھنوی مرحوم، فضل نقوی مرحوم اور نہال لکھنوی مرحوم جیسے اساتذہ سے ملاقات کے بارے میں تفصیل بتائی ڈاکٹر ماجد رضا عابدی جو کہ نہ صرف خطیب ہیں بلکہ ایک اچھے شاعر اور ایک اچھے ناظم بھی ہیں، اور صنف مرثیہ گوئی میں بھی خاص شہرت رکھتے ہیں سامعین ان کے کلام سے بے حد محظوظ ہوئے، مہمانِ خصوصی کے طور پر مولانا علی متقی زیدی، مولانا محسن جعفری اور مولانا سجاد ناصر سعید عبقاتی نے شرکت کی، جن شعرا نے اپنے کلام سے نوازا ان میں تجسس اعجازی، انجم سالکی، روش لکھنوی، ڈاکٹر ماجد رضا عابدی، جعفر لکھنو، گوہر دبیری، شان لکھنوی، سید رضوی، زہیر کنتوری، ذکی بھارتی، رضا رامپوری، احسن سعید، انجم لکھنوی، وفا پورلوری، ابراہیم مجیدی اور ذرے لکھنوی کے نام شامل ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

(ہفت روزہ آوازِ غیب لکھنؤ...۲۶ر دسمبر ۲۰۰۴ء)

تقسیم ایوارڈ

روضۂ زینبیہ ٹکیت رائے روڈ لکھنؤ میں

تلاوت حدیث کساء: جناب سید سردار حسین صاحب نے کی منظوم گلہائے عقیدت جناب محمد مبین صاحب بشر لکھنوی اور ڈاکٹر ماجد رضا عابدی صاحب نے پیش کیے اس کے بعد علامہ سید ضمیر اختر نقوی صاحب قبلہ نے موثر تقریر فرمائی بعدہٗ جناب ڈاکٹر ماجد رضا عابدی صاحب کراچی (پاکستان) کی نظامت میں مقتدر ہستیوں کو ان کی خدمات کے اعتراف میں علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب قبلہ نے زینبیہ ایوارڈ پیش کئے۔ زینبیہ ایوارڈ برائے خدمات میر انیسؔ، جناب ڈاکٹر نیر مسعود صاحب برائے خدمات مرزا دبیرؔ، جناب ڈاکٹر کاظم علی خاں صاحب، برائے اردو شاعری جناب مولانا مرزا احمد اشفاق صاحب شوقؔ لکھنوی، برائے تحت اللفظ مرثیہ خوانی جناب سید حیدر نواب جعفری صاحب، برائے نثر و تحت اللفظ مرثیہ خوانی جناب سید نصیر رضا رضوی صاحب، برائے خدمات مرزا دبیر جناب مرزا گوہر آغا صاحب گوہرؔ دبیری، برائے خدمات میر عشقؔ و تعشقؔ جناب حیدر میرزا مجربؔ لکھنوی صاحب برائے خدمات نوحہ خوانی، نوحہ نگاری و مرثیہ نگاری، جناب سیّد ناصر حسین رضوی صاحب ناصرؔ لکھنوی، برائے خدمات مرثیہ نگاری، جناب نواب باقر علی خاں شلّن روشؔ لکھنوی، برائے اردو صحافت جناب امان عباس صاحب (ایڈیٹر روزنامہ صحافت لکھنؤ) برائے قومی خدمات

Presented by www.ziaraat.com

بالخصوص روضہ زینبیہؑ جناب نواب وارث علی خاں صاحب ادارہ تحفظ عزا کے توسل سے خدماتِ عزاداری وجدید تعمیر روضۂ زینبیہ لکھنؤ جناب سید علی رضا صاحب، برائے قومی وسماجی خدمات جناب سید نقی حسین رضوی صاحب زید پوری برائے قومی خدمات شرکت مجالس جناب سید حیدر حسین صاحب (حیدر میاں)

Presented by www.ziaraat.com

ماہنامہ ''پیامِ عمل'' لاہور (انیس نمبر) فروری ۱۹۷۳ء

پروفیسر مظہر عبّاس نقوی

شاعرِ اعظم میر انیس کی اٹھانوے سالہ برسی کے موقع پر یومِ انیس ۱۹۷۲ء

پیامِ عمل کی تنگ دامانی کے پیشِ نظر اس معلومات افزا مضمون میں کچھ اختصار کرنا پڑا ہے۔ (مدیر)

میر انیس کی ۹۸ ویں برسی کے موقع پر ''انجمن یادگارِ میر انیس کراچی'' کے زیرِ اہتمام ۱۰ دسمبر ۱۹۷۲ء کو امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی، خیابانِ میر انیس میں، یومِ میر انیس منایا گیا۔ کراچی میں اس سلسلے کی یہ پہلی عظیم الشان تقریب تھی۔ انجمن نے صد سالہ برسی کی تحریک یکم فروری ۱۹۷۱ء کو شروع کی تھی۔ گزشتہ دو سال میں اندرونِ ملک انقلابات برپا ہوتے رہے لیکن انجمن کی تحریک کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔ البتہ ہجری کے حساب سے صد سالہ تقریبات منعقد نہ ہو سکیں۔ لیکن یہ سلسلہ جاری رہے گا اور ۱۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو میر انیس کی صد سالہ برسی اعلیٰ پیمانے پر پورے ملک میں منائی جائے گی۔

انجمن یادگارِ انیس کی تحریک پر پاکستان کے مشہور ماہناموں اور ہفت روزہ اخباروں نے انیس نمبر شائع کیے۔ سب سے پہلے اسی انجمن نے ایک مجلّہ ''یادگارِ انیس'' کے نام سے فروری ۱۹۷۱ء میں شائع کیا تھا۔

کراچی کے تمام کالجوں اور سکولوں کے میگزینوں میں میر انیس کے متعلق مخصوص

Presented by www.ziaraat.com

مضامین شائع کیئے گئے۔ انجمن کے روحِ رواں ضمیر اختر نقوی نے خلوصِ دل سے اس کام میں دلچسپی لی اور اپنی کم سنی کے باوجود وہ کام کیا جو بزرگوں ہی سے ممکن تھا۔ ضمیر اختر صاحب کی کوشش سے میر انیسؔ کی حیات اور فن پر مضامین اور نظمیں لکھی گئیں۔ وہ خود بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے بلکہ سب سے زیادہ لکھا اور میر انیسؔ پر تقریروں کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ محولہ بالا یوم میر انیسؔ بھی انہیں کی کاوشوں سے منعقد ہوا۔ کراچی ایسے بڑے شہر میں جلسہ کرنا ایک ۲۳ سال کے نوجوان کے بس کی بات نہ تھی لیکن قدرت کی مدد شامل حال تھی اس لیے کامیابی ہوئی۔

''یومِ میر انیسؔ'' ۱۰ دسمبر کو ٹھیک ۱۰ بجے دن میں کلام مجید کے سورۂ شعراء کی تلاوت سے شروع ہوا۔ سورۂ شعراء کی آیات کے مطابق میر انیسؔ ایسے ہی شاعر تھے جنہوں نے عبادت کی اور نصرتِ مظلوم میں سب سے آگے رہے۔ اس کے ساتھ ہی میر انیسؔ مظلوم شاعر بھی ہیں۔ تعصبات نے میر انیسؔ کو ان کے مقام سے ہٹانے کی کوشش کی ہے لیکن انشاء اللہ ایسا نہ ہو سکے گا۔ (آمین) تلاوت ختم ہونے پر نوعمر ضیا صاحب رضوی نے میر انیسؔ کا مشہور سلام

گُنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے

پیش کیا اور خوب داد حاصل کی۔ ضیا رضوی صاحب کے بعد جناب اشرف عباس نے بھی میر انیسؔ کا سلام لحن سے پیش کیا۔

کوئی انیسؔ، کوئی آشنا نہیں رکھتے کسی کی آس بغیر از خدا نہیں رکھتے

جناب زیڈ اے بخاری، جناب سیّد ہاشم رضا، جناب نسیمؔ امروہوی اور جناب اصغر حسین افرزند بابو فائق صاحب) جناب سید یوسف حسین (فرزندِ میر عارفؔ) ۹ بجے سے تشریف لا چکے تھے اس لئے پڑھنے والوں کو سامعین کے علاوہ اُن حضرات سے بھی

Presented by www.ziaraat.com

خوب داد مل رہی تھی۔ تعریف تو دراصل خدائے سخن کی ہو رہی تھی۔ آباد محمد نقوی زائر امروہوی صاحب نے لحن سے میر انیسؔ کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

فطرتِ انسانیت کا معتبر محضر انیسؔ　　واقعاتِ کربلا کا مستند دفتر انیسؔ

استاد قمرؔ جلالوی کے شاگرد جنابِ اعجاز رحمانی نے تحت لفظ مسدس پیش کیا۔

ضیائے بزمِ ادب شمعِ ذی وقار انیسؔ

جناب اعجاز رحمانی کے بعد جناب ضمیر اختر نقوی صاحب نے مہمانوں کی اجازت سے اپنی تقریر شروع کی مختصر جامع تقریر سے ضمیر اختر صاحب نے مجمع پر سحر کر رکھا تھا وہ کہہ رہے تھے میر انیسؔ نے مالکِ کائنات کے حضور دعا کی۔

یارب ! چمنِ نظم کو گلزار ارم کر　　اے ابرِ کرم خشک زراعت پہ کرم کر

تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر　　گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر

جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے

اقلیمِ سخن میری قلمرو سے نہ جائے

قدرت نے آواز دی انیسؔ ہم نے تمہارے چمنِ نظم کو گلزارِ ارم بنا دیا۔ تمہاری خشک زراعت کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ ہم نے تم کو معجز بیان بنا دیا۔ جب تک آفتاب میں چمک رہے گی ملکِ سخن کی شاہی تمہارے پاس رہے گی۔

اور مانگو　کیا مانگتے ہو　میر انیسؔ نے پھر دعا کی:

آؤں طرفِ رزم ابھی چھوڑ کے جب بزم　　خیبر کی خبر لائے مری طبعِ اولو العزم

قطعِ سرِ اعدا کا ارادہ ہو جو بالجزم　　دکھلائے یہیں سب کو زباں معرکۂ رزم

جل جائیں عدو آگ بھڑکتی نظر آئے

تلوار پہ تلوار چمکتی نظر آئے

Presented by www.ziaraat.com

قدرت نے آواز دی تمہاری زبان معرکۂ رزم دکھائے گی۔ ہم نے تمہاری زبان میں تاثیر دے دی۔ تمہاری سیفِ زبان ہمیشہ عدو کے لئے آگ بھڑکاتی رہے گی۔ مانگو اور کیا مانگتے ہو۔ میر انیسؔ نے دعا کی:

ہو ایک زباں ماہ سے تا مسکنِ ماہی　　عالم کو دکھا دے برشِ سیف الٰہی
جرأت کا دھنی تو ہے یہ چلائیں سپاہی　　لاریب ترے نام پہ ہے سکۂ شاہی
ہر دم یہ اشارہ ہو دوات اور قلم کا
تو مالک و مختار ہے اس طبل و علم کا

قدرت نے آواز دی ہم نے تمہاری دعا کا ایک ایک لفظ قبول کیا۔ ملکِ سخن میں تمہارا سکہ قیامت تک جاری رہے گا۔ طبل و علم کے تم مالک ہو۔ زبان پر تمہاری حکومت رہے گی۔ میر انیسؔ نے بے اختیار ایک شکوہ کیا:۔

نا قدریٔ عالم کی شکایت نہیں مولا　　کچھ دفترِ باطل کی حقیقت نہیں مولا
باہم گل و بلبل میں محبت نہیں مولا　　میں کیا ہوں کسی روح کو راحت نہیں مولا
عالم ہے مکدّر کوئی دل صاف نہیں ہے
اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے

شکوہ کرنے میں اس ہستی کا واسطہ دیا جس کا واسطہ دے کر آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی۔ نوحؑ کا سفینہ بچا، یوسف قید سے آزاد ہوئے۔ یونسؑ ماہی کے شکم سے باہر آئے وہ عظیم نام جس کا وِرد ختمی مرتبتؐ نے جنگِ تبوک میں کیا تھا:۔

تائید کا ہنگام ہے یا حیدرؑ صفدر　　امداد ترا کام ہے یا حیدرِؑ صفدر
تو صاحبِ اکرام ہے یا حیدرِؑ صفدر　　تیرا ہی کرم عام ہے یا حیدرؑ صفدر
تنہا ترے اقبال سے شمشیر بکف ہوں

Presented by www.ziaraat.com

سب ایک طرف جمع ہیں میں ایک طرف ہوں

میر انیسؔ کی یہ دعا بھی قدرت نے قبول کر لی۔

سب ایک طرف　　　　میر انیسؔ ایک طرف

قُلی قطب شاہ سے لے کر اب تک کے تمام شعراء کو ایک طرف رکھئے اور میر انیسؔ کو دوسری طرف پھر بھی میر انیسؔ کے کلام کا پلّہ بھاری رہے گا۔

اس دعا کے بعد میر انیسؔ کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آئے اور انہوں نے کہا:۔

تھا جوش کچھ ایسا ہی جو دعویٰ کیا میں نے　　　　خود سر بگریباں ہوں کہ یہ کیا کیا میں نے

اک قطرۂ ناچیز کو دریا کیا میں نے　　　　تقصیر بحل کیجئے بے جا کیا میں نے

ہاں سچ ہے کہ اتنی بھی تعلّی نہ روا تھی

مولا ! یہ کلیجے کے پھپھولوں کی دوا تھی

ضمیر اختر صاحب نے کہا کہ میر انیسؔ کو اس بات کا رنج تھا کہ زمانہ ان سے غزل گوئی کی خواہش کر رہا تھا دنیا کہہ رہی تھی کہ میر حسنؔ مصنّف ''سحر البیان'' کا پوتا اور میر خلیقؔ جس کی غزل پر آتشؔ نے ایک مشاعرے میں اپنی غزل پھاڑ دی تھی۔ اس کا بیٹا غزلیں نہیں لکھتا۔ میر انیسؔ اگر چاہتے تو عظیم غزل گو ہو سکتے تھے جنہوں نے بچپن میں غزل کے ایسے لاجواب شعر کہے:۔

لکھ کر زمیں پہ نام ہمارا مٹا دیا　　　　ان کا تو کھیل خاک میں ہم کو ملا دیا

مثالِ ماہیٔ بے آب موج تڑپا کی　　　　حباب پھوٹ کے روئے جو وہ نہا کے چلے

تمہارے حلقہ بگوشوں میں ایک ہم بھی ہیں　　　　پڑا رہے یہ سخن کان میں گُہر کی طرح

لیکن میر انیسؔ نے فیصلہ کیا کہ صرف حسین ابن علیؑ کی نصرت کروں گا۔ دنیاوی

Presented by www.ziaraat.com

محبوب کی مدح وثنا میں کیا رکھا ہے۔اب تک غزل نے کونسا اخلاقی درس دیا ہے۔ہاں غزل کا لطف مرثیہ میں پیش کروں گا۔

میر تقی میرؔ نے کہا:-

میرؔ اِن نیم باز آنکھوں میں ساری مستی شراب کی سی ہے

ہنستی ہوئی آنکھ کی تعریف سب کر لیتے ہیں لیکن آنکھوں میں آنسو بھرے ہوں ان پر غزل کہنا آسان نہیں یہ حصہ میر انیسؔ کا تھا۔جناب علی اکبرؑ رات بھر جاگے تھے۔ شہزادۂ علی اکبرؑ کی آنکھوں کو میر انیسؔ نے دل کی آنکھوں سے دیکھ کر کہا :-

روئے ہیں فرقتِ شہِ عالی جناب میں نرگس کے پھول تیر رہے ہیں گلاب میں

میر انیسؔ نے حسینؑ ابن علی کی آنکھوں کی تعریف کی اور ۵۳ صفتیں بیان کر کے غزل گوئی کو شرمندہ کر دیا:-

آنکھوں کو کہیے عین تو عین خطا ہے یہ پردے نہ کیوں ہوں سات کہ نورِ خدا ہے یہ

سب کو ہے چشم داشت کہ عینِ عطا ہے یہ بیمار خود پہ سب کے مرض کی دوا ہے یہ

سرخوش ہے جام ان کی جو الفت کا پی گیا

دیکھا نگاہِ لطف سے جس کو وہ جی گیا

اب یہاں سے تین بند ہیں اور ۵۳ صفتیں:-

احسان بھی حیا بھی مروت بھی قہر بھی لو موت بھی، حیات بھی، امرت بھی زہر بھی

بینا بھی نکتہ سنج بھی دانائے دہر بھی تسنیم بھی بہشت بھی کوثر کی نہر بھی

سر شرم سے جھکائے ہے نرگس ریاض میں

جنّت سواد میں یدِ بیضا بیاض میں

آہو شکار و مست و کماں دار و شیر گیر ہشیار و خوش نگاہ و سخن سنج و دل پذیر

Presented by www.ziaraat.com

خوں ریز و جاں ستاں و دلآویز و بے نظیر قبضے میں ابروؤں کی کمانیں مژہ کے تیر
جس سادہ دل کو ان کی سیاہی کی یاد ہو
ناخواندہ بھی اگر ہو تو روشن سواد ہو

آہو فریب و عشوہ فروش و کرشمہ ساز طنّاز و شرمگین و گراں خواب و سرفراز
حق بین و پاکباز و خدا بین و بے نیاز بیدار و داغ دیدہ و خونبار و غم طراز
گرد اس کے پھر یہ کعبۂ ایماں کا طوف ہے
بس اے انیسؔ بس نظرِ بد کا خوف ہے

ضمیر اختر صاحب کو میر انیسؔ کے کلام کی بہترین ادائیگی، حافظہ اور ذہانت کی خوب خوب داد ملی ضمیر اختر صاحب کی تقریر کے بعد جناب اختر وصی علی (ریڈیو پاکستان) نے میر انیسؔ کی دو غزلیں لحن سے پیش کیں۔

شہیدِ عشق ہوئے قیسِ نامور کی طرح کئے جو عیب بھی ہم نے تو وہ ہنر کی طرح

اشارے کیا نگہِ نازِ دلربا کے چلے جب ان کے تیر چلے تیغ قضا کے چلے

اختر وصی علی صاحب کے بعد جناب زیڈ بخاری (سابق ڈائریکٹر جنرل ریڈیو پاکستان) نے ''شاہکار انیسؔ'' شروع کیا۔

جب قطع کی مسافتِ شب آفتاب نے جلوہ کیا سحر کے رخِ بے حجاب نے
دیکھا سوئے فلک شہ گردوں رکاب نے مڑ کر صدا رفیقوں کو دی اس جناب نے
آخر ہے رات حمد و ثنائے خدا کرو
اٹھو! فریضۂ سحری کو ادا کرو

جب حضرت عباس علمدارؑ کی منصبِ علمداری کے بند آئے اور حضرت عونؑ و محمدؑ اور جناب زینبؑ کی گفتگو کا آغاز ہوا تو ایک بند کے ایک مصرعے کو بخاری صاحب نے اس

Presented by www.ziaraat.com

طرح ادا کیا کہ مجمع حیران رہ گیا:-

"اِن ننھے ننھے ہاتھوں سے اٹھے گا یہ علم"

بخاری صاحب نے یہ مرثیہ بارہا پڑھا ہے لیکن آج کی بات ہی کچھ اور تھی۔ دادو تحسین کے نعرے بلند تھے۔ آنسوؤں کی بارش تھی۔

امیر امام صاحب حُر نے میر انیسؔ کے سلام پر تخمیس پیش فرمائی۔ امیر امام حُرؔ راجہ صاحب محمود آباد کے بھانجے ہیں اور مشہور ادیب و نقاد شمس العلما امداد امام اثرؔ کے پوتے ہیں۔

تخمیس کا ایک بند ملاحظہ ہو:-

گو کہ مضمر ہے ولا میں ابتلا میرے لئے　　معرفت کا ہے وسیلہ ہر بلا میرے لئے
درسِ حکمت ہے پیامِ کربلا میرے لئے　　"خود نویدِ زندگی لائی قضا میرے لئے"
"شمع کشتہ ہوں فنا میں ہے بقا میرے لئے"

جنابِ عزتؔ لکھنوی نے میر انیسؔ کو یہ خراجِ عقیدت پیش کیا:-

مرثیے کا دُرِ شہوارِ مجلّٰی ہیں انیسؔ　　موجۂ فکر ہیں مضمون کے دریا ہیں انیسؔ
ذوقِ شعری ہے زمیں عرشِ معلّٰی ہیں انیسؔ　　مدحتِ شاہ کا دعویٰ ہے کہ یکتا ہیں انیسؔ
برتر از دعبلؔ و فردوسیؔ و مقبلؔ ہیں انیسؔ　　نظمِ شیرازیؔ و حسانؔ کا حاصل ہیں انیسؔ

عزتؔ لکھنوی صاحب نے پورے اجتماع سے داد لی اور ایک ایک مصرعے پر سامعین جھوم اٹھے۔

ضمیر اختر صاحب نے اعلان کیا کہ یہ جلسہ جو منعقد ہوا ہے اس کے لئے رضویہ سوسائٹی میں کوئی چندہ نہیں کیا گیا اور نہ کسی سیٹھ سے رقم حاصل کی گئی ہے۔ حبیب بینک یا یونائیٹڈ بینک یا کوئی اور کمپنی یا بینک سے کوئی رقم حاصل نہیں کی گئی اور اگر کسی غیر ذمہ

Presented by www.ziaraat.com

دار شخص نے میر انیسؔ کے نام پر کوئی رقم کہیں سے حاصل کی ہے تو اس کی ذمہ دار " انجمن یادگارِ میر انیسؔ " نہیں ہے۔

" انجمن یادگارِ میر انیسؔ " کا تعلق کسی ٹرسٹ سے نہیں ہے " انجمن یادگارِ میر انیسؔ " ہر اس ادارے کی مدد کرتی ہے جو میر انیسؔ پر کام کرنا چاہتا ہے انجمن اس کا معاوضہ طلب نہیں کرتی "۔

جناب سیّد ہاشم رضا صاحب اپنا مقالہ " انیسؔ اپنے اشعار کے آئینے میں " ساتھ لائے تھے لیکن مقالات کا پروگرام نہیں رکھا گیا تھا۔ مقالات کا پروگرام صد ۱۰۰ سالہ برسی کے موقع پر رکھا جائے گا۔

جناب سیّد ہاشم رضا صاحب نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۲۹ر شوال ۱۳۹۱ھ میں ہم میر انیسؔ کی صد سالہ برسی پاک بھارت جنگ کی وجہ سے نہ منا سکے اور اب جب کہ سن عیسوی کے مطابق میر انیسؔ کی برسی قریب ہے ہم کو چاہئے کہ ہم خلوص کے ساتھ برسی منانے کی تیاری نہ کریں بلکہ برسی منانا شروع کر دیں۔ میر انیسؔ نے سانحہ کربلا کو نظم کر کے اردو پر زبردست احسان کیا ہے"۔ انہوں نے میر انیسؔ کے ایک دوست کا خط بھی پڑھ کر سنایا جو اہلسنّت تھے۔ انہوں نے یہ خط شاد عظیم آبادی کو پٹنے لکھا تھا۔ جس میں میر انیسؔ کے انتقال کی خبر دی گئی تھی وہ لکھتے ہیں :-

۱۰ر دسمبر ۱۸۷۴ء مطابق ۲۹ر شوال ۱۲۹۱ھ:

" ... معلوم ہوا کہ ابھی میر انیسؔ کا انتقال ہوا ہے۔ شاید ایسا باکمال پیدا نہ ہوگا۔ اس گھر سے میر انیسؔ کا گھر اتنی دور ہے جیسے آپ کے گھر سے مدرسہ، کہرام کی آواز یہاں تک آتی رہی۔ رات بھر مرے یہاں نہ کسی نے کھایا نہ کوئی سویا۔ صبح کو سارے لکھنؤ میں ماتم برپا تھا۔ شہر ویران

Presented by www.ziaraat.com

اور بھیانک معلوم ہوتا تھا''۔

ہاشم رضا صاحب نے اپنی ایک نظم سنائی جو''ماہِ نو'' کے انیس نمبر میں شائع ہوئی ہے:-

انیس جب تجھے دیکھا بلند تر دیکھا　　عروجِ مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

نظم پیش کرنے کے بعد ہاشم رضا صاحب نے کہا کہ میر انیس کا تذکرہ ناممکن ہے۔ اگر مرزا دبیر کا تذکرہ نہ ہو یہ دونوں اردو شاعری کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ میر انیس، مرزا دبیر سے بہت محبت فرماتے تھے۔ مرزا دبیر کا بھی یہی عالم تھا اور اس محبت کا پتہ مرزا دبیر کی قطعہ تاریخ سے چلتا ہے جو انہوں نے میر انیس کی وفات پر کہی تھی۔ اگر مرزا دبیر کا انتقال پہلے ہوتا تو اسی طرح میر انیس بھی مرزا دبیر کی تاریخ وفات نظم کرتے۔ انہوں نے کہا کہ شبلی نے مرزا دبیر کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ ہاشم رضا صاحب نے مرزا دبیر کا ایک مرثیہ جو سلیس زبان میں تھا پیش کیا۔ اس مرثیے نے پورے مجمع کو گریہ پر مجبور کر دیا۔ تقریباً چالیس ۴۰ یا پچاس ۵۰ بند مسلسل ہاشم رضا صاحب نے زبانی سنائے۔

جناب ہاشم رضا صاحب کے بعد جناب ضیاء الحسن موسوی نے ایک مختصر سی تقریر میں کہا کہ یہ میرے ہاتھ میں حکومت پاکستان کا شائع کردہ ''ماہِ نو'' کا ''انیس نمبر'' ہے جس کی قیمت صرف چار روپے ہے لیکن یہ انیس نمبر ۳۰ ہزار روپے کے سرمایہ سے شائع کیا گیا ہے۔ یہ ۳۰ ہزار حکومت پاکستان کے بیکار تھے اگر ضمیر اختر صاحب اپنے مضامین قیمتی اشاریئے اور تصاویر انفارمیشن کو نہ دیتے''۔

ان کے بعد ڈاکٹر محمد احسن فاروقی نے اپنی تقریر میں بہت سی قیمتی باتیں بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ کسی شاعر کے بارے میں جدید نقطۂ نظر یہ دیکھتا ہے کہ شاعر نے کسی عظیم حقیقت کی کس پائے پر ترجمانی کی ہے۔ محض کہہ دینا کہ اس کے یہاں فلاں فلاں

Presented by www.ziaraat.com

بات نہیں ہے۔ منفی انداز فکر ہے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ اس نے حقیقت کی کہاں تک ترجمانی کی ہے اور کون کون سے ایسے رمزیات و اشارات پیش کئے ہیں جو ہر شخص ہر دور میں سمجھ سکے گا اور آج اگر ہم بہ نظر غور دیکھیں تو میر انیسؔ کے ہاں اشارات نگاری بہت زیادہ نکھری ہوئی نظر آتی ہے۔ انہوں نے بعض مورخین کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا سانحۂ کربلا چونکہ صرف تین چار گھنٹوں ہی میں شروع ہو کر ختم ہو گیا تھا اس لئے اس سلسلے میں بے اندازہ تفصیلات و جزئیات نگاری و واقعاتی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ فاروقیؔ صاحب نے کہا کہ دیکھنا یہ ہے کہ واقعہ کربلا کیا آفاقی اہمیت رکھتا ہے بظاہر یہ واقعہ ایک چھوٹا سا نقطہ ہے مگر حقیقت میں اسی قدر اہم ہے کہ اس چھوٹے سے نقطے پر کائنات کی کیلی کھڑی ہے۔ اگر یہ نقطہ ذرا سا ہٹ جائے تو پوری کائنات ڈھیر ہو جائے واقعہ کربلا کی وہی اہمیت ہے جسے میر انیسؔ نے اجاگر کیا ہے اور انہوں نے اس کے لئے رمزیت و معنویت کے فن سے کما حقہ فائدہ اٹھایا"۔

ڈاکٹر محمد احسن فاروقی صاحب کے بعد جناب سبطِ حسن انجم نے میر انیسؔ کا مشہور مرثیہ بخدا فارسِ میدانِ تہور تھا حرؑ تحت اللفظ پیش کیا۔

جناب سبطِ حسن صاحب انجم کے بعد جناب نسیم امروہوی صاحب کو زحمت دی گئی۔ نسیم امروہوی صاحب نے ضمیر اختر صاحب کی فرمائش پر ایک پورا مرثیہ میر انیسؔ سے متعلق لکھا تھا۔ اس مرثیے کے طویل چہرے میں میر انیسؔ کی ادبی حیثیت اور شاعرانہ عظمت کے ذیل میں بعض ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ان کے کلام کے سرسری مطالعے میں نظر نہیں آتے۔ نیز اس امر سے بھی بحث کی گئی ہے کہ میر انیسؔ نے کس طرح برصغیر کے دور انحطاط میں مسلمانوں کے مردہ جذبات اور مجاہدانہ شعور کو از سرِ نو زندہ کر کے اُردو شاعری کی دنیا میں ایک صالح انقلاب کی راہیں نکالیں اور وقت کی

Presented by www.ziaraat.com

تمام رکاوٹوں کو دور کر کے اِس اعلیٰ مقصد میں کامیابی کے لئے فضا ہموار کر دی۔ نسیمؔ صاحب نے یہ مرثیہ "پیامِ اُنس ہے انساں کو داستانِ انیسؔ" گذشتہ سے پیوستہ سال جامعہ امامیہ کی مجلس میں پڑھا تھا۔

نسیمؔ صاحب مرثیہ لائے تھے لیکن انہوں نے پڑھا نہیں اس لئے کہ جلسہ مسلسل چار گھنٹے سے جاری تھا۔ اس لئے نسیمؔ صاحب نے اُسی وقت صرف ایک بند نظم کر کے پیش کیا وہ ایک بند میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ دونوں کی مدح میں تھا۔ ملاحظہ ہو۔

انیسؔ کون ۔ خدیوِ سخن خدائے سخن   دبیرؔ ، شاہِ سخن ، خالق بنائے سخن
اُنہی کے جسم پہ موزوں تھی بس قبائے سخن   چراغ دو۲ تھے مگر ایک تھی ضیائے سخن
نشانہ ایک تھا گر مختلف کمانیں تھیں
کہ ذوالفقار کی گویا یہ دو۲ زبانیں تھیں

سب سے آخر میں جناب اصغر حسین صاحب فرزند بابو صاحب فائقؔ (خانوادۂ میر انیسؔ) نے میر انیسؔ کا مرثیہ پیش کیا۔ چونکہ دلّی اور لکھنؤ کا قاعدہ ہے کہ استاد زادے کا ادب کرتے ہیں اور اُسے سب سے آخر میں پڑھوایا جاتا ہے چنانچہ جناب اصغر حسین صاحب نے "یومِ انیسؔ" کے اختتام پر میر انیسؔ کا مشہور مرثیہ پیش کیا:-

"جب کربلا میں داخلۂ شاہِ دیں ہوا"

آخر میں ضمیر اختر صاحب نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور اعلان کیا کہ انشاءاللہ ہر سال اِسی شان سے "یومِ میر انیسؔ" منایا جائے گا اور اب و دیا تین نشستوں میں یہ جلسہ ہوگا۔ یہ جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ شرکت کرنے والے دور دور سے آئے تھے۔ حیدرآباد، میرپور، خیرپور کے حضرات بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔

ماہنامہ "پیامِ عمل" لاہور (انیسؔ نمبر) فروری ۱۹۷۳ء

Presented by www.ziaraat.com

"ادبی معیار" ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء، جلد نمبر ۸۴، شمارہ نمبر ۶۱۱

صمد انصاری کے ساتھ شام منائی جائے گی

کراچی ۲۵ اپریل (پ ر) ادارہ "ادبی معیار" اور ایوان اردو کراچی کے اشتراک سے ۲۶ اپریل شام ۵ بجے ایوان اردو کے سبزہ زار واقع ڈی/۱۴۳ بلاک بی، تیموریہ شمالی ناظم آباد میں ممتاز شاعر صمد انصاری کے ساتھ ایک شام منائی جارہی ہے جس کی صدارت ریئر ایڈمرل ایم آئی ارشد چیئرمین کراچی پورٹ ٹرسٹ کریں گے مہمان خصوصی محترم اظہر حسن صدیقی کمشنر انکم ٹیکس ہوں گے جبکہ ڈاکٹر حنیف فوق، پروفیسر منظور حسین شور، پروفیسر سحر انصاری، راغب مرادآبادی، شہناز نواز اور ضمیر اختر نقوی، صمد انصاری کی شخصیت اور شاعری پر اظہار خیال کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

ماہنامہ ''جامِ جم'' کراچی، جون ۱۹۷۱ء

پروفیسر سردار نقوی

انجمن یادگارِ انیسؔ

اردو کے شعری ادب میں مرثیہ اپنی معنویت۔ تہہ داری اور اثر آفرینی کے اعتبار سے ایک بے مثل اہمیت کا حامل ہے۔ اردو ادب میں مرثیے کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ شاید اتنی ہی پرانی جتنی کہ خود اس ادب کی تاریخ۔ لیکن مرثیے کو آسمانِ ادب کا مہر کامل بنانے کا فرض قدرت نے میر انیسؔ کو سونپا تھا۔ میر انیسؔ کو فن پر جو کامل دستگاہ حاصل تھی اس میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ ان کے فن کا موضوع ان کی شخصیت سے اس قدر ہم آہنگ تھا کہ دراصل انکی شخصیت اور انکا فن ایک ہی حقیقت کے دو روپ ہیں شخصیت اور فن کا یہ اتحاد قدرت کسی کسی کو بخشتی ہے اور یہ بذاتِ خود فنکار کی عظمت کی دلیل ہے۔

گیوئے اردو کی شانہ کشی میں میر انیسؔ کا جو حصہ ہے۔ اسکے متعلق میرؔ صاحب کا یہ ارشاد کہ

کسی نے تیری طرح سے اے انیسؔ
عروسِ سخن کو سنوارا نہیں

Presented by www.ziaraat.com

کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں بلکہ ادبی صداقت کی حیثیت رکھتا ہے۔

میر انیس کے انتقال کو ایک صدی مکمل ہو رہی ہے، سو برس سے زیادہ کے اس عرصے میں میر انیس کی عظمت چڑھتے ہوئے سورج کی طرح بڑھتی ہی رہی ہے۔ جیسے جیسے ادب اور ثقافت کا شعور فروغ پاتا رہا ہے۔ میر انیسؔ کو خراج تحسین پیش کرنا دراصل اپنی تہذیبی شرافت اور ادبی ذوق کی سلیقہ مندی کا اظہار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میر انیسؔ کی صد سالہ یادگار کے موقعہ پر کراچی کے ادیبوں نے میر انیسؔ اور ان کے توسط سے اردو کے مرثیے کے ادب کی تفہیم اور تحسین کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس کام کے لئے ایک انجمن کے قیام کی کوشش کی گئی۔

گورنمنٹ کالج ناظم آباد کے پرنسپل جناب منظر حسین کاظمی اور ان کے نوجوان رفیق سید ضمیر اختر نقوی کی کوششوں سے ایک انجمن کی داغ بیل پڑی۔ جس کا ایک ابتدائی اجلاس ۱۶ مئی ۱۹۷۱ء کو گورنمنٹ کالج ناظم آباد میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں کراچی کے مختلف ادبی رہنما اور نوجوان ادب دوستوں نے شرکت کی۔ (پروفیسر کرار حسین۔ جناب منظر کاظمی۔ جناب ڈاکٹر سید یاور عباس۔ جناب ممتاز حسین۔ جناب مجتبیٰ حسین۔ جناب ڈاکٹر احسن فاروقی اور جناب سید محمد تقی کے علاوہ بھی کئی ادیب اور شاعر اس نشست میں شریک تھے۔) پروفیسر کرار حسین نے تجویز کیا کہ میر انیسؔ کی یادگار کے موقعہ پر ایک لائبریری کے قیام کی سعی کی جائے تا کہ اردو میں مرثیے کے سرمائے کو محفوظ کیا جا سکے۔ ڈاکٹر سید یاور عباس نے اس تجویز سے پورا اتفاق کیا۔ جناب ممتاز حسین نے اسی تجویز کو بڑھاتے ہوئے ایک ٹرسٹ کے قیام کی تجویز پیش کی۔ باہمی صلاح و مشورے سے یہ طے پایا کہ انجمن کی بنیادی تنظیم کے لئے ایک عارضی کمیٹی کی تشکیل کر لی جائے۔ کمیٹی کے صدر پروفیسر کرار حسین اور کنوینر جناب

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر یاور عباس منتخب ہوئے۔ ارکان میں جناب منظر کاظمی۔ جناب ڈاکٹر احسن فاروقی۔ پروفیسر مجتبیٰ حسین۔ پروفیسر ممتاز حسین۔ جناب سید محمد تقی۔ اور سردار نقوی کو شامل کیا گیا۔ جناب ضمیر اختر نقوی کمیٹی کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ اس کمیٹی کے ذمے یہ کام سونپا گیا کہ کراچی کے مختلف ادیبوں، شاعروں اور علم دوستوں کو دعوت دے اور وسیع پیمانہ پر ایک اجلاس منعقد کرے جس میں میر انیس کی یادگار منانے کے پروگرام کو منظم کیا جا سکے۔ کمیٹی کی دعوت پر ایک اجلاس ۳۰ مئی ۱۹۷۱ء کو جناب ڈاکٹر یاور عباس کی قیام گاہ پر منعقد ہوا۔ جس میں کراچی کے نمائندہ دانشوروں نے شرکت کی۔ اجلاس میں طے پایا کہ میر انیس کی یادگار کو بڑے پیمانے پر اور شایانِ شان طریقے سے منایا جائے۔ اس ضمن میں مختلف تجاویز منظور ہوئیں۔ جن میں میر انیس یادگاری لائبریری کے قیام کے علاوہ جلسوں، مذاکروں اور نشستوں کا انعقاد اور کتابوں کی اشاعت شامل ہے۔

اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ ایک باقاعدہ انجمن کی تشکیل کی جائے تاکہ کام کو تنظیم اور سلیقے سے چلایا جا سکے۔ انجمن کا نام ''انجمن یادگارِ انیس'' تجویز کیا گیا اور اسکے لئے مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب کئے گئے۔

سرپرست۔	جناب فیض احمد فیض
صدر۔	جناب پروفیسر کرار حسین
نائب صدر۔	جناب صابر تھاریانی
معتمد۔	جناب نسیم امروہوی
شریک معتمدین۔	جناب ڈاکٹر سید یاور عباس اور جناب ضیاء الحسن موسوی
بانی ادارہ۔	جناب سید ضمیر اختر نقوی

Presented by www.ziaraat.com

مجلس مشاورت۔ جناب پروفیسر منظر حسین کاظمی، جناب ڈاکٹر احسن فاروقی، جناب پروفیسر ممتاز حسین، جناب پروفیسر مجتبیٰ حسین، جناب علی مظہر رضوی، جناب سید محمد تقی، جناب سردار نقوی، جناب سید ذوالفقار علی بخاری۔

(مدیر:-ڈاکٹر یاور عباس)

Presented by www.ziaraat.com

ہفت روزہ اخبار ''شہید'' لاہور...۲۸ جون ۱۹۹۵ء

سیّد اعجاز ثقلین بخاری (ایڈیٹر اخبار شہید لاہور)

عشرہ ہوا تمام شہؑ مشرقین کا

لاہور (نمائندہ خصوصی شہید) ہلالِ محرم نمودار ہوتے ہی عروس البلاد لاہور کے سو سے زیادہ امام بارگاہوں میں مجالسِ عزا کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ عزادارانِ سرکار سیّدالشہدأ اپنے مخصوص سیاہ لباس میں مراسمِ عزاداری کی بجا آوری میں مشغول ہوگئے۔ لاہور شہر کا کوئی ایسا محلّہ نہیں ہے جس میں عُشاقِ اہلِ بیتؑ نے غمِ حسینؑ منانے کے لئے عزاخانہ تعمیر نہ کیا ہو۔ قدیم لاہور میں موچی دروازہ عزاداریٔ مظلوم کربلا کے لئے زیادہ معروف تھا۔ لیکن قیامِ پاکستان کے بعد کرشن نگر (حال اسلام پورہ) عزاداری امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں سب سے آگے ہے۔ لاہور شہر کے بڑے عزاخانوں اور اُن میں واعظین کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

موچی دروازہ نثار حویلی میں علامہ سیّد صابر حسین نقوی آف منڈی بہاؤالدین۔

اندرون بھاٹی گیٹ امام بارگاہ سیدہ مبارک بیگم میں علاّمہ سیّد نسیم عباس رضوی۔

امام بارگاہ خیمہ سادات ایڈورڈ روڈ میں علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی۔

امام بارگاہ بیت السّادات سیّد پارک سنت نگر میں علامہ سیّد صابر حسین نقوی۔

Presented by www.ziaraat.com

امام بارگاہ پانڈو اسٹریٹ اسلام پورہ میں علاّمہ غضنفر عباس تونسوی۔

امام بارگاہ بلاک سیّداں اسلام پورہ میں مولانا ذوالفقار حسین آف کراچی۔

امام بارگاہ بلتستانیہ اسلام پورہ میں علاّمہ تسیم عباس رضوی اور علاّمہ حافظ تصدق حسین۔

امام بارگاہ محمود خاں بختیاری اسلام پورہ میں مولانا صفدر عباس طاہری۔

امام بارگاہ زینبیہ چوہان روڈ اسلام پورہ میں علاّمہ حافظ تصدق حسین۔

امام بارگاہ زینبیہ لٹن روڈ میں مولانا ذوالفقار حسین آف کراچی۔

امام بارگاہ کربلا گامے شاہ میں حمادِ اہلِ بیتؑ سیّد محسن نقوی۔

مسجد و امام بارگاہ حالی روڈ گلبرگ میں علاّمہ سیّد صابر حسین نقوی۔

امام بارگاہ ریزۂ نجف نیلم بلاک علاّمہ اقبال ٹاؤن میں علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی۔

مسجد الحسین اچھرہ اور درگاہِ العباس مغل پورہ میں بھی علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی امام بارگاہ باب العلم نشاط کالونی میں مولانا نذر حسین قمر۔

امام بارگاہ بیکھے وال میں علاّمہ گلفام حسین ہاشمی اور امام بارگاہ بخاری برادران علاّمہ اقبال ٹاؤن میں علاّمہ غضنفر عباس تونسوی نے ایام عشرہ محرم میں خطاب کیا۔

لاہور شہر کی قدیمی مجالس میں معروف ترین اور کثرت سامعین میں معروف ترین اور کثرت سامعین کے لحاظ سے منفرد و مقبول مجلس عزا حسب سابق محرم الحرام کے پہلے جمعہ یعنی ۲ جون کو قائد تحریک ختم نبوت مرحوم و مغفور سیّد مظفر علی شمسی اعلیٰ اللہ مقامہٗ کی رہائش گاہ واقع ۵ انبست روڈ کے سامنے صبح ۸ بجے سے ۵ بجے شام تک منعقد ہوئی۔ جس میں لاہور شہر میں آئے ہوئے اور بیرون لاہور سے کم و بیش ۴۰ علمائے کرام و ذاکرین عظام نے خطاب کیا۔ مرحوم سیّد مظفر علی شمسی کی وفات کے بعد یہ مجلس روایتی شان و توقیر سے زیر انتظام جنرل سیکریٹری ادارہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان سیّد محبوب علی

Presented by www.ziaraat.com

ہمشی ہر سال منعقد ہوتی ہے۔ مجلس عزا کی شاندار کامیابی اور بے پناہ گریہ کو دیکھ کر بانیٔ مجلس کی سرکار سیّد الشہدأ امام حسین علیہ السلام سے والہانہ محبت کا شدید احساس ہوتا ہے۔

مورخہ ۲/ جون کو ہی بر مکان علاّمہ حافظ کفایت حسین مرحوم مجلس عزا صبح ۹ بجے تا ۱۲ بجے دن تک منعقد ہوئی اور حسبِ روایت زیارت شبیہ علم حضرت غازی عباسؑ علمدار برآمد ہوا اور نوحہ خوانی اور ماتم کے بعد زیارت وداع ہوئی۔

مردانہ مجالس کے علاوہ شہر کے بیسیوں امام بارگاہوں میں زنانہ مجالس کا انعقاد ہوا۔ لاہور کینٹ میں احمد ہاؤس نزد کیولری گراؤنڈ اور کرشن نگر میں امام بارگاہ سیّد صداقت حسین زیدی زنانہ مجالس کے لئے بہت مشہور ہیں۔

امام بارگاہ بیت السّادات سیّد پارک میں بھی مردانہ مجالس کے بعد باقاعدہ زنانہ مجالس عزا پورا عشرہ منعقد ہوئیں۔ بالخصوص مجلس سوئم اپنی روایتی آب و تاب سے برپا ہوئی۔ جس سے نامور خطیبہ سیّدہ رُباب رضا بخاری نجوال کینٹ نے مخصوص انداز سے ذکرِ شہدائے کربلا بیان کیا۔ جس میں ریکارڈ گریہ و بُکا ہوا۔ اس کے علاوہ لاہور شہر میں لاتعداد مقامات پر مجالس عزا کا اہتمام کیا گیا اور س طرح سیّدہ عالمین فاطمہ زہرا اسلام اللہ علیہا کو اُن کے جگر گوشہ اور محسنِ انسانیت امام مظلوم کا پُرسہ دیا گیا۔

جلوس ہائے عزا:

لاہور میں جلوس ہائے عزا کا سلسلہ پانچویں محرم سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ مختلف امام بارگاہوں میں علم، مہندی اور شبیہ ذوالجناح کے جلوس حسب روایت برآمد ہوتے ہیں۔ کرشن نگر میں ۵/ محرم کو امام بارگاہ محمود خان بختیاری سے زیارت شبیہ ذوالجناح برآمد ہوا اور اسی دن یعنی ۵/ محرم کو امام بارگاہ زینبیہ چوہان روڈ سے جلوس علم حضرت

Presented by www.ziaraat.com

عباسؑ برآمد ہوا۔ ۶ محرم کو پرانی انارکلی سے بیگم عبدالعباس کے زیر اہتمام زیارت علم و جھولا حضرت شہزادہ علیؑ برآمد ہوئیں اور یہ جلوس امام بارگاہ پانڈواسٹریٹ میں وداع ہوا۔

۷/محرم الحرام کو امام بارگاہ بیت السادات سیّد پارک سنت نگر کی قدیمی زیارت شبیہ ذوالجناح برآمد ہوئیں۔ جس میں عزاداروں کی اکثریت برآمد ہوئی۔ جس میں عزاداروں کی کثرت نے جلوس عزا کو خوب رونق بخشی۔ زیارت سے قبل ذاکر نذیر حسین قریشی، ذاکر شجر حسین شجر، علاّمہ سیّد صابر حسین نقوی اور علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی لکھنوی نے مصائب شہدائے کربلا بیان کیے بالخصوص علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے ذوالجناح کی تاریخ بیان کی اور شہادت حسینؑ تفصیل سے بیان کی۔ ۸ محرم کو کرشن نگر میں بلاک سیّداں سے جلوس شبیہ برآمد ہوئی اور ۹ محرم کو پانڈو اسٹریٹ کرشن نگر سے لاہور کا دوسرا بڑا جلوس عزا با اہتمام سیّد محمد نقوی امروہوی برآمد ہوا۔ جو رات ۱۲ بجے واپس امام بارگاہ پہنچ کر وداع ہوا اور ۹ محرم کو ہی جلوس شبیہ ذوالجناح امام بارگاہ شادمان سے برآمد ہوا اور بخیر و خوبی وداع ہوا۔

شب عاشور ذوالجناح کا مرکزی جلوس ۱۲ بجے رات نثار حویلی موچی دروازہ سے برآمد ہوا جو کچھ دیر قیام کے بعد ۷ بجے صبح دوبارہ اپنے قدیمی راستہ پر روانہ ہوا۔ شدید گرمی کے باوجود جلوس ذوالجناح میں عزاداروں کی کثریت مومنین کے جذبہ محبت اور عزاداری سے لگن کی آئینہ دار تھی۔ صبح سے ہی زنجیر زنی کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ جو شام تک جاری رہا۔ تمام راستہ جگہ جگہ ٹھنڈے پانی اور میٹھی سبیلوں کا وافر بندوبست تھا۔ اہلسنّت حضرات نے مختلف مقامات پر جلوس کا استقبال کیا اور جلوس ذوالجناح بڑی شان سے اپنا سفر مکمل کرتا ہوا رات ۸ بجے کربلا گامے شاہ پر پہنچ کر وداع ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی مجالس میں امسال بھی ریکارڈ رش رہا

لاہور (نمائندہ شہید) ممتاز اسکالر اور صاحب طرز خطیب ڈاکٹر علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی کی مجالسِ عزا امسال بھی کثرت سامعین کے لحاظ سے لاہور میں سب سے زیادہ کامیاب رہیں۔ علاّمہ صاحب موصوف نے لاہور میں چار مقامات پر عشرہ محرم کی مجالس پڑھیں۔ ڈاکٹر صاحب صبح ۷ بجے امام بارگاہ ریزۂ نجف اقبال ٹاؤن میں بعنوان ''شہادت اور ہجرت'' کے موضوع پر بیان فرماتے تھے۔ ۸ بجے شب بمقام امام بارگاہ خیمہ سادات ایڈورڈ روڈ میں عنوان تھا معجزاتِ معصومینؑ رات ساڑھے ۹ بجے مسجد الحسینؑ اچھرہ میں آپ نے سیرتِ رسولؐ کے موضوع پر عشرہ پڑھا اور رات ساڑھے ۱۰ بجے درگاہ العباسؑ مغل پورہ میں محسنین اسلام کے عنوان سے شاندار خطابت کا مظاہرہ فرمایا۔

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی جو گزشتہ پانچ سالوں سے لاہور جیسے علم وادب کے گہوارہ شہر میں مجالس عزا سے خطاب فرما رہے ہیں۔ شاندار اور کامیاب خطابت کی وجہ سے مومنین لاہور سے بھرپور داد تحسین وصول کر رہے ہیں۔

اُدھر علاّمہ موصوف نے اہلِ لاہور کے ذوق سماعت اور مجالس عزا میں پُر خلوص شرکت کی بھی بہت تعریف کی ہے۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب نے میدان تحریر میں بھی بہت زیادہ علمی وادبی کام کیا ہے۔ وہ اب تک ۴۰ سے زیادہ تحقیقی کتب کی تخلیق سے علمی میدان میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

"خبر نامہ، مرکزِ سادات امروہہ کراچی" اپریل ۱۹۸۹ء

سیّد کمال نفیس

یوم شاہ ولایتؒ کے موقع پر محفل مذاکرہ اور محفل سماع شایانِ شان طریقے سے منایا گیا

مطبوعہ "خبر نامہ کراچی" انجمن ساداتِ امروہہ اپریل ۱۹۸۹ء سے اقتباس

حسب سالہائے گزشتہ "یوم شاہِ ولایتؒ" نہایت ادب و احترام کے ساتھ منایا گیا۔ جس میں محفل مذاکرہ اور محفل سماع کے دو پروگرامز منعقد ہوئے۔ اس محفل کی صدارت جناب سیّد خورشید احمد شاہ نے کی جب کہ مہمان خصوصی جناب میر منور علی تالپور وزیر آب پاشی و ہاؤسنگ حکومت سندھ تھے۔

تقریب کا آغاز ۸ بجے شب تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جناب سیّد علی نقوی سیکریٹری جنرل خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے حضرت سیّد حسین شرف الدین شاہ ولایت کی حیات طیبہ و معجزات کرامات اور انجمن کی کارکردگی بیان کی۔ جناب سیّد علی باقر نقوی نے حضرت شاہ ولایت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے نہایت ہی مدلل اور معلوماتی مقالہ پیش کیا آپ نے فارسی میں منقبت اور قطعہ پیش کیا جسے بے حد سراہا گیا۔

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر علاّمہ الحاج ضمیر اختر نقوی نے صوبائی وزراء کو نو تالیف کتاب پیش کی۔ آپ کی یہ کتاب حضرت شاہ ولایتؒ کے کرامات و معجزات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں حضرت شاہ ولایت کے علاوہ آپ کے ہم عصر حضرت نظام الدین اولیاء، علامہ حلّی (نجف)، حضرت شیخ سعدی (ایران) اور حضرت امیر خسرو (انڈیا) جیسی عظیم شخصیات کی حیات پر اور ان کے عظیم کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تقریب رونمائی کے بعد صدر انجمن جناب سیّد شبیب الحسن نے حاضرین کرام، بزم کے صدر اور مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کیا۔ اور انجمن سادات امروہہ کا مختصراً تعارف کرایا۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''ڈان'' کراچی مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۹۵ء

تحریر: حسن عابدی　　ترجمہ: ماجد رضا عابدی

میر انیسؔ پر ضمیر اختر نقوی کی کتاب کی رونمائی

سیّد ضمیر اختر نقوی کی کتاب ''خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعرا'' کی تقریبِ اجرا میر انیسؔ اکاڈمی اور آرٹس کونسل کے اشتراک سے آرٹس کونسل آف پاکستان میں سیّد ہاشم رضا کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

سیّد ضمیر اختر نقوی ایک سو سے زائد کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں بشمول اس کتاب کے یعنی ''خاندانِ انیسؔ کے نامور شعرا'' جس میں مشہور و معروف شاعر و مفکّر اور ان کے خاندان کے لوگوں کی تفصیلات دی گئی ہیں جو خود بھی فنِ تحریر کے مشّاق تھے۔

مقررین جنھوں نے ضمیر اختر نقوی کی ادبی خدمات کو سراہا ان میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ڈاکٹر عالیہ امام، پروفیسر سحر انصاری، محمد رضا کاظمی اور دوسرے شامل تھے۔ ہر مقالہ نگار نے ضمیر اختر نقوی کی عمیق فلسفیانہ معلومات، ان کا مطالعۂ ثقافت اور برصغیر کی مذہبی روایات سے ان کی دلچسپی کو سراہا۔ ''خاندانِ میر انیس'' ایک قیمتی اور گرانقدر

Presented by www.ziaraat.com

صحیفہ ہے، اس کے ابواب ایک صدی پر محیط ہیں جو میر انیسؔ کے فن اور زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں اور ان سب پر بھی جو ان کے بعد آئے جن میں میر نفیسؔ اور میر مونسؔ ... دیگر شامل ہیں ہر مقرر نے مصنف کی محنتوں کی تعریف کی جو انھوں نے کتاب کے تحریر کرنے کے لیے کی ہیں۔

سیّد ہاشم رضا نے کہا بلا اختلاف میر انیسؔ اردو کے سب سے بڑے شاعر ہیں اور ان پر کام کرنے والے اور ان کی حیات مرتب کرنے والے سیّد ضمیر اختر نقوی لوگوں کے حافظوں میں اپنی اس تصنیف کی وجہ سے محفوظ رہیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

انتظار حسین:

قیمتی تحقیقی کام

روزنامہ ڈان کا تبصرہ

ضمیر اختر نقوی ایک مختلف طرزِ فکر رکھنے والے مقرر ہیں جنھوں نے اپنی خوش کلامی و رنگین بیانی کے باوصف میر انیسؔ کے مرثیوں میں قوتِ متخیلہ کی حامل خصوصیات کو اجاگر کیا۔ انھوں نے میر انیسؔ کے یہاں پائی جانے والی رنگوں کی ایک انوکھی تصویر کو منکشف کیا اور کہا کہ یہ مناظر اور یہ الفتِ الوان میر انیسؔ کے یہاں خوش اسلوبی اور باقاعدگی سے نظر آتے ہیں۔

ضمیر اختر نقوی نے میر انیسؔ کے مرثیوں میں نظر آنے والے جانوروں کے بارے میں بھی فرمایا۔ آپ نے کہا کہ گھوڑے کو ہٹا کر شیر ایک ایسا جانور ہے جو ہر منظر پر حاوی نظر آتا ہے اور اس کے ذیل میں ضمیر اختر نقوی نے ایک مفصّل بیان پیش کیا۔

حقیقت میں ضمیر اختر نقوی صرف ایک ساحر البیان خطیب ہی نہیں ہیں بلکہ ان روایتی خطیبوں سے قطع نظر جو محرّم کے ذکر سے منسلک ہیں، ضمیر اختر نقوی نے ہماری مذہبی شاعری کے شعبے میں بھی بہت سے قیمتی تحقیقی کام کیے ہیں۔

ان تحقیقی کاموں میں سے ایک کتاب بعنوان ''شعرائے اردو اور عشق علی'' ہے۔

اس کتاب میں انھوں نے ہماری مذہبی شاعری، یعنی منقبت کی تاریخ کا سراغ لگایا ہے جو عربی، فارسی اور آخر میں اردو مذہبی شاعری سے ملحق ہے اور یہ عربی میں حسان بن

Presented by www.ziaraat.com

ثابت، فارسی میں فردوسی اور اردو میں قلی قطب شاہ کے دور سے شروع ہوتی ہے۔

ایک اور کتاب ''خاندانِ میر انیسؔ کے نامور شعرا'' کے نام سے شائع ہوئی۔ یہ تحقیقی کتاب میر انیسؔ کے خاندان سے تعلق رکھنے والے مرثیہ گویوں کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

مرثیہ نگاری خاندانِ انیسؔ میں ایک قیمتی اور مقدس وراثت کے طور پر نسلاً بعد نسلاٍ منتقل ہوتی رہی۔ میر انیس اپنے خاندان کی چوتھی پشت سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے نمونۂ عمل بن گئے۔ ضمیر اختر نقوی کا یہ کام اسی مرثیے کا نسلی وحسبی معائنہ ہے۔

ضمیر اختر نقوی نے اس خاندان کے مرثیائی شعور و ذوق کے تذکرے کا میر ضاحکؔ کے دور سے آغاز کیا ہے (میر ضاحک، میر انیسؔ کے عظیم المرتبت دادا تھے) اور اس سفرِ ذوق کا اختتام میر لائقؔ لکھنوی پر کیا ہے جو انیسؔ کے بعد چوتھی نسل میں ہیں اور اس طرح مجموعہ طور پر آٹھ نسلیں سامنے آتی ہیں۔ خاندانِ مرثیہ نگاری کے اس سفر کی شروعات اٹھارہویں صدی کی دوسری دہائی میں ہوتی ہے اور اختتام موجودہ صدی کی سترّویں دہائی میں ہوتا ہے جس میں خاندانِ میر انیسؔ کے آخری مرثیہ نگار میر لائق نے اپنی زندگی کی آخری سانسیں گنیں۔

اردو شاعری کی تاریخ میں انیسؔ کے دادا ہجو نگاری میں سودا کے حریف کے طور پر بھی مشہور ہیں جو خود اپنے عہد کے ایک عظیم ہجو نگار تھے۔

میر ضاحک کے بیٹے میر حسن اپنی مثنوی ''سحر البیان'' کے حوالے سے ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ یہ مثنوی آج بھی اب تک لکھی جانے والی تمام مثنویوں کے مقابلے میں اپنی آب وتاب کے ساتھ ادب میں جلوہ گر ہے۔ باپ اور بیٹے، دونوں

Presented by www.ziaraat.com

ایک بلند مرتبہ اور الگ طرزِ فکر رکھنے والے شاعر تھے۔ انھوں نے اکثر مرثیے اور سلام بھی لکھے لیکن اس شعبے میں پہچان حاصل کرنے کی پروا نہیں کی۔ میر حسن کے بیٹے میر خلیق نے مرثیہ گوئی میں مقام حاصل کیا، حالانکہ وہ اپنے عہد میں غزل نگار کے طور پر زیادہ پہچانے جاتے تھے۔ بنیادی طور پر میر خلیق ایک غزل نگار تھے۔ انھوں نے مرثیے، سلام اور رباعیات لکھیں اور جلد ہی مرثیہ نگاری میں اپنی الگ شناخت کے حامل ہو گئے۔ انھوں نے اپنی یہ میراث اپنے تین بیٹوں میں منتقل کی جن میں ایک میر انیسؔ بھی تھے اور ان کو ایک صاحبِ فن خاندان کے فرد کی حیثیت سے دیکھا جا سکتا ہے۔ جنھوں نے اپنے رنگ کو بڑی تگ ودو اور جاں فشانی کے ساتھ اپنے بھائیوں اور بچوں میں منتقل کیا اور ان کو اس قابل کیا کہ وہ افقِ فن پر جگمگا سکیں۔

اس تمام کارروائی کا سہرا ضمیر اختر نقوی کے سر جاتا ہے جنھوں نے تحقیق کی کٹھن منزلوں سے گزر کر تاریخ کے دھندلکوں سے اس خاندان کی شناخت کو دوبارہ اُجاگر کیا ہے، اس خاندان کے ہر فرد کو مرثیہ نگاری میں عظیم اور معزز مقام پر دکھانے کی کوشش کی ہے اور انھوں نے کئی ایسے مرثیے جو غیر مطبوعہ تھے، اس کتاب میں شامل کیے ہیں۔ یہ ضخیم کتاب ۹۸۸ صفحات پر پھیلا ہوا ایک تفصیلی وتشریحی تذکرہ ہے ان مرثیہ نگاروں کا جن کا تعلق خاندانِ میر انیسؔ سے ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

مطبوعہ ڈان میگزین۔ مورخہ ۲۸ مئی، ۲۰۰۰ء (اتوار)

انتظار حسین

رنگوں کی زبان

میر انیسؔ کو رنگوں کی فقید المثال آگاہی حاصل تھی جو کسی اور اردو شاعر کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس بات کا اعادہ و اظہار ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے اپنی نئی کتاب ''میر انیسؔ کی شاعری میں رنگوں کا استعمال'' میں کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب انیسؔ کی شاعری پر نقد و نظر کا نیا باب کھولتی ہے۔ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے میر انیسؔ پر نقد و نظر کا نیا باب کھولا ہے جو اردو تنقید میں عام نہیں۔

خاص طور سے میر انیس پر ناقدین فن عام طور سے ان حدودِ تنقید سے آگے نہیں بڑھے جیسا کہ مولانا شبلی میر انیسؔ کی مرثیہ گوئی پر تنقید کے ذیل میں اپنے مشہور مقالے ''موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ'' میں پیش کر چکے ہیں۔

ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی زیرِ نظر کتاب شبلی کے اندازِ نقد و نظر سے علیحدگی پر دلالت کرتی ہے۔ میر انیسؔ کی مرثیہ گوئی کے ذیل میں ایک نئے اندازِ فکر کی دریافت ہے۔ اس پسِ منظر میں میر انیسؔ ایک عام روایتی مرثیہ گو شاعر سے ہٹ کر بالکل مختلف

Presented by www.ziaraat.com

شاعر نظر آتے ہیں۔

اس مطالعہ کی تمہید کے طور پر ضمیر اختر رنگوں کے سلسلہ میں اس کے سائنسی تعلق و تعمق پر بحث کرتے ہوئے رنگوں کا انسانی زندگی کے اثر پر تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ کچھ مغربی مفکرین اور حکما کی آرا سے استفادہ کرتے ہوئے کچھ دلچسپ مشاہدات بھی پیش کرتے ہیں۔

رنگ ضمیر اختر کے بموجب آسانی سے ناپے جاسکتے ہیں اور انھیں آسانی سے دکھلایا جاسکتا ہے اعداد و شمار کے ذریعہ سے ابتدائی رنگ، ضمیر اختر کے بقول چند ہیں۔ تین یا چار اور ثانوی رنگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ جہاں تک ابتدائی رنگوں کا تعلق ہے نیوٹن (Newton) نے ان رنگوں کی تعداد سات بتائی ہے۔

لیکن بعد کے محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ابتدائی رنگ صرف تین ہیں تمام دوسرے رنگ ان تینوں رنگوں کے امتزاج سے عمل میں آئے ہیں اور یہ رنگ تین سرخ، سبز اور نیلے ہیں۔

کچھ حکما پیلے یعنی زرد رنگ کو بھی شامل کرتے ہیں۔ ضمیر اختر نے حضرت علیؑ کا ارشاد بھی پیش کیا ہے جس کے رُو سے سرخ، سبز، پیلا اور سفید ابتدائی رنگ ہیں۔

ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے رنگوں کو پیش کیا ہے جیسا کہ اردو زبان نے اخذ کیا ہے۔ اردو میں رنگوں کی ایک لمبی فہرست ہے جن کے نام اور صفات جانوروں، پھلوں، پھولوں، درختوں، پرندوں اور فطرت کے دیگر اجزا کے ناموں سے اخذ کیے گئے ہیں۔

اردو میں کلر (Colour) کا متبادل لفظ ''رنگ'' ہے۔ یہ لفظ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کے بموجب سینتیس معانی رکھتا ہے اور انیسؔ نے ضمیر اختر کے بموجب سینتیس انداز میں استعمال کیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نے نظیر اکبر آبادی اور جوش ملیح آبادی کو خاص طور سے منتخب کیا ہے جو رنگوں کے تذکرے مزے لے کر بیان کرتے تھے لیکن بقول ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر کے ایسا لگتا ہے وہ رنگوں کو گنوانے میں ہی مطمئن تھے۔ لہٰذا وہ رنگوں کی ایک طویل فہرست بنوانے میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں لیکن برخلاف ان کے انیسؔ رنگوں کا استعمال نہایت مصورانہ اور تخلیقانہ انداز سے کرتے ہیں۔

ہم رنگوں کا تجزیاتی مطالعہ انیسؔ کے مرثیوں میں کر سکتے ہیں۔ مقتدر ناقد نے ہمیں بتلایا ہے ان رنگوں کے متعلق جو انیسؔ کو مرغوب تھے جن کی واقعہ کربلا کے حوالے سے ایک خاص حیثیت واہمیت تھی اور اسی توسط سے ان رنگوں کا واقعہ کربلا کے اظہار میں بیان ہوا ہے۔

سرخ اور سبز وہ دو رنگ ہیں جن کا واقعۂ کربلا سے ایک خاص تعلق ہے۔ جیسا کہ توقع تھی میر انیسؔ نے متعدد بار ان رنگوں کا استعمال کیا ہے اور ہر مرتبہ ایک نئے مصوّرانہ حسن اور زیبائش کے ساتھ یہ رنگ پیش کرتے ہیں۔

لیکن کچھ رنگ ایسے ہیں جو کربلا کے واقعہ سے متعلق نہیں نظر آتے۔ ان میں سے ایک رنگ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے منتخب کیا ہے، وہ رنگ ہے اودا یا ارغوانی، اس رنگ کو میر انیسؔ کن حالات میں اور کس چابکدستی سے استعمال کرتے ہیں۔ انیسؔ کے پسندیدہ پانچ انداز اور رنگوں کے استعمال کے اس نکتے پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے وہ ایسے مواقع پیش کرتے ہیں جہاں ان رنگوں کا استعمال ہوا ہے۔

اس طور کے رنگوں کا استعمال کرتے ہوئے پورا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے اور رنگ کا ایک نئے معنی اور ایک نئے چھب میں استعمال پیش کیا گیا ہے۔ ایسے نمایاں اور اچھوتے حسن کی وجہ سے اس کا کسی دوسری بولی اور محاوروں میں ترجمہ نہیں ہوسکتا۔ یہ وہ مقام

Presented by www.ziaraat.com

ہے جہاں ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے یہ پیش کیا ہے کہ انیسؔ ترجمے سے بالا ہیں۔

تو رنگوں کے تناظر میں انیسؔ پر یہ تخلیقی مطالعہ ہے جسے ضمیر اخترؔ نے پیش کیا ہے۔

انیسیات میں یہ مطالعہ ایک بیش بہا اضافہ ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

شاہد ملک (ملتان)

ملتان آرٹس کونسل کے میر انیسؔ سیمینار میں علّامہ ضمیر اختر کا تاریخی خطاب

اہلِ ملتان میر انیسؔ سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ جس کا ثبوت انہوں نے آرٹس کونسل ملتان میں منعقدہ میر انیسؔ سیمینار میں اپنی بھرپور شرکت اور داد و تحسین کی فلک شگاف صداؤں سے دیا، اس یادگار تقریب کا اہتمام میر انیسؔ اکیڈمی ملتان نے کیا تھا، منتظم اعلیٰ و نقیبِ محفل ڈاکٹر شوذب کاظمی تھے، صدر تقریب علامہ ضمیر اختر نقوی، مہمانانِ خصوصی پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی، عمر کمال ایڈوکیٹ اور مہمان اعزاز ذکاء اللہ انجم ملغانی تھے۔ علّامہ صاحب کی پیش خوانی کے لئے محمد علی کاظم نے مرثیہ انیسؔ:

جب قطع کی مسافت شب آفتاب نے

تحت اللفظ میں پڑھا، خصوصی خطاب خطیب نوجواں، ادیب و شاعر ڈاکٹر ماجد رضا عابدی کا ہونا تھا، لیکن کچھ ناقص انتظامی امور کے باعث اُن کی ملتان میں موجودگی کے

Presented by www.ziaraat.com

باوجود میزبان انہیں بروقت ہال تک نہیں پہنچا سکے، اور اس طرح ہم ایک پُرمغز مقالے سے محروم رہے۔

اگرچہ اس تاریخی سیمینار کے لیے مقامی جامعہ کے وائس چانسلر، ڈین حضرات اور ادبیات کے پروفیسرز کو بھی مدعو کیا گیا تھا، تاہم تقریب کے نظام الاوقات کے دفتری نظام الاوقات سے متصادم ہو جانے کے باعث وہ شریک نہ ہو سکے، پھر بھی شہر کے علمی ادبی، سیاسی، سماجی دانشور طبقوں سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد نے علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کا خطاب سُنا، اور پسندیدگی کے ساتھ ساتھ اپنے علم میں اضافہ محسوس کیا، حالانکہ علاّمہ صاحب کو یہ موضوع فی الفور دیا گیا تھا، اس کے باوجود انہوں نے دو گھنٹے کے طویل دورانیے میں موضوع سے سرِ مو انحراف نہیں کیا، اور نہ ہی سامعین کی دلچسپی میں کوئی کمی آنے دی، اس تقریب میں آرٹس کونسل ملتان کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر سید محمد علی واسطی نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ایک بڑے پردے پر میر انیسؔ سیمینار کا نقش ایک مقامی فنکار سے قدِ آدم پردے پر خوبصورت لکھوا کر آویزاں کروایا۔

علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی قبلہ کی مکمل تقریر نذرِ قارئین ہے :-

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے درود و سلام محمد و آلِ محمد پر

میں عمر کمال صاحب کی تقریر سن رہا تھا جس میں انہوں نے دلی جذبات کا اظہار کیا، اور عاصی کرنالی صاحب کی نظم، اور پھر تمام سامعین کی اتنی دلچسپی سے اندازہ ہوا، میں نہیں سمجھ رہا تھا کہ ملتان میں اتنی محبت میر انیسؔ کے لیے موجود ہے، جس کا مجھے آپ کی آوازوں سے اندازہ ہوا، ایک لکھنؤ سے دور خطہ (ملتان) اور یہاں بھی میر انیسؔ کے شائقین ہمارے سامنے تشریف فرما ہیں (بہت خوشی ہوئی) اور جیسا کہ کمال

Presented by www.ziaraat.com

صاحب نے کہا کہ اگر وہ حضرات بھی یہاں ہوتے کہ جو ایجوکیشن سے متعلق ہیں، انہیں بھی اِس موقع پہ ہونا چاہیے تھا، بہر حال اُن سب کی نمائندگی ڈاکٹر شوذب کاظمی صاحب کر رہے ہیں، کہ انہوں نے یہ محفل سجائی ہے، اُن کا تعلق بھی تعلیمات سے ہے، اِس میں نہ میر انیسؔ کی فضیلت میں کمی ہوگئی، اور نہ جو شریک ہوئے ہیں انہیں اس بات کا احساس ہوگا، چونکہ اِس ملک کا ماحول ہی کچھ ایسا چل رہا ہے کچھ برسوں سے، کہ تمام شعبے جو ملک چلا رہے ہیں وہ سب علم واَدب سے بہت دُور چلے گئے ہیں۔ اور اُن کو واپس لانا کسی ایک شخص کے بس کی بات نہیں، اس لیے کہ ماحول ہی اب یہ تیار ہوتا جارہا ہے کہ علم وادب کے بغیر کام چلایا جائے، اور یہ روّیہ آنے والے دور کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوگا۔ اب آپ دیکھیے کہ عمر کمال صاحب کہہ رہے تھے کہ نصاب میں پہلے میر انیسؔ کو پڑھایا جاتا تھا، کورس کی کتابوں میں اُن کا کلام، اُن کی رباعیات، اُن کے مرثیے بچوں کو اسکولوں، کالجوں میں پڑھائے جاتے تھے، اب بھی ہے تو کورس میں، لیکن ایم۔اے اردو میں، مجبور ہے کہ ایم، اے (اردو) میں پورا اردو ادب پڑھنا پڑتا ہے، اِس لیے جہاں غالبؔ، میرؔ، ذوقؔ، اور مومنؔ کو پڑھایا جاتا ہے تو ضروری ہے کہ میر انیسؔ کا کلام بھی پڑھایا جائے، لیکن ابتدا سے ایسا اخلاقی کلام بچے کو پڑھایا جائے تو اس کے بہت سے فوائد ہوتے ہیں۔

اسی سال آرٹس کونسل کراچی میں میر انیسؔ پر تقریر کرتے ہوئے میں نے یہ بات کہی تھی، اور وہاں ہمدرد یونیورسٹی کے وائس چانسلر، اور کئی کالجوں کے پرنسپل اور پروفیسر بھی وہاں موجود تھے، کہ اگر پاکستان میں کالجوں اور اسکولوں میں ابتدا سے پہلی کلاس سے بچوں کو میر انیسؔ پڑھایا جاتا رہتا، اور آرمی کے ٹریننگ سکولوں میں، اور جیل خانوں میں اور تمام حکومتی شعبوں میں میر انیسؔ کا درس دیا جاتا تو پاکستان میں کبھی بھی

Presented by www.ziaraat.com

دہشت گردی نہ ہوتی، اور بعد میں میرے اِس بیان کو شائع بھی کیا گیا تھا جنگ اخبار میں، اور اس کے جواب میں ایک ڈاکٹر نے یہ بھی کہا تھا کہ کیا کیا جائے پاکستان کے ایجوکیشن کا ڈھانچا ایسا ہے کہ نصاب میں ہم کسی طرح بھی اِس کو داخل نہیں کر سکتے، اِس لیے کہ ماحول ہی ایسا بنا دیا گیا ہے کہ اِس کو واپس کیسے لایا جائے اخلاقیات کی طرف، ظاہر ہے کہ سب کو مشکل نظر آتی ہے۔

جو ایجوکیشن کی حالت جارہی ہے پاکستان میں اِس کے دو نمونے ہم آپ کو سناتے ہیں کہ اِسی سال، آرمی سکول میں (جہاں پڑھائی اچھی ہوتی ہے) اور کراچی میں کافی اسکول ہیں، تو ایک خاتون جو کاپیاں جانچ رہی تھیں۔ اردو جو پڑھائی جارہی ہے، اس میں کاپیاں جانچتے جانچتے انہوں نے کئی لطیفے مجھے سنائے، جو بچوں نے اُس میں لکھے تھے، مثلاً کچھ محاورے دیئے جاتے ہیں کہ انہیں اپنے لفظوں میں استعمال کیجیے، اِسی طرح کچھ مصرعے دیئے جاتے ہیں کہ یہ شاعر نے کس کے بارے میں کہا ہے۔ دو محاورے انہوں نے مجھے پڑھ کر سنائے، ایک تو محاورہ تھا عمرِ نوح، کے معنی بتایئے؟ اور اِس کو اپنے محاورے میں بیان کیجیے۔ تو کاپی میں لکھا تھا کہ عُمرِ نوحؑ کے معنی یہ ہیں کہ حضرت عمر کی عمر سب سے زیادہ تھی، اور اُس کو انہوں نے محاورے میں استعمال کر دیا، ایک مصرعہ تھا کہ

؎ کس شعر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے

تو اس کے ذیل میں یہ لکھا تھا کہ یہ مصرع، یہ آمد خالد بن ولید کے لیے شاعر نے کہا ہے، تو یہ ہے ایجوکیشن کا معیار پاکستان میں۔

اب اس کا میں موازنہ کرتا ہوں تیس، چالیس سال پہلے میرٹھ میں مظہر علی خان ایک پروفیسر تھے انگریزی کے، انہوں نے ایک واقعہ سُنایا کہ میں میرٹھ میں پڑھایا کرتا

Presented by www.ziaraat.com

تھا، تو میں کاپیاں جانچ رہا تھا، تو اُس میں کچھ لفظ دیئے گئے تھے کہ اِن لفظوں کو آپ اپنے محاوروں میں استعمال کریں، تو ایک لفظ تھا ''فرق'' تو تمام بچوں نے فرق کے معنی لکھے، فاصلہ اور یہ معنی ہیں فرق کے، ایک طالب علم نے لکھا تھا فرق کے معنی ہیں سر، وہ کہنے لگے کہ میں نے کاپی بند کردی، اور وہ کاپی لے کر میں اُس لڑکے کا پتہ کرتا ہوا اُس کے گھر پہنچا، اور میں نے اُس سے پوچھا کہ تم نے جو فرق کے معنی سر لکھے ہیں کیا تم نے میر انیسؔ کو پڑھا ہے، تو اُس نے بتایا اکثر میرے والد مجالس کی پیش خوانی کے لیے رباعیاں یاد کرواتے ہیں، میں اکثر میر انیسؔ کا کلام مجلس میں پڑھتا ہوں۔ اس لیے مجھے فرق کے معنی معلوم ہیں کہ فرقِ مبارک، میر انیسؔ نے سر کے لیے استعمال کیا ہے،

تو اردو سیکھنا، پڑھنا مسئلہ نہیں ہے، مسئلہ یہ ہے کہ جس کو آپ اپنی قومی زبان کہیں، اگر وہی زبان ملک میں رہنے والے اچھی طرح سے نہ سمجھ سکیں، نہ بول سکیں، تو یہ کتنی بڑی ٹریجڈی ہے، اور پھر صرف میر انیسؔ نہیں بلکہ جو اردو کے تمام کلاسیکل شعرا ہیں اُن کو ہمارے نصاب میں شامل ہونا چاہیئے، ہمارے ملک میں اِن شعرا کا پیغام نظر انداز کیا جارہا ہے۔ اُن کی شاعری سے اپنے مطلب کی چیزیں حاصل کر لی گئی ہیں، لیکن اُن کے پیغام کو نہیں سمجھا جارہا۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف

اب دیکھیئے، اقبالؔ کے کتنے شعر مشہور ہیں، اخباروں میں لکھے جاتے ہیں، ٹی وی میں پڑھے جاتے ہیں، ریڈیو پہ آتے ہیں، کتابوں، رسالوں میں آتے ہیں، دیواروں پہ لکھے جاتے ہیں۔ لیکن کتنا عجیب معاملہ ہے یہ کہ اقبالؔ نے صرف پیغام یہ دیا تھا مسلمانوں کو کہ جب تک کہ آپ خاندان اچھا نہیں بنائیں گے، اُس وقت تک آپ اچھا معاشرہ نہیں بناسکتے، اور اچھا معاشرہ نہیں بن سکتا، خاندان کے بغیر، اور معاشرے کے بغیر محلّہ آباد نہیں ہوسکتا، اور جب اچھے محلے نہیں ہونگے تو کبھی شہر اچھا نہیں ہوسکتا،

Presented by www.ziaraat.com

اور جب شہر اچھے نہیں ہوں گے تو ملک کبھی اچھا نہیں ہوگا۔ اور انہوں نے بنیاد بتا دی، کہ پیغمبر اکرمؐ نے قوم پہلے نہیں بنائی، پہلے اپنے خاندان کو آئیڈیل بنایا اور جب انہوں نے تربیت کرلی، وہ طبقہ جن کو انھیں آئیڈیل بنانا تھا، اُس کے بعد انہوں نے اپنے گھر والوں کو پیغام دیا، پھر خاندان کو، پھر برادری کو، پھر محلے کو، پھر شہر مکہ کو، پھر جزیرہ عرب کو، پھر پوری دنیا کو، تاکہ پلٹ کر کوئی دنیا کا انسان محمدؐ سے یہ نہ کہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ بیٹا ایسا ہو بیٹی ایسی ہو، بھائی ایسا ہو، نواسہ ایسا ہو، تمہارے اپنے گھر کا کیا حال ہے؟

جیسے جیسے پیغام دیتے گئے محمدؐ، ویسے ویسے دنیا پلٹ کر دیکھتی رہی کہ واقعی بیٹی فاطمہؑ جیسی ہونی چاہیے، بھائی علیؑ جیسا ہونا چاہیے، بیٹے حسنؑ اور حسینؑ جیسے ہونے چاہئیں، یہ تیاری کر کے نبیؐ دنیا کے سامنے آئے تھے، پہلے اپنے گھر کو سجایا۔ علامہ اقبالؔ نے اسرارِ خودی میں یہی بات کہی ہے کہ ایجوکیشن کا پہلا اصول یہی ہے کہ استاد پہلے اپنے گھر کو اس تعلیم سے آراستہ کرے جس تعلیم کا پیغام وہ زمانے کو دینا چاہتا ہے۔ اب پوری کائنات میں اس مثال کے لیے چیلنج ہے یہ میرا کہ کسی بھی خاندان کو دنیا آئیڈیل بنانا چاہے کہ ایک ہی گھر میں اچھا بیٹا بھی مِل جائے، اچھا بھائی بھی مِل جائے، اچھی بیٹی بھی مِل جائے، اچھی ماں بھی مل جائے، اچھی بیوی بھی مل جائے تو کیا پوری کائنات میں، روئے زمین پر ڈھونڈے سے بھی کوئی خاندان ملے گا؟ نہیں ملے گا، اس لیے کہ ایک خاندان پوری کائنات میں ایسا ہے کہ جس گھر کا ہر رشتہ پاکیزہ ہے،

ایک ہمارے نقاد ہیں سلیم احمد اُن کا انتقال ہوگیا۔ ''حریت'' اخبار میں وہ مضامین لکھا کرتے تھے، اور بڑی مشہور کتابیں تنقید نگاری کی اُن کی موجود ہیں۔ تو اُن سے فرمائش کی انجمن ترقی اردو نے کہ آپ میر انیسؔ پر ایک مضمون لکھ دیجیے، پہلے تو انہوں نے معذرت کی کہ اگر میں لکھوں گا تو لوگ اُس پر تنقید کریں گے، لیکن جب بہت لوگوں

Presented by www.ziaraat.com

نے اصرار کیا تو انہوں نے کہا اچھا ہم لکھیں گے، تو ظاہر ہے بہت ہمت کی بات تھی جو وہ کہنا چاہتے تھے، انہوں نے اپنے مضمون کا عنوان رکھا،

''چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے''

اُس میں انہوں نے یہ لکھا کہ اردو کے جتنے شاعر ہیں، پہلے تو ہم یہ طے کرتے ہیں کہ اردو کے چار بڑے شاعر کون ہیں؟ کن چار ستونوں پر اردو کا محل تعمیر ہے، اور انہوں نے یہ انتخاب کیا کہ اردو کے متفقہ طور پر چار بڑے شاعر ہیں، ایک میر تقی میرؔ ہیں، ایک غالبؔ ہیں، ایک میر انیسؔ ہیں اور ایک علامہ اقبالؔ ہیں، انہوں نے کہا کہ چار بڑے شاعر ہیں، اُس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ یہ تو طے ہو گیا کہ یہ چار بڑے شاعر ہیں اَب یہ طے کرنا ہے کہ اِن چاروں میں بڑا کون ہے؟ یہ انہوں نے اپنے مضمون کا ایک خاکہ تیار کیا، اور مضمون لکھا، اور بہت مشہور ہوا اُن کا مضمون، انہوں نے کہا کہ اگر ہم یہ دیکھیں گے کہ لفظیات کس کے اچھے ہیں، فکر کس کی اچھی ہے، صنعتیں کس نے استعمال کیں، یہ بحث نہیں کریں گے ہم یہ بحث کریں گے کہ اِن چاروں نے اپنی شاعری میں جس انسان کو پیش کیا ہے وہ انسان کتنا بڑا ہے؟ اب انہوں نے پہلے تجزیہ کیا کہ میر تقی میرؔ کا انسان کیا ہے، اُن کی شاعری میں؟ تو انہوں نے کہا کہ میر تقی میرؔ کے یہاں جو انسان ہے، وہ انسان بڑا غم زدہ ہے، روتا دھوتا رہتا ہے، اور اپنے محبوب کی یاد میں حجرے میں منہ لپیٹے پڑا رہتا ہے، دکھوں میں اُس کی زندگی ہے، باہر وہ آتا نہیں، معاشرے میں کسی سے ملتا نہیں، آدم بیزار ہے، دوست بناتا نہیں، سڑکوں پہ آتا نہیں، تنہائی پسند ہے، خاندان بناتا نہیں، تنہا ہے،

اُنھوں نے کہا کہ غالبؔ کی شاعری میں جو انسان ہے، وہ بڑا شوخ ہے، بڑا شریر ہے، بڑا عیّار ہے، بڑا مکار ہے، وہ بازاروں میں بھی جاتا ہے، وہ عشق بھی کرتا ہے، وہ

Presented by www.ziaraat.com

لوگوں کو دھوکے بھی دیتا ہے، یہ انسان ہے غالبؔ کا،

انہوں نے کہا اور جو اقبالؔ کا انسان ہے، وہ سُپر مین ہے، وہ مومنِ کامل ہے۔ وہ آسمان پر چڑھا بیٹھا ہے، ہوا میں پرواز کرتا ہے، وہ زمین پہ آتا ہی نہیں، وہ بلندیوں پر ہے اور معاشرہ اُسے بلندی پر دیکھتا ہے کہ بڑا متقی ہے، بڑا پرہیز گار ہے، نمازی ہے اور بس وہ اوپر ہے، بلندترین ہے۔

اور انہوں نے کہا کہ میر انیسؔ کا انسان (اَب یہاں پر وہ رُکے) انہوں نے کہا کہ اِس معاشرے میں میر تقی میرؔ کا انسان چلے گا؟ رونے دھونے والا کہا نہیں چلے گا، کہا غالبؔ کا جو عیّار، مکّار ہے، شوخ وشریر ہے وہ چلے گا، کہا نہیں، سب اُسے پسند نہیں کریں گے، کہا اقبالؔ کا مومنِ کامل، سپر مین، کہا وہ ابھی آیا ہی نہیں۔ وہ تو انتظار ہے کہ آئے گا، وہ تو اقبالؔ کا ایک تصور ہے کہ انسان کو مسلمان کو ایسا ہونا چاہیے، تو ویسا انسان تو ابھی آیا نہیں، اُس کے انتظار میں ہیں سب، کہ وہ آئے گا، تو معاشرے میں وہ انسان ڈھونڈے سے ملے گا نہیں کہ جب تک وہ آئے نہ تو یہ انسان بھی معاشرے میں موجود نہیں، لیکن کہا میر انیسؔ کا انسان جو ہے،

اُس انسان کو دیکھیے اُس کا اپنا خاندان ہے، اُس کے ماں، باپ ہیں، اُس کے بھائی، بہن ہیں، اُس کے بھانجے، بھتیجے ہیں۔ اُس کے بیٹے ہیں اُس کے خاندانی مسائل ہیں، دُکھ درد ہیں، خوشیاں ہیں، وطن ہے، وطن سے باہر ہے، کبھی راستے میں ہے، کبھی صحرا میں ہے، اُس کی بیٹی ہے، وہ وطن میں ہے، وہ بیمار ہے اُس کی بھی فکر ہے، اُسے دین کی خدمت کرنی ہے، اُس کو جہاد بھی کرنا ہے، اُسے قربانی بھی دینا ہے، اُس کو معاشرے کی بھی فکر ہے، قوم کی بھی فکر ہے، قرآن کی بھی فکر ہے، اُس کو نبوت کی بھی فکر ہے، توحید کا بھی اُسے اندازہ ہے کہ کیا کرنا ہے کہا کہ ایسا انسان اِس معاشرے میں

Presented by www.ziaraat.com

چلے گا......!!

تو انہوں نے کہا کہ شاعری میں جس انسان کو پیش کیا جا رہا ہے، وہ انسان کتنا بڑا ہے، تو میر انیسؔ کی شاعری کا جو انسان ہے، اُس انسان سے بڑا کسی کی شاعری میں انسان نہیں ہے اُور اُس انسان کا نام حسینؑ ہے، اور ظاہر ہے کہ حسینؑ سے بڑا انسان تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

تو انہوں نے کہا کہ اس لیے انیسؔ کو پڑھیے کہ آپ کو اپنے زندگی کے مسائل جو ہیں اُن کا حل صرف میر انیسؔ کی شاعری میں مِلے گا، اور اُس کے بعد انہوں نے یہ بات بھی کہی کہ انیسؔ کا کلام جو ہے، جو باتیں وہ کر رہے ہیں، وہ تخیلی نہیں ہیں، سچ ہیں، اور غزل کی شاعری ہمیشہ جھوٹ بولتی ہے۔ اگر کوئی تمام شاعروں کے محبوب کا پتہ لگائے کہ یہ کس کے بارے میں ہو رہی ہے؟ تو کسی کا معشوق ڈھونڈے سے نہیں ملے گا۔

لیکن انیسؔ جس سے محبت کر رہے ہیں اُس کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں، وہ سامنے آتا ہے، یہ حسینؑ ہیں، یہ عباسؑ ہیں، یہ علیؑ اکبرؑ ہیں۔

دنیا کی کسی شاعری میں اتنی عمروں کے انسان نہیں ملیں گے، چاہے وہ شیکسپیئر ہو یا ملٹن یا ہومر کسی کے ہاں نہیں، حد یہ ہے کہ انیسؔ کے ہاں چھ مہینے کا بچہ بھی موضوع ہے اور ہر گھر میں اِس عمر کا بچہ موجود ہوتا ہے، اس لیے کہ ہر انسان بہت قریب ہے انیسؔ کی شاعری سے کہ اُس کا دُکھ درد، اُس کے اپنے مسائل، اس کے دل کی آواز، انیسؔ کی شاعری میں موجود ہے۔

اب یہ تو ہے وہ منزل جس میں شاعری کی پوری اردو تاریخ میں انیسؔ نمایاں ہو جاتے ہیں، اب ہم آگے بڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ پورے ورلڈ میں انیسؔ سب سے آگے کیسے بڑھ جاتے ہیں؟

Presented by www.ziaraat.com

اِس سلسلے میں وہ حضرات جو کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں اُن کے لیے عرض کروں کہ شاعری کے اصول جو طے ہوئے دنیا میں، یہ یونان میں طے ہوئے، اور سب سے پہلے یونان نے اِس چیز میں ترقی کی اور یونانیوں بھی علم و اَدب میں قدیم زمانے سے بہت ترقی یافتہ ہے، تو ارسطو نے ایک کتاب لکھی ''بوطیقا'' اور اُس میں یہ بتایا کہ شاعری کتنی قسم کی ہوتی ہے اور اُس میں ایک قسم اُس نے بتائی ''رزمیہ'' اور ''رزمیہ'' کے اصول بیان کئے۔

اب انیسؔ سے ڈھائی ہزار سال پہلے ارسطو نے رزمیہ شاعری کے اصول بتائے، اور وہ کتاب یونانی زبان میں تھی، بعد میں ترجمہ ہوا اُس کا، انگریزی میں، اردو میں اور دنیا کی تمام زبانوں میں، ظاہر ہے میر انیسؔ نے وہ کتاب نہیں پڑھی تھی، لیکن آج جب انیسؔ کی شاعری کو ارسطو کی ''بوطیقا'' سے پرکھا جاتا ہے تو جو اصول ارسطو نے بتائے تھے، انیسؔ نے وہ سارے اصول برتے ہیں اپنی شاعری میں، تو اَب دنیا کی جو رزمیہ شاعری، جسے کہتے ہیں دنیا کی سب سے بڑی شاعری، اُس میں جو بڑے نام آتے ہیں پورے ورلڈ میں اُن میں پہلا نام ہے ''ہومر'' کا اور دوسرا نام ہے ورجل کا، لاطینی زبان کا شاعر اور تیسرا نام ہے ملٹن کا اور اُس کے بعد بتدریج ایران کا فردوسی شاہنامے کا خالق، اور ہندوستان کی زبانوں مہا بھارت، رامائن، کالی داس کی کتابیں یہ رزمیہ کتابیں کہلاتی ہیں۔

ان تمام کتابوں کے اشعار سے بلحاظ تعداد میر انیسؔ آگے بڑھ گئے، ہومرؔ، ملٹن، ورجلؔ، سورداس، کالیؔ داس، فردوسیؔ، ساٹھ ہزار سے زیادہ شعر کوئی نہیں کہہ سکا، میر انیسؔ نے کربلا پر ڈھائی لاکھ شعر کہے، اور فردوسیؔ، ہومرؔ، ورجلؔ، ملٹنؔ، سورداس، کالیؔ داس سب سے آگے بڑھ گئے، اب اس کے بعد یہ تو ہے تعداد اشعار بلحاظ پیش

Presented by www.ziaraat.com

کشی، جذبات نگاری، مکالمہ نگاری، منظر نگاری اس میں بھی انیسؔ نے دنیا کے تمام شاعروں کو مات دے دی، اور جس طرح سے انیسؔ نے ہر چیز کو آنکھ سے دکھادیا، یہ کام اردو شاعر کو تو چھوڑ دیجئے دُور، دنیا کے کسی زبان کے شاعر نے یہ کام نہیں کیا۔ اور اتنا کام ہو چکا ہے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم دوبارہ اس کو تلاش کریں، ''انیسؔ اینڈ شیکسپیئر'' بھی کتاب لکھی جا چکی ہے، پی، ایچ، ڈی کی کتابیں میں آپ کو بتا رہا ہوں، کسی عام لکھنے والے نے نہیں لکھی بلکہ باقاعدہ تحقیق کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ انیسؔ اینڈ شیکسپیئر موزانہ کیا گیا دونوں کا، دونوں کے وقت میں فاصلہ تھا، اُس کے باوجود انیسؔ شیکسپیئر سے بھی آگے بڑھ گئے۔

لکھنؤ یونیورسٹی میں کتاب لکھی گئی (پی، ایچ، ڈی) ''فردوسیؔ اور انیسؔ'' فردوسی کے شاہنامے سے انیسؔ بہت آگے بڑھ گئے، اِسی طرح اسپنسر اور انیسؔ، اسپنسر بڑا شاعر کہا جاتا ہے انگریزی کا، لیکن اسپنسر سے بھی انیسؔ کا موازنہ ہوا، انیسؔ اسپنسر سے بھی آگے بڑھ گئے۔

ایک خاتون نے شیلےؔ، کیٹسؔ اور انیسؔ کا ایک مضمون میں موازنہ کیا، رومان کی شاعری میں بھی انیسؔ شیلےؔ سے آگے بڑھ گئے، اسی طرح ہومرؔ اور ملٹنؔ کی شاعری سے انیسؔ کی رزمیہ شاعری کا موازنہ کیا گیا، لکھنؤ یونیورسٹی میں، جامعہ ملیہ دہلی میں اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں، اور جب ملٹنؔ سے موازنہ کیا گیا تو انیسؔ ملٹنؔ سے بھی آگے بڑھ گئے، اور ایک ایک مصرعے کا موازنہ، ایک ایک مقام پر شعر کا موازنہ کیا گیا، تو یہ کون سی طاقت تھی جو انیسؔ کو دنیا کے تمام شاعروں سے آگے لے گئی، یہ طاقت محبت اہلِ بیتؑ تھی۔

انیسؔ نے موضوع بہت پاکیزہ چُنا تھا، اس لیے اُن کی مدد اُس طرف سے ہوئی اور

Presented by www.ziaraat.com

ملٹن نے کوشش کی تھی کہ وہ اپنے خدا سے اپنی شاعری میں مدد مانگے، لیکن اُس نے پانچ یا چھ مصرعے کہے کہ اے خدا ہماری مدد کر، لیکن میر انیسؔ نے اللہ کی بارگاہ میں جتنے خضوع اور خشوع سے دُعا مانگی کہ میری مدد کر، کسی شاعر نے اس انداز سے مدد نہیں مانگی شاعری میں، انیسؔ نے مدد مانگی، (اور ابھی شوذب کاظمی صاحب کے بیٹے سے سُن رہے تھے)۔

یہ میر انیسؔ نے دعا مانگی، اور وہ دُعا انیسؔ کی قبول ہوئی، اور پہلا ہی بند جو ہے اس مرثیے کا، دُعا کا، مناجات کا کہ:

یا رب چمن نظم کو گلزارِ ارم کر

اب یہ دُعا کی تاثیر دیکھیے، کہ انیسؔ نے اللہ کو آواز جس خلوص اور نیت کے ساتھ دی، تو ایسا لگتا ہے کہ انیسؔ کی ساری دُعائیں پوری ہوتی جاتی ہیں، پورے بند نہیں پڑھوں گا، اِس سے پہلے کی تقریر میں میں نے پندرہ بند پڑھے تھے، آگے بھی کچھ چیزیں ہیں، اس لیے روکتا ہوں۔

پہلا بند ذرا دیکھیے دُعا کا،

یا رب چمنِ نظم کو گلزارِ ارم کر　　تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر
اے ابرِ کرم خشک زراعت پہ کرم کر　　گمنام کو اعجاز بیانوں میں رقم کر
جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیمِ سخن میری قلم رو سے نہ جائے

دیکھیے دعا کتنی بلندی سے ہے　　!!

یعنی وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اللہ رہتی دنیا تک ہماری شاعری رہے، وقتِ معلوم تک شاعری رہے، نہیں قیامت تک شاعری رہے نہیں، جب تک یہ جو آفتاب تو نے

Presented by www.ziaraat.com

بنایا ہے، جب تک یہ روشن رہے اُس وقت تک شاعری کی سلطنت میری قلم روی میں رہے۔ میں اس حکومت پہ کمانڈ چاہتا ہوں، دولت نہیں چاہیئے، دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیئے، میں یہ چاہتا ہوں کہ اردو شاعری کی کمانڈ میرے ہاتھ میں رہے۔ میں کمانڈ کروں اردو کو، لفظوں کو، لغت کو، کیا انیسؔ کی یہ دُعا قبول نہیں کی اللہ نے؟ اور یہ اُس وقت تک رہے جس وقت تک تیرا سورج چمکتا رہے۔

جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے

اَب دیکھیے یہ ایک دُعا ہے، اس کے آگے اور بھی بہت سی دُعائیں کیں، اور وہ سب قبول ہوئی ہیں۔ میر انیسؔ نے دُعا مانگنے کا شعور سکھایا، دیکھیے بات کہاں سے شروع کی ہے، دُعا کو شروع کیا، یا رب، اور اَب آپ دیکھیں کہ ۹۹۹ نام ہیں اللہ کے، اور اس مصرعے میں وزن میں آرہے ہیں۔

مالک چمنِ نظم کو ....

خالق چمنِ نظم کو ....

رازق چمنِ نظم کو

سارے نام مصرعے میں آرہے ہیں لیکن انیسؔ نے سارے نام چھوڑے اور ربّ کا انتخاب کرلیا۔ کیوں؟ کیا وجہ؟ اب وجہ بتا رہا ہوں، قرآن میں جتنے انبیاءؑ نے دُعائیں مانگی ہیں اللہ کی بارگاہ میں، جب بھی دُعا مانگی، آدمؑ نے، نوحؑ نے، ابراہیمؑ نے، موسیٰؑ نے، عیسیٰؑ نے، داوٗدؑ نے، زکریاؑ نے، شعیبؑ نے اور ہمارے پیغمبرؐ نے، تو دُعا کو یہاں سے شروع کیا،

"یا رب"

تو انیسؔ نے دیکھا کہ یہ پیغمبروں کی دُعائیں جو قبول ہوتی ہیں وہ سب جو اللہ کو

Presented by www.ziaraat.com

پکارتے ہیں تو وہ صرف ایک نام کا انتخاب کرتے ہیں، ''رَبِّ''

رَبِّ زدنی علماً

یعنی ربّ کا لفظ جو اگر علم کی دُعا بھی کی تو اُس کے لیے بھی لفظِ ربّ، انیسؔ نے بھی ربّ کہہ کر دُعا کا آغاز کیا اور کہا،

یارب چمنِ نظم کو گلزارِ اِرم کر

جو مری نظم کا باغ ہے اُس کو گلزارِ اِرم بنا دے، اَب یہ دیکھیے جنت کے کتنے نام ہیں، فردوس بریں ہے، جنت ہے، لیکن ایک لفظ چُنا ''ارم'' (ابھی تو میں رَبّ پہ ہوں) رَبّ کے پیچھے کوئی راز ہے، کہ جب ربّ کہا جاتا ہے تو اللہ فوراً دُعا سن لیتا ہے، کیونکہ رَبّ میں اِسم اعظم چھپا ہے۔

''ر'' کے عدد ۲۰۰ ہیں اور ''ب'' کے عدد ۲ ہیں، رب کے عدد ہیں ۲۰۲، اور محمدؐ کے عدد ہیں ۹۲، اور علیؑ کے عدد ہیں ۱۱۰، جب ۹۲ اور ۱۱۰ کو آپ جوڑیں گے تو بنے گا ۲۰۲، یعنی رَبّ کی تاثیر میں محمدؐ و علیؑ ہیں۔ دُعا کر رہے ہیں محمدؐ و علیؑ کے وسیلے سے، یہ پیغمبروں کو بھی معلوم تھا، اور انیسؔ نے بھی اِس راز کو جانا، اور کہا کہ میری شاعری کو ویسا بنا، جیسے ارم کا باغ تھا، یہ ارم کون ہے، ارم حضرت نوحؑ کا پروتا ہے، اور ارم کا پوتا ہے شدّاد، اور شدّاد نے بنائی جنت، اور شدّاد کی جنت کا ذکر قرآن میں تفصیل سے موجود ہے، جب اُس نے خدائی کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے کہا تیرے پاس جنت کہاں ہے، تو اُس نے جنت کی تعمیر کی، اور ایسی جنت بنائی، اور اُس کا نام اِرم رکھا، اپنے دادا کے نام پر، جب وہ جنت بن کر تیار ہوگئی، اُس میں حوریں بھی تھیں، اُس میں غلمان بھی تھے، اُس میں درخت بھی تھے، فوارے بھی تھے، ہیرے جواہرات بھی تھے، اُس دور کے عجائبات میں شمار تھا، جب اُس نے جنت بنائی، سورۂ فجر میں اللہ نے ارم کی جنت کا ذکر کیا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (سورۂ فجر آیت ٦)

جب جنت بن کے تیار ہوئی، لوگوں نے کہا چلیئے، آپ کی جنت بن گئی تو اپنی پوری اولاد، خاندان اور قوم کے ساتھ چلا، تا کہ جنت میں داخل ہو کے جنت کو دیکھے، جب جنت کے دروازے پر پہنچا،

اب یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ شدّاد کون تھا، شدّاد کے ماں باپ کشتی پر سفر کر رہے تھے، تو کشتی میں ہی دونوں بچے پیدا ہوئے اللہ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ ماں، باپ کی روح کو قبض کر لو تو اُس وقت عزرائیل نے اللہ کی بارگاہ میں کہا کہ باپ کو مار دے ماں کو تو چھوڑ دے، کہا کہ یہ ہماری مصلحت ہے تم نہیں سمجھو گے، ماں باپ دونوں اُسی کشتی میں مَر گیے، طوفان آیا کشتی بھی غرق ہو گئی اور ایک لکڑی کے تختے پر، شداد زندہ رہا، دوسرا بچہ مَر گیا، اور اُسی لکڑی کے ٹکڑے نے اُسے ساحل پہ جا پھینکا، جنگل کی شیرنی اُسے اُٹھا کر لے گئی، وہ جوان ہو گیا، بہت بہادر نکلا، کیونکہ جانوروں کا دودھ پیا تھا۔ اور اُس کے بعد اُس کی حکومت ہوئی، حکومت بڑھ گئی یہاں تک کہ خدائی کا دعویٰ کر دیا، اور لوگوں سے کہتا دیکھو میں بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا ہوں میں خدا ہوں نا میرا نہ کوئی باپ نہ ماں، اور اُس کا ذکر قرآن نے کیا کہ جب اُس نے جنت بنائی، اَب ذرا انجام پر غور کیجئے گا کہ اللہ نے اُسے کیوں زندہ رکھا، اُس کے ہاتھ سے کیا کیا کام ہوئے، اور اللہ چپ رہا، وہ اللہ کے مقابل میں خدائی کا دعویٰ بھی کرتا تھا، اور جب وہ جنت کے دروازے پر پہنچا ہے تو چھینک آتی ہے، اور اُس کا دَم نکل جاتا ہے، جب وہ مَر جاتا ہے تو اللہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ اِرم اپنے پَروں پہ اُٹھا کر لاؤ اور میری جنت میں اِس جنت کو مِلا دو، ایسی جنت بنائی تھی کہ فردوسِ بریں کی ٹکر پہ اللہ نے اُس کو شامل کر لیا، ارم کا واقعہ آپ نے سن لیا، پہلی بات تو یہ کہ جنت میں کافر اور مشرک جا نہیں

Presented by www.ziaraat.com

سکتا، دوسری بات جنت بنائی انسان نے، اور وہ آسمان پہ پہنچ گئی، یعنی شدّاد کے کام نہ آئی، اور اُس کے ہاتھ سے نکل گئی۔

یا رب چمن نظم کو گلزارِ اِرم کر

میں اپنی شاعری کے چمن کو ویسا نہیں کہہ رہا ہوں جیسی تیری جنت ہے، وہ والی جنت جو انسان کے ہاتھ سے بنی اور وہ اتنی اچھی بنی کہ وہ تجھے پسند آئی، میں تو وہ والی جنت مانگ رہا ہوں جو تو یہاں سے لے گیا ہے، جس کا تصور زمین پر ہو سکتا ہے، تیری جنت زمین پر نہیں آسکتی۔ اِس لیے تصورِ انسانی میں وہ جنت نہیں آئے گی، میں وہ والی جنت مانگ رہا ہوں کہ جو یہاں بنی اور تجھے پسند آئی۔ لیکن فوراً بیت میں یہ کہہ دیا کہ:

جب تک یہ چمک مہر کے پرتو سے نہ جائے
اقلیمِ سخن میری قلم رو سے نہ جائے

یعنی جب میری شاعری کو تو ارم بنا دے تو وہ رہے میری حکومت میں، اس لیے کہ شدّاد کی بنائی ہوئی جنت اُس کے ہاتھ سے نکل گئی، مجھے ایسی اِرم نہیں چاہیئے کہ جو میرے ہاتھ سے نکل جائے، اور وہ ہو تصورِ انسانی میں۔

یا رب چمنِ نظم کو گلزارِ اِرم کر
تو فیض کا مبدا ہے توجہ کوئی دم کر

یعنی فیض جو ہے اُس کا مبدا یعنی آغاز تجھ سے ہو رہا ہے، اس لئے تیرے علاوہ فیض کس سے مانگ سکتا ہوں، تیرے ہاتھ ہی میں تو فیض ہے، اور وہ فیض کیسا ہو؟

اے ابرِ کرم خشک زراعت پہ کرم کر

تو ہی تو بنجر زمینوں کو اپنی بارش سے سرسبز و شاداب کرتا ہے، اگر میری شاعری کی زمین بنجر پڑی ہے تو اپنی بارش سے، تو اپنی رحمت کا بادل برسا دے تا کہ میری شاعری

Presented by www.ziaraat.com

کا کھیت سر سبز و شاداب ہو جائے، اور اگر میں گمنام پڑا ہوں تو مجھے اس گمنامی سے نکال کے مجھے اعجاز بیاں بنا دے، کہ میں زبان سے جو کچھ کہوں وہ معجزہ ہو !!

تو انیسؔ نے اردو شاعری کو معجزہ بنا دیا، اب بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ صاحب مذہبی شاعری ہے، کربلا کی باتیں ہیں، ہر فرقے کا شاعر نہیں ہے، یہ باتیں غلط ہیں۔ اس لیے کہ انیسؔ کے کئی ہزار شعر وہ ہیں جو میں پڑھوں اور کوئی یہ نہیں بتا سکتا کہ اس میں مذہب کہاں ہے، اور اب میں پڑھتا ہوں آپ کے سامنے اور آپ بتایئے کہ اس میں مذہب کہاں ہے۔

غربت میں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا
شمعیں بھی جلاؤ تو اجالا نہیں ہوتا

کیا ہر غریب کی یہ آواز نہیں،

اِس میں مذہب کہاں ہے، کیا یہ شعر کہہ رہا ہے کہ میں شیعہ ہوں یا سُنّی، ہاں اب ہم چاہیں تو اس کو مذہبی بنا دیں، یہ شعر اُس مقام پر ہے جہاں مسلمؑ کے بچے راہ بھٹک گئے تھے، تب بھائی بھائی سے کہتا ہے،

جہاں سے کہیے میں شعر اُٹھا لوں، اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ مذہبی شعر ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انیسؔ مذہبی شاعر ہے وہ غلط کہتے ہیں۔

مسلم لیگ کا جلسہ ہو رہا تھا کانپور میں اور بڑے بڑے لیڈر مسلم لیگ کے بیٹھے ہوئے تھے، تو ذبیح اللہ صاحب جو مسلم لیگ کے تھے، انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ تو وڈیروں کی ہوگئی ہے، اب اِس میں رہنا مشکل ہے، تو راجہ صاحب محمود آباد بھی بیٹھے ہوئے تھے تو جب وہ آئے تقریر کرنے تو انہوں نے کہا کہ یہ خیال غلط ہے کہ راجوں، مہاراجوں کی مسلم لیگ ہوگئی ہے، اور پاکستان نہیں بن پائے گا، ہم نے تو کبھی اپنی

Presented by www.ziaraat.com

دولت کی طرف مڑ کر نہیں دیکھا، ساری دولت پاکستان کے لیے، اور اپنا حال تو یہ ہے کہ:

بیٹھے نہیں زمیں میں خزانوں کو گاڑ کے
موت آئی اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

کوئی کہے گا کہ یہ مذہبی شاعری ہے۔ اب آپ جتنے شعر کہیں میں سنا دوں جس میں مذہب نہیں ہے۔

بسمل کے لوٹنے کی کسی دل کو کیا خبر　　غربت میں کون لٹ گیا منزل کو کیا خبر
کشتی کے ڈوب جانے کی ساحل کو کیا خبر　　کس پر چھری یہ چل گئی قاتل کو کیا خبر

خاروں سے پوچھیے نہ کسی گُل سے پوچھیے
صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھیے

کس نے کہا ہے کہ یہ مذہب ہے؟

اب کتنے شعر کے شعر ہیں جس میں زندگی کا فلسفہ ہے، انیسؔ کبھی بھی اپنے کسی مصرعے سے یہ نہیں کہتے کہ میں کٹر مذہبی ہوں، بلکہ آفاقی شاعری دنیا کے لیے پیغام، آفاقی پیغام،

اور کون سا شاعر ایسا ہے دنیا کا کہ اگر آپ بتانا چاہیے کہ اپنے خاندان کو درس دینا ہے تو آپ کے خاندان کے جو رشتے ہیں ان کو مستحکم کرنے کے لیے اگر کہیں سے اخلاقی مثالیں لینی ہیں تو کوئی بھی کلام انیسؔ سے بڑھ کر آپ کو نہیں ملے گا"۔

مخمور اکبر آبادی ایک ہمارے بزرگ تھے، نقاد بھی تھے اور شاعر بھی، انہوں نے کہا کہ میر انیسؔ سے پہلے برِصغیر میں اور مسلمانوں کی تہذیب میں کوئی نہیں جانتا تھا کہ لفظِ بھیّا کا وقار کیا ہے، لیکن جب میر انیسؔ نے اِسی لفظ کو زینبؑ کی زبان سے کہلوایا تو آج

Presented by www.ziaraat.com

یہ لفظ کتنا میٹھا بن گیا، جب خاندانوں میں بھائی کو بھیّا کہتا ہے یا کوئی بہن اپنے بھائی کو بھیّا کہتی ہے،

مخمورؔ صاحب نے لکھا کہ برِ صغیر کی تاریخ میں میر انیسؔ سے پہلے بہت سے رشتے تھے، بھائی، بھائی کا رشتہ تھا، بھائی، بہن کا رشتہ تھا، لیکن حسینؑ و زینبؑ سے پہلے بھائی اور بہن کا رشتہ اتنا مستحکم نہیں تھا، اور ایک رشتے کا وجود تو کہیں تھا ہی نہیں، موجود تھا لیکن اتنا نہیں تھا اور وہ تھا پھوپھی اور بھتیجے کا رشتہ، لیکن انیسؔ زینبؑ و علی اکبرؑ کے رشتے کو پیش کر کے آج کی پھوپھی اپنے بھتیجے کو جتنا چاہتی ہے، اس سے پہلے نہیں چاہتی تھی، یہ ہیں انیسؔ کی شاعری کے فوائد۔

اور آپ دیکھتے چلے جایئے، خصوصاً حفظِ مراتب کہ چھوٹوں کو بڑوں سے کیسی گفتگو کرنا چاہیے، بزرگوں کا ادب کیا ہے؟ ماموں کا ادب کیا ہے، چچا کا اَدب کیا ہے، ماں کا احترام کیا ہے؟ باپ کا احترام کیا ہے؟ انیسؔ اپنی شاعری میں یہ نہیں کہ وہ درس دے رہے ہیں، وعظ کر رہے ہیں، وہ تو اپنی شاعری کر رہے ہیں۔ لیکن وہ Indirect ایک پیغام دیتے جا رہے ہیں۔ اور ایک ادب کا ماحول پیدا ہوتا ہے،

سب سے اہم مسئلہ تھا کربلا میں لشکر کی تنظیم، علمدار کا انتخاب، بہت خوبصورتی سے انیسؔ نے علم کو پیش کیا ہے، آپ دیکھیں گے کہ جو علم ہے اُس میں ایک محبت ہے، جو کہ زینبؑ نے سجایا تھا، اَب امام پوچھتے ہیں، تم بتاؤ یہ علم کس کو دیا جائے،

گر مجھ سے یہ پوچھتے ہیں شہہ آسماں مقام
شوکت میں قد میں شان میں ہمسر کوئی نہیں
عباسؑ نامدار سے بہتر کوئی نہیں

اور اَب حسینؑ نے عباسؑ کو یہ کہہ کے علم دے دیا کہ

Presented by www.ziaraat.com

لو بھائی لو علم یہ عنایت بہن کی ہے

کوثر نیازی نے اپنی تقریر لیاقت ہال راولپنڈی میں کرتے ہوئے کہا تھا کہ کربلا کے ویسے تو ۷۲ شہید ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ ۷۳ ہیں، اُس میں، میں میر انیسؔ کو شامل کرتا ہوں، انہوں نے یہ کہا تھا کہ انیسؔ کا کمال یہ ہے کہ وہ میدانِ جنگ میں بھی ہوتے ہیں اور خیمے میں بھی، جو کچھ اندر بات ہوئی ہے اُس کا بھی انہیں علم ہے اور جو کچھ باہر کے مناظر ہیں اُس کا بھی اُنھیں علم ہے، وہ زینبؑ کی زبانی بھی بات کرتے ہیں، وہ بانوؑ کی زبان میں بھی بات کرتے ہیں، جناب کبریٰؑ کی زبان سے بھی بیان دیتے ہیں، ربابؑ کی زبان سے بھی، تو آپ دیکھیں خیمے کی گفتگو ہے اور پھر ایک دم منظر بدلتا ہے اور جب علم بلند ہوتا ہے تو اُس کی بات بھی، اور وہ فوج جو علم کے انتظار میں باہر ہے، اُس کی بات بھی، اور اب انیسؔ بتاتے جاتے ہیں کہ یہ فوج کیسی ہے؟ ایک طرف اِدھر نظر ہے، ایک طرف اُدھر نظر ہے، فوج کی طرف دیکھا جو باہر انتظار میں ہے کہ اب علمدار علم لے کے آئے گا،

ساونت، بُردبار فلک مرتبت دلیر — عالی منش، سبا میں سلیماں وغا میں شیر
گردانِ دہر ان کی زبردستیوں سے زیر — فاقوں میں دل بھی، چشم بھی اور نیتیں بھی سیر

دنیا کو ہیچ و پوچ سراپا سمجھتے تھے
دریا دلی سے بحر کو قطرا سمجھتے تھے

اللہ نے دل اُن کے وفا سے بنائے تھے — اور جسم پاک خاکِ شفا سے بنائے تھے
سینے خمیرِ صدق و صفا سے بنائے تھے — دستِ کرم سخا و عطا سے بنائے تھے

اور لکھ دیا تھا روزِ ازل سرنوشت میں
پہنچیں گے یہ حسینؑ سے پہلے بہشت میں

Presented by www.ziaraat.com

اور اَب جو علم بلند ہوا، تو علم کو دیکھا، پنجے کو دیکھا

"پنجہ اِدھر چمکتا تھا اور آفتاب اُدھر"

اَب نظر دیکھیے انیسؔ کی بلندی پہ جاتی ہے اور جب پنجے پہ نظر جاتی ہے تو اُس کے موازنے کے لیے صرف آفتاب نظر آیا، دونوں میں کیا موازنہ، موازنے میں آفتاب اُوپر ہے، عَلم زمینِ کربلا میں ہے، دونوں میں بلند کون ہے، یہ انیسؔ کی ذہانتیں ہیں، دوسرے مصرعے میں فیصلہ کر دیا کہ بلند کون ہے،

اُس کی ضیا تھی خاک پہ ضو اِس کی عرش پر

اور اَب پھر منظر بدلا، وہ علم اور اُس کے نیچے عونؑ و محمدؑ دونوں زینبؑ کے لال، اور اَب زینبؑ کی نظر پڑی بچوں پر

زینبؑ نے تب کہا کہ تمھیں اِس سے کیا ہے کام　　کیا دخل مجھ کو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجو بے ادبانہ کوئی کلام　　بگڑوں گی میں جو لو گے زباں سے علم کا نام
لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھ جوڑ کے
کیوں آئے ہو یہاں علی اکبرؑ کو چھوڑ کے

سَرکو، ہٹو، بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس　　ایسا نہ ہو کہ دیکھ لیں شاہِ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوئے تم مِرے حواس　　بس قابلِ قبول نہیں ہے یہ التماس
رونے لگو گے پھر جو بُرا یا بھلا کہوں
اِس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہوں

عمریں قلیل اور ہوسِ منصبِ جلیل　　اچھا نکالو قد کے بھی بڑھنے کی کچھ سبیل
ماں صدقے جائے گرچہ یہ ہمت کی ہے دلیل　　ہاں اپنے ہم سِنوں میں تمہارا نہیں عدیل
لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے

Presented by www.ziaraat.com

جو ہو سکے نہ کیوں بشر اس کی ہوس کرے

ان ننھے ننھے ہاتھوں سے اٹھے گا یہ علم چھوٹے قدوں میں سب سے سنوں میں سبھوں سے کم
نکلے تنوں سے سبطِ نبیؐ کے قدم پہ دم عہدہ یہی ہے بس یہی منصب یہی حشم
رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے
ماں صدقے جائے آج تو مرنے میں نام ہے

پھر تم کو کیا بزرگ تھے گر فخرِ روزگار زیبا نہیں ہے وصفِ اضافی پہ افتخار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار دکھلا دو آج حیدر و جعفر کی کارزار
تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولی کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علیؑ کے ہیں

کیا کچھ علم سے جعفر طیّار کا تھا نام یہ بھی تھی اک عطائے رسولِؐ فلک مقام
بگڑی لڑائیوں میں بن آئے انھیں سے کام جب کھینچتے تھے تیغ تو ہلتا تھا روم و شام
بے جاں ہوئے تو نخلِ وغا نے ثمر دیئے
ہاتھوں کے بدلے حق نے جواہر کے پر دیئے

لشکر نے تین روز ہزیمت اٹھائی جب بخشا علم رسولِؐ خدا نے علیؑ کو تب
مرحب کو قتل کر کے بڑھا جب وہ شیرِ ربّ در بند کر کے قلعہ کا بھاگی سپاہ سب
اُکھڑا وہ یوں گراں تھا جو در سنگِ سخت سے
جس طرح توڑ لے کوئی پتّا درخت سے

اپنے پسند کرنے والوں کو انیسؔ قریب بُلا لیتے ہیں۔

اب اِس ماحول میں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرثیے کا دور ختم ہو گیا، اب تو نہیں یہ کلام پڑھا جاتا، کتابوں میں ہے، اور اَب کون پڑھتا ہے، کون سنتا ہے، لیکن ایک بات

Presented by www.ziaraat.com

آپ کو بتا دُوں کہ یہ جو آج جتنی خطابت ہو رہی ہے ہندوستان سے پاکستان تک!
عبدالحلیم شررؔ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر میر انیسؔ نہ ہوتے تو آج یہ خطابت بھی نہ ہوتی، اس لیے کہ آلِ محمدؐ کی باتوں کو منبر پہ سجا کے پیش کرنے کا طریقہ، میر انیسؔ نے سکھایا، اور سب سے خاص بات جو ہے خطابت میں کہ جس وقت خطیب اپنی زبان سے بولتا ہے، یہ آدھی خطابت ہوتی ہے، لفظیات آدھے حصّے میں ہوتے ہیں، اور خطابت کا یہ آدھا حصہ وہ ہے جس کو کوئی جوڑتا ہی نہیں۔ وہ کیا ہے؟ وہ ہیں ہاتھ کے اشارے، آنکھ کے اشارے، چہرے کے تاثرات، پیشانی کی لکیریں، اور اپنے رُخ کو موڑ کر خطیب جو سامع سے مختلف طریقے سے بات کرتا ہے، یہ اشارے، شررؔ نے لکھا ہے کہ یہ اشارے دنیا کی کسی خطابت میں نہیں تھے کہ کس لفظ پہ کون سا اشارہ کرنا ہے، کہاں ہاتھ کتنا اُٹھے گا، ہاتھ کو کہاں تک جانا ہے، گردن کو کتنا مڑنا ہے، آنکھ کے دیدے کس لفظ پہ کدھر رہیں گے، یہ چونکہ آپ اس پہ غور نہیں کرتے، حالانکہ یہ خطابت کا حصہ ہیں۔ اِس کو آپ ذرسا دیکھیں تو پتہ چلے کہ سارا دارومدار خطابت کا اِس کے اوپر ہے، اور خطابت میں زور پیدا نہیں ہوتا اگر اشارے نہ ہوں، اگر چہرے کے تاثرات نہ ہوں، یہ ہے کُل خطابت، یہ فن کسی کتاب میں نہیں لکھا، کہ بچے کو سکھایا جائے، کہ ہاتھ کہاں اُٹھیں گے، تلوار کیسے بتائی جائے گی، گھوڑے کی سواری کیسے بتائی جائے گی، آمد کیسے بتائی جائے گی، گھوڑے سے گرنا کیسے بتایا جائے گا، شہادت کیسے بتائی جائے گی، خیمے کا پردہ اُٹھنا کیسے بتایا جائے گا، کتاب میں نہیں لکھا، سکھانے کا کوئی طریقہ درس گاہ میں نہیں ہے، اگر انیسؔ کے مرثیے نہ ہوتے تو یہ خطیب سیکھ ہی نہیں سکتا، کیوں؟ اس لیے کہ انیسؔ کے لفظ خود بتاتے ہیں کہ اب کیا کرنا ہے، اور جہاں پر وہ اظہار کرتے ہیں کہ ہم نے کام کیا کیا ہے، تو وہ حق بات کہتے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

سُبک ہو چلی تھی ترازوے شعر
مگر ہم نے پلّہ گراں کر دیا !
میری قدر کر اے زمینِ سخن
تجھے بات میں آسماں کر دیا

نظم ہے یا یہ دُرِ شہوار کی لڑیاں انیسؔ
جوہری بھی اِس طرح موتی پرو سکتا نہیں

انیسؔ نے اس منزل پہ پہنچ کے اظہار بھی کیا،

نمکِ خوانِ تکلّم ہے فصاحت میری

یہ مصرع آسان نہیں ہے کہنا۔

تکلم کے دستر خوان پہ جو کھانے کا خوان رکھا ہے، ذرا اُسی کی نثر بنایئے، تکلم یعنی بولنا، اِس کا جو دستر خوان ہے اُس پہ جو کھانے پینے کا سامان رکھا ہے، اُس میں جو نمک پڑا ہے، وہ نمک نہیں ہے، وہ میری فصاحت ہے۔

اَب دیکھیں نمک ایک ایسی چیز ہے۔نمک کے عدد اتنے ہی ہیں جتنے عدد علیؑ کے ہیں، ن کے پچاس، م کے چالیس، ک کے بیس ۱۱۰، اور علیؑ کے عدد ہیں ۱۱۰،

نمک کا گہرا رشتہ ہے علیؑ سے، اب یہ نمک کیا ہے؟

ایسی قیامت چیز ہے نمک، تیز ہو جائے تو غضب اور پھیکا ہو جائے تو غضب، اور اہل ملتان جو کہ بہت ہی نکتہ رس ہیں، وہ اگلے جملے کو کبھی نہیں بھولیں گے، گویا نمک نے بتایا کہ سب سے بہتر ہے راہِ اعتدال اور امامت کے معنی ہیں اعتدال، اور علیؑ کے معنی ہیں اعتدال، اور انیسؔ نے اپنی شاعری کی مثال کے لیے انتخاب کیا نمک، اب

Presented by www.ziaraat.com

سوچ لیں کہ اردو شاعری کا نمک تیز ہو جاتا تو کیا ہوتا؟ جس چیز میں نمک تیز ہو جاتا ہے وہ کھائی نہیں جاتی، چاہے کتنی بڑی نعمت ہی کیوں نہ ہو، اور اگر پھیکا ہو گیا تب بھی بدمزہ ہے کھایا نہیں جاتا، گویا نمک کا تعلق اُس ہاتھ سے ہے کہ جس کو یہ پتہ ہے کہ اس میں کتنا نمک پڑتا ہے، تو اُس ہاتھ کی تعریف تو ہوگی ناں، جس نے علیؑ کو بنایا، تو اس لیے نبیؐ نے کہا تھا کہ جو علیؑ کے مسئلے میں آگے بڑھ گیا وہ بھی گیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ بھی گیا۔

یہ ہے نمک، اور انیسؔ نے کہا:

نمکِ خوانِ تکلم ہے فصاحت میری

اور اسی کی بیت میں کہا

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیّاحی میں
پانچویں پشت ہے شبیرؑ کی مدّاحی میں

ذرا یہ پیغام تو دیکھئے انیسؔ کا،

کون ذکر کرتا ہے، خاندان کا اپنے فن میں،

انیسؔ نے اک درس دیا کہ یہ فخر کا مقام ہے کہ پشت ہا پشت، شبیرؑ کی مدّاحی اور محبت میں اگر گزر جائے، اور یہ وراثتاً آتا ہے، محبِّ آلِ محمدؐ کا بیٹا، محبِّ آلِ محمدؐ، اِس لیے کہتے ہیں کہ اپنے جیسا اپنے بیٹے کو بناؤ، اور یہ فخر کہ لکھنا پڑا، انگریز محققین کو کہ ایک خاندان میں ایک پشت ہونا، مشکل ہے، نہ کہ تین پشتیں، اور جتنے بڑے لوگ گزرے ہیں اُن کے بیٹے ویسے نہ ہوئے، جیسے وہ تھے، لیکن یہ ایک گھرانہ ایسا ہے کہ ایک گھر میں بارہ ایک طرح کے، یہ پورے ورلڈ میں کہیں ڈھونڈے سے نہیں ملے گا، کہ ایک کے بعد ایک، تو جو اِس گھرانے سے وابستہ ہو جاتا ہے، پھر اُس کے گھرانوں کو بھی لوگ یاد کرتے ہیں، پشت ہا پشت میر انیسؔ نے کہا:-

Presented by www.ziaraat.com

''نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوا''

کبھی غور کر کے دیکھ لیجئے وہی خاندان زیادہ مشہور ہیں جنہوں نے محبتِ اہل بیتؑ میں زندگیاں گزاریں، کیا فخر ہے یہ، تو انیسؔ کو ادھر سے ملا کہ مدّاح تھے، اُن کے پر دادا میر ضاحکؔ، پھر اُن کے بیٹے میر حسنؔ، پھر اُن کے بیٹے عروجؔ، یعنی کئی پشت تک مداحی کا سلسلہ چلتا رہا، اور جب خاندان میں ختم ہوا یہ سلسلہ تو اتنے دنوں میں انیسؔ معاشرے کے ہر ادبی ماحول میں شبیرؑ کی مداحی کو داخل کر چکے تھے، اور آج اگر چار سلام بھی کوئی کہہ لیتا ہے تو لوگ اُسے پہچاننے لگتے ہیں، اور اسی بات کو جوشؔ ملیح آبادی نے کہا کہ اگر انیسؔ کو میں نہ پڑھتا تو میں جوشؔ نہ بنتا، فیض احمد فیضؔ نے اس کا اقرار کیا کہ اگر میں انیسؔ کو نہ پڑھتا تو میں فیضؔ نہ بن سکتا، اور آج کے موجودہ شعرا آپ کے یہاں موجود ہیں کبھی اُن سے ملاقات ہو تو افتخار عارفؔ سے پوچھیے گا، وہ کہتے ہیں کہ میں رات، دن انیسؔ کو پڑھتا ہوں تو میری شاعری میں یہ رچاؤ آیا، تو اب اگر آپ درس بھی نہیں پڑھ رہے ہیں، کالج و اسکولوں میں تو جس کو کم از کم شعر و ادب سے لگاؤ ہے، اور وہ واقعی اچھا شاعر و ادیب بننا چاہتا ہے تو وہ خود اپنے طور پر انیسؔ کو پڑھا کرے، اور یہ میں بچوں اور جوانوں کے لیے بتا دوں کہ کچھ چیزیں گُر ہیں اور کچھ راز ہیں، جب اتنی محبت سے آپ آئے بیٹھے ہیں تو ایک راز بتا دوں، کہ اگر آپ شعر کہنا چاہتے ہیں اور شعر نہیں کہہ پا رہے تو آپ کو ایک گُر بتاتا ہوں کہ ہاتھ میں تسبیح لیں، اور ہر دانے پہ یہ مصرع پڑھیں۔

یارب چمن نظم کو گلزار ارم کر

جیسے آپ سویں دانے پر پہنچیں گے آپ کا اپنا شعر آئے گا، اندر سے آپ خود کہیں گے کہ یہ کیا ہو گیا، دو مصرعے خود بخود نکل آئیں گے آپ کے ذہن سے، یہ سوچ لیجیے کہ

Presented by www.ziaraat.com

جب تسبیح سے شعر آئے گا۔ اُس شعر کا معیار کیا ہوگا۔ ایک تو تسبیحِ فاطمہؑ اور پھر انیسؔ کا مصرع

اگر آپ کوئی مراد یا منت یا کوئی دُعا آپ چاہیں کہ فوراً قبول ہو تو سر پر قرآن رکھ کے اَدب سے بیٹھ جائیں اور کہیں سے بھی میر انیسؔ کا مرثیہ علی اکبر کے حال کا پڑھیے، اور پڑھنا شروع کیجئے، جب آپ سر سے قرآن ہٹائیں گے تو آپ نے جو مانگا تھا وہ آپ کو مل چکا ہوگا، اور کچھ نہیں صرف یہی ایک مصرع ہی آپ پڑھیں،

دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر

اور پڑھتے چلے جایئے، تاثر خود پیدا ہوگا اور قبولیتِ دُعا کا ایک مقام آئے گا، اس میں قرآنِ و اہلِ بیتؑ دونوں شامل ہیں، سر پہ قرآن ہے اور ذکرِ اہلِ بیتؑ ہے، دُعا کرتے جایئے قبول ہوگی اور یہ مقامات اس طرح بیان کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ انیسؔ اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں۔ امام حسینؑ رخصتِ آخر کے لیے خیمے میں آئے ہیں۔

پیارے نہ تھے حسین علیہ السلام کے — لائی حرم سرا میں بہن ہاتھ تھام کے
تھرا رہے تھے پاؤں شہہؑ تشنہ کام کے — سر دوش پر تھا زینبؑ عالی مقام کے
فرماتے تھے بہن علی اکبرؑ گزر گئے
ہم ایسے سخت جاں ہیں کہ اب تک نہ مر گئے

پُرسہ تمہیں شہید کا دینے کو آئے ہیں — کس کس کے داغ آج جگر پر اُٹھائے ہیں
بیٹھے ہیں خاک اُڑائی ہے، آنسو بہائے ہیں — یہ ہم تمہارے لال کے خوں میں نہائے ہیں
سر تھا حسینؑ بیکس و تنہا کی گود میں
بیٹے کی جان نکلی ہے بابا کی گود میں

Presented by www.ziaraat.com

سر بار دوش ہے ہمیں رخصت کرو بہن اب عنقریب خیمۂ عصمت ہیں تیغ زن
مُردے پڑے ہوئے ہیں عزیزوں کے بے کفن پامال ہو نہ لاشۂ فرزندِ صف شکن
محجوب ہم ہیں قاسمؑ بے پر کی روح سے
شرمندگی نہ ہو علی اکبرؑ کی رُوح سے

یہ سن کے بیبیوں کے جگر پر چھُری چلی زینبؑ زمیں پہ گر کے پکاری کہ یا علیؑ
سِرِ خفی جہاں کے ہیں سب آپ پر جلی جاتا ہے ظالموں میں یہ کونین کا ولی
بیکس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا
آقا یہی تو وقت ہے مشکل کشائی کا

دیکھا یہ کہہ کے بالی سکینہؑ کو پاس سے لپٹی وہ دوڑ کر شہؑ گردوں اساس سے
طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے بولی وہ تشنہ کام شہِؑ حق شناس سے
کیا اس بلا کے بن سے تہیّہ سفر کا ہے
صدقے گئی بتاؤ ارادہ کدھر کا ہے

فرمایا شہؑ نے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے آؤ گلے لگو کہ یہ صحبت اخیر ہے
اب آرزوئے قُربِ خدائے قدیر ہے تنہا ہیں ہم سپاہِ مخالف کثیر ہے
طے ہو یہ مرحلہ جو عنایت خدا کرے
جس کا نہ کوئی دوست ہو بی بی وہ کیا کرے

جانا ہے دور شب کو جو آنا نہ ہو اِدھر ضد کر کے روئیو نہ، ہمیں چاہتی ہو گر
پہلے پہل ہے آج شبِ فرقتِ پدر سو رہیو ماں کی چھاتی پہ غربت سے رکھ کے سر
راحت کے دن گزر گئے یہ فصل اور ہے
اب یوں بسر کرو جو یتیموں کا طور ہے

Presented by www.ziaraat.com

ننھے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام　　بتلایئے مجھے کہ یتیمی ہے کس کا نام
آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے امام　　کھل جائے گا یہ درد و الم تم پہ تا بہ شام

بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے
مر جائے جس کا باپ وہ بچہ یتیم ہے

یہ وہ مشکل مرحلے تھے کہ جن کو انیسؔ نے ادبی دائرہ کار میں، سلیس، فصیح و بلیغ زبان میں ایسے سمجھا دیا، اور سب سے بڑھ کر یہ معجزہ ہے کہ ایک سو تیں برس گزر چکے لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہم اپنی زبان بول رہے ہیں، کسی لفظ کے لیے لغت نہیں دیکھنا پڑتا، استاد سے نہیں پوچھنا پڑتا، کہ ذرا اِس لفظ کے معنی تو بتا دیں،

مسلسل انیسؔ کے مکالمے آپ پڑھتے چلے جائیں، مرثیے پہ مرثیے پڑھتے چلے جائیں، اور خود آپ میں یہ جذبہ پیدا ہو گا، ادب کی سب سے بڑی خدمت یہ ہو گی کہ جو حضرات یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ وہ کچھ انتخاب کر کے رباعیاں، کچھ سلام، کچھ بند اپنے بچوں کو یاد کروائیں، اِس کے بڑے فوائد ہیں ایک تو آلِ محمدؐ کی عظمت پیدا ہو گی، اس کے بعد زبان سے محبت ہو گی، پھر بزرگوں سے، گھر کے رشتوں سے محبت ہو گی، اور بچوں کو پھر ادب نہیں سکھانا پڑے گا جیسے جیسے وہ انیسؔ کو پڑھتا جائے گا فلسفۂ زندگی سمجھتا جائے گا۔

جناب جاوید گردیزی کی کوٹھی پر کل بات ہو رہی تھی قراۃ العین حیدرؔ پر۔ کتنا عظیم ناول ہے۔ ''آگ کا دریا'' اُس میں ایک جگہ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر اپنے نظامِ زندگی کو درست رکھنا چاہتے ہو تو انیسؔ کو پڑھا کرو، رام بابو سکسینہ ایک ہندو تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں جب صبح اُٹھتا تھا تو اپنی پوجا پاٹ کے بعد میر انیسؔ کا ایک مرثیہ روز پڑھتا تھا، اور اس کے بعد، دفتر جاتا تھا، لیکن جتنی بار میں نے انیسؔ کا ایک ہی مرثیہ روز

Presented by www.ziaraat.com

پڑھا، تو ایک بات مجھے روزئی معلوم ہوتی تھی، جو میری زندگی میں میرے کام آتی، اور نہ جانے کتنے مقدمے میں نے لڑے ہیں، انیسؔ کے بتائے ہوئے نکات سے۔

اور قائد اعظم کے جو استاد تھے سر تیج بہادر سپروؔ اُن کا مذہب ہندو تھا، وہ خود بھی حافظِ انیسؔ تھے، اُن کا بیٹا بھی حافظ انیسؔ تھا اور بیٹی بھی، بیٹے کی شادی کے لیے انہوں نے ایسی بہو کی شرط رکھی جسے کلامِ انیسؔ یاد ہو،

تو برِّ صغیر میں کیا ہندو، اور کیا مسلمان سب کے سب کلامِ انیسؔ کے عاشق ہیں۔ اگر انگلینڈ جائیں تو وہاں لندن میں انیسؔ کی شاعری کا انگریزی ترجمہ ہوا، کتاب پاکستان میں بھی چھپی ہے خود دیکھیے لندن یونیورسٹی میں کہ کس طرح انیسؔ کو ترجمے کر کے پڑھایا جا رہا ہے، تو گویا پورے ورلڈ میں، ترکی زبان میں ترجمہ ہوا، اور ایران میں بہت سے شعرا نے فارسی ترجمہ کیا، شاعر شہر ایران آقائی حسین عاطف تہرانی، آقائی تسبیحی جو خانۂ فرہنگ اسلام آباد میں ہوتے ہیں انہوں نے انیسؔ کے حوالے سے بہت طویل مقالہ لکھا، اور انیسؔ کے کلام کا ترجمہ کیا، اور اُن کا کہنا یہ تھا کہ انیسؔ کے مصرعوں میں صرف دو لفظ بدلنے پڑتے ہیں تو وہ فارسی ہو جاتا ہے، مثلاً

یارب چمنِ نظم کو گلزارِ اِرم کر

انھوں نے کہا کہ دو لفظ ''کو'' اور ''کر'' کی جگہ ''مرا'' اور ''کُن'' رکھ دیجیے فارسی میں مصرع اس طرح ہو جائے گا۔

یارب چمنِ نظم مرا باغِ ارم کُن

اور بہت سے مصرعے انہوں نے فارسی میں کر کے دکھائے، اِسی طرح انیسؔ کا عربی میں بھی ترجمہ ہوا، اور روسی زبان میں بھی ترجمہ ہوا، اور جرمن زبان میں اور فرنچ زبان میں بھی ترجمہ ہوا، تو یہ ہے پیغامِ حسینؑ بذریعہ انیسؔ پوری دنیا میں پہنچ رہا ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

آج ہم ملتان میں یہ مجمع دیکھ کر خوش ہیں کہ یہاں بھی انشاء اللہ ایک ماحول ادب کا قائم ہوگا۔ اور یہ حسینی ادب لوگ نہیں بھولیں گے۔ جب حسینؑ کو نہیں بھولیں گے، تو حسینی ادب کیسے بھولیں گے، ہم آپ کے لیے دُعا کرتے ہیں کہ آپ اُدب سے محبت کرتے رہیں اور ایسے جلسے اور ایسے ماحول بناتے رہیں۔

اور ہمیں بلاتے رہیں اور ہم بھی آپ کے ساتھ شرکت کرتے رہیں۔

(آخر میں میر انیسؔ کے لیے علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے سورۃ فاتحہ تلاوت فرمائی)

❁ ❁ ❁

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ جنگ کراچی جمعہ ایڈیشن، ۲۸/ مارچ ۱۹۸۶ء

علم وادب------ انجمن------ شہزاد منظر

شامِ انیس

ڈاکٹر شارب ردولوی کی آمد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ''میر انیس اکادمی'' نے بھی ان کے ایک لیکچر کا اہتمام کیا تھا جس کا موضوع ''کلام انیس میں ڈرامائیت'' تھا، اجلاس کے میزبان ضمیر اختر نقوی نے حاضرین کو انیس کے مرثیے پر ڈاکٹر شارب ردولوی کے بنیادی کام سے متعارف کرایا۔ ڈاکٹر شارب ردولوی نے کہا کہ ترقی پسندی کو کسی عہد یا کسی شاعر سے مخصوص کرنا درست نہیں ہے۔ ترقی پسندی دراصل آزادخیالی کا نام ہے اس نقطہ نظر سے انیس ایک ترقی پسند شاعر تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہماری تہذیبی تاریخ مرتب ہی نہیں ہوئی۔ انگریزوں کی آمد سے قبل مرثیے کو صرف عقائد کی روشنی میں دیکھا جاتا تھا۔ علامہ شبلی نے پہلی بار انیس کے مرثیے کو جمالیاتی قدروں کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کی اور ان کے کلام اور موضوعات میں شاعرانہ صفات تلاش کیں۔ انیس کے مرثیے کا کمال یہ ہے کہ اس میں بیک وقت کئی اصناف سخن کا سراغ ملتا ہے یعنی ہجو بھی، غزل کا تغزل بھی اور ڈرامائیت بھی۔ یہ درست ہے کہ مرثیہ اور ڈرامہ الگ الگ اصناف ہیں لیکن جس طرح فردوسی کے شاہنامہ میں ایپک اور ڈرامے کی سرحدیں مل جاتی ہیں اس طرح انیس کے ہاں بھی یہ سرحدیں ایک

Presented by www.ziaraat.com

دوسرے سے مل گئی ہیں۔ اگر انیسؔ کے مرثیے کو محدود معنوں میں ایپک کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔ انیسؔ نے ایک ایک مرثیے کے ڈھائی سو اشعار میں ڈرامائی کشمکش پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ سانحہ کربلا سے کون واقف نہیں اس کے باوجود مرثیے کا سامع بالکل کھو جاتا ہے اور انجام کا انتظار کرنے لگتا ہے۔ انیسؔ نے اردو شاعری میں ایکشن کے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مرثیے میں ڈرامائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پروفیسر کرار حسین نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے ان کے لیکچر کو بہت سراہا۔ علم و ادب سے تعلق رکھنے والے کراچی کے تمام ممتاز شعراء، ادیب، تنقید نگار اس اجلاس میں شریک تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ حریت کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۹۵ء

...... علّامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی ......

پیغام

کائنات میں غم اور خوشی دو ایسے ساتھی ہیں جو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔ لذّت غم اور خوشی کے ذائقے سے عام انسان کی طرح نبیوں کو بھی ہمکنار ہونا پڑا ہے۔ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشی کی اس وقت انتہا نہ رہی جب ان کی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ کی آغوش میں امامت کا دوسرا پھول سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی شکل میں کھلا۔ آنحضرت نے بچے کو گود میں لیا کان میں اذان کہی اور خوشی سے آپ کا چہرہ دمک اٹھا۔ لیکن اچانک آپ کی چشم رحمت نمناک ہوگئی۔ خوشی نواسے کی ولادت کی تھی اور افسردگی کی وجہ جبرائیل کے ذریعے ملنے والی وہ خبر تھی جس میں وطن سے دور امام حسینؑ کو شہید ہونا تھا۔

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ روزنامہ حریّت نے ولادت امام حسینؑ پر خصوصی

Presented by www.ziaraat.com

اشاعت کا انتظام کیا ہے اور غم اس بات کا ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں نواسۂ رسولؐ کی پیدائش پر دوسرے اخبارات یہ سعادت حاصل نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ کرسمس کے خصوصی ایڈیشن شائع کئے جا رہے ہیں۔ حکومت کو سرکاری طور پر شہید اعظم نواسۂ رسولؐ جگر پارہ علی و بتول کا جشن پیدائش منانے کا بھرپور انتظام کرنا چاہئے اس میں ہمارے لئے سعادت ثواب اور خوشنودی رسولؐ کی نوید ملتی ہے۔ بہر حال ادارہ حریّت کے تمام ارکان اس خصوصی اشاعت پر قابل مبارک باد ہیں۔

❀ ❀ ❀

Presented by www.ziaraat.com

القلم کراچی (شمارہ ۔۸)، جنوری ۲۰۰۵ء

ممتاز شاعر شہاب کاظمی (نیو جرسی، امریکہ)
کی تین کتابوں کی کراچی میں تقریبِ رونمائی

جناب شہاب کاظمی صاحب کے تین تازہ ترین مجموعوں کی تقریب رونمائی مرکز سادات امروہہ کراچی میں ۶، اکتوبر ۲۰۰۱ء کی شام ۵ بجے منعقد ہوئی اس تقریب کا اہتمام مرکز علومِ اسلامیہ نے کیا تھا۔

اس تقریب کی صدارت ممتاز دانشور جناب ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے فرمائی اور مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی تھے۔ میزبانی کے فرائض ڈاکٹر ماجد رضا صاحب کے سپرد تھے۔ اظہار خیال کے لئے جو دانشور حضرات مدعو تھے ان میں جناب پروفیسر سحر انصاری، جناب پروفیسر طہیر نفسی، جناب پروفیسر فضل فتحپوری اور جناب پروفیسر ظلِ صادق صاحبان شامل ہیں۔

جناب پروفیسر سحر انصاری اور پروفیسر فضل فتحپوری تشریف نہ لا سکے شہاب کاظمی صاحب نے اپنے کلام سے انتخاب پیش کیا ان کے تینوں مجموعہ پیش نظر تھے۔ ''میری قلم رو سے'' (حمد ونعت ومنقبت وسلام) ''مہر کے پرتو سے'' (مرثیے) اور یہ خلش کہاں سے ہوتی (غزل)۔

Presented by www.ziaraat.com

جناب طہیر نفسی نے شہاب کاظمی کی غزل گوئی پر روشنی ڈالی۔ جناب ظل صادق صاحب نے شہاب کاظمی کی مرثیہ نگاری پر سیر حاصل مقالہ پیش فرمایا۔

صدر بزم جناب فرمان فتحپوری نے شہاب کاظمی کی شاعری کو سراہتے ہوئے اس کے نادر پہلوؤں کو اجاگر کیا۔

مہمان خصوصی ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب نے فرمایا کہ مرثیہ کے مراکز لکھنؤ، کراچی اور لاہور سے میلوں دور امریکہ میں بیٹھ کر اردو اور مرثیہ نگاری کی خدمت انجام دینا ایک بڑا کارنامہ ہے اپنی زبان کے ماحول سے دُور شعری تخلیق اور پھر دہلی آ کر اس کی اشاعت یہ شہاب کاظمی کی اردو سے محبت کا غمّاز ہے۔

تقریب کے آخر میں مہمانوں کی تواضع کی گئی۔

''مہر کے پرتو سے'' شہاب کاظمی:

بیسویں صدی میں اردو زبان کے عظیم نوحہ نگار علامہ نجم آفندی نے کہا تھا

شعر و سخن میں نجم یہ ہیں بے نیازیاں
بیٹھا ہوں اجتہاد کی قوت لئے ہوئے

نجم آفندی کے دور کے بعد مجتہد سخن نہ بھی پیدا ہوا ہو مگر اجتہاد سخن کا دروازہ بند نہیں ہوا منقبت، سلام، نوحہ اور مرثیہ کہنے والے پیدا ہوتے رہیں گے یہ الگ بعد ہے اغطاط فن کے دور میں بھی کوئی اپنی شناخت قائم نہ کر سکے یہ سفر جاری ہے اور اردو کے ساتھ ساتھ جاری رہے گا۔

بقول خود شہاب کاظمی کے (زمانہ کے صیغہ کی ترمیم کے ساتھ)

''یہ سب مسافرت میں ہیں میر سفر نہیں''

Presented by www.ziaraat.com

ایسے میں اگر کسی مسافرِ راہِ سخن کی سلاست کلام یہ گواہی دے رہی ہو کہ مشعل راہ کلام انیسؔ ہے، لفظیات کی تیزی سے سر ہوتی ہوئی منزلیں یہ خبر دے رہی ہوں کہ میر سے فیضؔ تک کسی کے خوانِ فن کی نعمتِ شعر، توشہِ مطالعہ سے باہر نہیں، مصرعوں کا رچاؤ اور قافیوں کا بہاؤ ردیفوں کے ٹھہراؤ کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہو غالبؔ کی فارسی اور اقبال کی اردو کی چھاؤں میں ستانے کے لئے بیٹھا بھی ہے تو وہ مسافر شہابؔ کاظمی ہے کوئی اور نہیں۔

شہابؔ کاظمی کے مرثیوں کی زبان و بیان میں اردو سفر کی داستان بول رہی ہے (لکھنؤ سے کراچی اور کراچی سے نیوجرسی تک۔)

شہابِؔ کاظمی کے مرثیوں کا مجموعہ ''مہر کے پرتو سے'' ۸ مرثیوں اور ۴ مختصر مرثیوں پر مشتمل ہے زندگی کے تجربات کے ساتھ مشاہدات کا رنگ جھلکتا ہے۔ ان کے مرثیوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جو کہنا چاہتے ہیں بڑی آسانی سے اُسے نظم کا خلعت عطا کر دیتے ہیں مافی الضمیر کو برجستگی کے ساتھ شعر کے قالب میں ڈھال دینا قدرتِ کلام کی دلیل ہے اور یہی برجستگی شہابؔ کاظمی کے مرثیوں کی خصوصیت ہے۔ ایک اور چیز قدیم اور جدید رنگ کا حسین امتزاج ہے اسلوب قدیم اور جدید ڈکشن شہاب کاظمی کی خصوصیت ہے۔

سنبلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

کہتے ہیں کہ غزل ثقیل لفظوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی اگر چہ جدید غزل اس شرط پر پورا نہیں اترتی، مرثیہ بھی ہر قسم کے لفظ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا مگر اس کا معیار بجز اسکے کچھ نہیں کہ مصرع اپنے ابلاغ کے تقاضوں کو پورا کرنے میں کتنا وقت لیتا ہے اگر کسی ثقیل لفظ یا ترکیب کی موجودگی کے باوجود مصرع کا ابلاغ اپنی بھرپور شعریت کے ساتھ دوسرے مصرعوں کے برابر وقت میں ہو رہا ہے تو یہ ثقالت قطعاً معیوب نہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ

Presented by www.ziaraat.com

دوسرے شعری محاسن اپنے دامن میں اسے جگہ دے دیں۔ شہاب کاظمی کے مصرعوں اور لفظیات کا اگر اس تناظر میں مطالعہ کیا جائے تو کہیں بھی مرثیہ کی روانی میں خلل محسوس نہیں ہوتا۔

بلابل، آموزگاری، سبوچے، درس، میش، مشاکل، کمسر، بے دلے، منکتوں، سواحل ،اذوات، یک بک، بغدا، زبدہ، حواصل، چکاچوند، غرش، تبحتر، نخچیر، رستخیز، الکن، انجن، تواجد، مشفوع، تالا، ہنڈار، مڑھ، مُوش، قتالہ، بائی کچائی، چھچاتا، تدریب، اور چسکا جیسے مرثیہ سے غیر مانوس الفاظ۔

یا ۔عفریت عذر مرگ، نشتران نصیحت، وارفتگی زلف دراز ہنر، تقسیم امتنان، مشفقئ خستہ خاطران، بخشش عصیاں گزیدگان، شرط و مشروطِ وعدۂ طفلی، لحۂ تلافی مافات ارتباطِ جیش چپ وراس، انمائے مرثیہ، تیس مارخاں، کڑوی دوائی، حق آمرزش امت، چشم تلطف ضدِ بیعت، مجمع فتن، مضمرات جادۂ رب، پردہ اغماز، اقتضائے جبلّت، بازیچہ صغار، داعی تزویر بنات شہ اقوام و امم جیسی ثقیل یا طویل تراکیب کے باوجود مرثیے کی روانی اور سلاست متاثر نہیں ہوتی یہ قدرت کلام نہیں تو اور کیا ہے۔

اس کے علاوہ شہاب کاظمی کے مرثیوں میں بعض تراکیب اتنی حسین و خوبصورت حُسن تصرف کا نمونہ بن کر آتی ہیں کہ شاید وہ جدید مرثیہ میں اضافہ ثابت ہوں، دیکھئے،

آئین دلبری، آبِ مروّت، اسپ وقت شناس، اتصال غم، یارائے ضبط اہل عزا، میلانِ دل فرس فن، پوشاک صبر و ضبط، زمام شوق، ساغر سیماب، شجر احتمال، سواد خیال، جمہور کم اساس، درس مذاق یقیں، کج سیَر، وصف امیدی، سرور مشیت، ملال مقنع و چادر، فقدان التفات، سلک شہادت، حُسن رسد، چشم تشکر، دشواری نبرد، میلان روح، گرداب عقل و ہوش، ربط جیب و گریباں، ابلاغ درس عشق و محبت، عذر مدح سرائی،

Presented by www.ziaraat.com

فروغ پروبالِ مرثیہ، حد گفت شنید، نیت شفاف، رطب سخن، سماعت یابس، نیاز دین پیمبرؐ، مسیحا سرشت، خواستگار اذن تبسم، جودت صد نکتہ رس، موسم صوت ہزار، بیکرانی علم و ہنر، کتاب حُسن کی جدول، بہار کا آنچل وغیرہم۔

شہاب کاظمی کے مرثیوں میں کئی کئی بند موضوعات کے تسلسل میں ایک پورا یونٹ قرار پاتے ہیں جن میں حمد، نعت، منقبت، سید الشہداء کا رجز، اہل فن پر گزرنے والے حالات اور شاعر کی اپنی زندگی کے بعض مشاہدات و محسوسات شامل ہیں۔

مثالوں میں کثرت سے مصرع، بند، یا بیتیں نقل کرنا ذوق مطالعہ کو مہمیز کرنے کے بجائے کبھی کبھی رکاوٹ کا باعث بھی ثابت ہوتی ہیں۔ مگر چند مثالیں دے کر یہ مختصر گفتگو ختم کی جائے اس دعوت کے ساتھ کہ ''مہر کے پرتو سے'' اہل نظر کو دعوت نظر دے رہا ہے۔

کیفیت قلبِ حضرت عباسؑ بچوں کے پانی کے تقاضے پر،

کہتا تھا دل میں اذن ملے گر امام سے
دریا کچھ اتنی دور نہیں ہے خیام سے

مدح عباسؑ میں ہی یہ بیت:۔

عالم میں جس کے باپ کی ضربت کی دھوم ہے
جس ذات پر صفاتِ خدا کا ہجوم ہے

آلِ رسولؐ سے سوال کی بابت:۔

جو جستجو کرے وہ یہاں مستفید ہو
اتنا ملے گا جتنی تمنا شدید ہو

تہذیب پیوستہ میں قدر مرثیہ:۔

Presented by www.ziaraat.com

اس درجہ لوگ اس کی محبت میں شاد تھے
قرآں کے ساتھ ساتھ مراثی بھی یاد تھے

جدید مرثیہ نگاروں کے بیان میں (جلیلؔ و شمیمؔ سے امیدؔ و سردارؔ تک):-

کوشاں سبھی تھے اسمیں تحرک مگر نہ تھا
یہ سب مسافرت میں تھے میر سفر نہ تھا

نعت میں:-

سایہ بھی جس رسولؐ کا ابر کرم لگے
بعد خدا بزرگ بھی لکھیں تو کم لگے

منقبت جناب امیرؑ میں:-

تم ہی شہید و شاہد و مشہود بھی تو ہو
غائب کی شکل میں تمہیں موجود بھی تو ہو

اور یہ بیت:-

چھیدا گیا اِک تیر سے اصغرؑ کا گلو بھی
اسلام کے کام آ گیا بچے کا لہو بھی

بعض مصرعے اپنی اکائی میں:-

؎ ''بجھتے ہوئے چراغ کی لو تیز ہوگئی''
؎ ''مجھ پر بھی میر انیسؔ کے مشکل کشا دیا''
؎ ''بچپن ہی سے حسینؑ کو ازبر تھی کربلا''
؎ ''کل تک جو بولتا تھا وہ تصویر ہوگیا''
؎ ''زادِ سفر نہیں ہے تو پاؤں میں تل تو ہے''

Presented by www.ziaraat.com

"لاتوں کے بھوت مانتے کب ہیں زبان سے"

اور آخر میں امام حسینؑ کے لئے شہابؔ کاظمی کی دو بیتیں بھی پڑھیئے اور سر دھنیئے

کل جس پہ منکشف تھی کسی راز کی طرح
انجام جانتا تھا جو آغاز کی طرح

تنہا جو کُلِ کفر کفہ پہ بھاری ہے آج بھی
خوف اس کا ہر یزید پہ طاری ہے آج بھی

"میری قلم رو سے" شہابؔ کاظمی:

دورِ جدید میں زندگی کے ہر شعبہ میں تیز رفتاری اور اختصار کے در آنے کا اثر متعدد اصناف سخن پر بھی پڑا جہاں ایک طرف بعض اصناف اختصار کی نذر ہو گئیں جیسا کہ اسی اختصار اور سماعت کی عدم فرصتی نے جدید بعد جدید میں مختصر مرثیے کو جنم دیا وہاں دوسری طرف قصیدہ کی صنف نے دم توڑ دیا اگر چہ قصیدہ اپنے موضوع کے اعتبار سے زندہ ہے مگر ہیئت کے اعتبار سے تاریخ ادب کے اوراق میں گم ہو رہا ہے قصیدہ کی طوالت سے گریز اور اختصار کی ضرورت نے منقبت کو جنم دیا منقبت یا مناقب اپنے موضوع کے اعتبار سے عربی شاعری میں موجود تھی اردو میں عہد جدید میں منقبت نے جو صورت اختیار کی ہے وہ ایک اچھوتا تجربہ ہے جسکی ہیئت سلام و غزل کی ہے مگر مضامین کی کوئی قید نہیں۔ایک طرف یہ بھی تلخ حقیقت ہے کہ موجودہ منقبت کی صنف نے معیار شاعری کو بھی متاثر کیا ہے۔لیکن اگر معیار شاعری کو برقرار رکھا جائے تو منقبت میں ابلاغ کی طاقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

شہابؔ کاظمی کے مجموعہ "میری قلم رو سے" میں منقبت ہے تو قصیدہ بھی ہے سلام

Presented by www.ziaraat.com

ہے تو حمد و نعت بھی۔

لیکن شہابؔ اپنے سلسلہ سخن سے جدا نظر نہیں آتے جس کا اظہار کتاب کے نام سے ہوتا ہے۔ بقول شہابؔ

ہے شہابؔ اس میں کس کا اجارا، میر انیسؔ سخن ہے ہمارا
یہ سخن گستری آئی ہم تک، نسل در نسل سینہ بہ سینہ

آیئے شہابؔ کے یہ شعر دیکھیے تو داد دیجئے۔

نعت میں:-

اے خدا ذات محمدؐ کو سمجھنے کے لئے
عینِ اللہ کی بینائی کہاں سے لاؤں

مدح علیؑ

ابوترابؑ سے جو اجتناب رکھتے ہیں
دراصل ظرف یہ مٹی خراب رکھتے ہیں
نہ غیر آل کے بارے میں پوچھ ورنہ ہم
سوال جیسے ہیں ویسے جواب رکھتے ہیں

غالبؔ کی زمین میں یہ اشعار دیکھیے :-

ٹھیک سے خلد کی شبیہ، کھینچ نہ جب سکا فقیہ
روضۂ شاہ کربلا ہم نے دکھا دیا کہ یوں
ذکرِ علیؑ کے فیض کا کیسے رہے گا تا ابد؟
بولی اتر کے عرش سے آیۂ ھل اتی کہ یوں

سایۂ رحمت میں پہنچا حُرؑ ہمیشہ کے لئے

Presented by www.ziaraat.com

چند لمحے شاہ کے ہمراہ رہ کر دھوپ میں

میر انیسؔ کی زمین میں :-

دیا حسینؑ نے رد منافقت کا سبق
جھکے نہ دل تو جھکاتے نہیں جبینوں کو

اور پھر اس کے بعد یہ اعلان کہ :-

زمین غیر میں کاوش شہابؔ تا بہ کجا
نئے خیال سے سینچو نئی زمینوں کو

اور اس مجموعہ کا مطالعہ کرنے والے یہ دیکھیں گے شہابؔ کاظمی نے نئے خیال سے واقعتاً نئی زمینیں سینچی ہیں۔

''یہ خلش کہاں سے ہوتی'' شہابؔ کاظمی

یہ شہابؔ کی غزلوں کا دوسرا مجموعہ ہے اس سے پہلے ''ترے تیر نیم کش کو'' شائع ہو چکا۔

غالبؔ نے گلہ کیا تھا

بقدر ذوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کے لئے

جدید غزل میں تنگنائے کا شکوہ ختم ہو گیا اپنے مضامین کے اعتبار سے لہذا ہیئت وہی رہنے کے باوجود مضامین کا ایک سیلاب آ گیا۔

اور اگر شاعر سلیقہ اظہار بھی رکھتا ہو، تو سونے پہ سہاگہ۔

شہاب کے یہاں سلیقہ اظہار بھی ہے اور مضامین کا تنوع بھی۔

Presented by www.ziaraat.com

کچھ شعر دیکھئے۔

کچھ ایسے انقلاب قیادت میں آ گئے
پچھلی صفوں سے لوگ امامت میں آ گئے

اور عہد حاضر پر بھرپور تبصرہ یہ شعر خاص طور پر پاکستان کے حالات

درد فرقت کا مداوا نہیں ہونے دیتے
یہ مسیحا مجھے اچھا نہیں ہونے دیتے

یہ شعر بھی تاریخ کے نشیب و فراز کا آئینہ دار ہے۔

میرؔ اور غالبؔ اپنی جگہ ہیں لیکن عالم غربت میں
رنگ بہادر شاہ ظفر بھی اچھا لگتا ہے

Presented by www.ziaraat.com

علامہ ضمیر اختر نقوی

کے بیانات

اخبارات کے آئینے میں

Presented by www.ziaraat.com

ماہنامے

''ندائے حق''، کراچی، ''پیامِ عمل'' لاہور، ''جامِ جم'' کراچی

پندرہ روزہ

''ارشاد'' کراچی، ''ولایت'' کراچی، ''کرائم نیوز''، کراچی

ہفت روزہ

''الحیدر'' کراچی، ''ندائے اسلام'' کراچی، ''ندائے شیعہ'' لاہور، ''شہید'' لاہور ''نیشن'' لندن، ''سلونی'' فیصل آباد، ''مخبرالعالمین'' کراچی، ''توحید میل'' لکھنؤ، ''آوازِ غیب'' لکھنؤ، ''سُرخی'' لکھنؤ، ''اخبارِ جہاں'' کراچی، ''نوائے وطن''، ایتھنز (یونان)، ''اخبارفکرِعزا'' کراچی،

روزنامے

''امروز'' ملتان، ''آفتاب'' لاہور، ''جنگ'' کراچی، ''جنگ'' راولپنڈی، ''امن'' کراچی، ''قومی آواز'' لکھنؤ، ''عزائم'' لکھنؤ، ''پیامِ نو'' لکھنؤ، ''سویرا'' کراچی، ''حریّت'' کراچی، ''مشرق'' کراچی، ''عوامی اخبار'' لاہور، ''مشرق'' لاہور، ''قومی اخبار'' کراچی، ''نوائے وقت'' کراچی، ''عوام'' کراچی، ''پبلک'' کراچی، ''صحافت'' لکھنؤ، ''اِن دِنوں'' لکھنؤ، ''جنگ لندن''، ''اوصاف'' ملتان، ''نیا دور'' ملتان، ''نوائے وقت'' ملتان، ''خبریں'' ملتان، ''پاکستان'' ملتان، ''ایکسپریس'' ملتان، ''جرأت'' کراچی، ''دن'' کراچی، ''امروز ملتان''، ''انتخاب'' کراچی، ''ادبی معیار'' کراچی، ''ڈان'' کراچی، ''ڈیلی نیوز'' کراچی، ''مارننگ نیوز'' کراچی، ''نیشن'' لاہور

❁❁❁

Presented by www.ziaraat.com

علّامہ ضمیر اختر نقوی کے بیانات اخبارات کے آئینے میں

ہفت روزہ "الحیدر" کراچی، ۳ محرم الحرام ۱۳۹۳ھ/ ۷ فروری ۱۹۷۳ء

سورۂ یوسف اور میر انیسؔ

بغیر محمدؐ و علیؑ رب نہیں ملتا ...علاّمہ ضمیر اختر نقوی

امام بارگاہ شاہ ولایت گولی مار میں عالی جناب علاّمہ ضمیر اختر نقوی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ سورۂ یوسف کلام مجید کا بارھواں سورہ ہے۔ اس سورہ میں خداوند کریم نے اپنے بندوں سے اتحادِ عالم، انسانیت، رشک و حسد، فلسفۂ گریہ، گفتگوئے اسیری، بزرگوں کا ادب، وعدے کی وفا، عبادت کی بزرگی، سجدے کا وقار، مسئلہ تقیّہ، تعبیرِ خواب، شاہی کی مذمّت، کی باتیں کی ہیں۔ سورۂ یوسف کے یہ سب اوصاف کلام انیسؔ میں بھی موجود ہیں۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے آج بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر کرتے ہوئے کہا۔ حضرت علیؑ نے اپنے کو بسم اللہ کے "ب" کا نقطہ فرمایا

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ اگر آپ غور کریں تو ''ب'' کے عدد ''۲'' ہیں علیؑ کے عدد ۱۱۰ ہیں۔ صفر کو ہٹا کر دونوں ایک جمع کرنے پر دو کا عدد بنتا ہے۔ محمدؐ کے عدد ۹۲ ہیں دونوں کی جمع ۲+۹=۱۱ ہوتے ہیں اور ۱+۱=۲ ہوتے ہیں۔ اس طرح محمدؐ کے عدد بھی ۲ ہوتے ہیں۔ ''رب'' کے عدد ۲۰۲ ہیں۔ محمدؐ و علیؑ کے عدد جمع کریں یعنی ۹۲+۱۱۰=۲۰۲ ہوتے ہیں۔ بغیر محمدؐ و علیؑ ربّ نہیں ملتا۔ اس تفصیل کو میر انیسؔ نے ایک رباعی میں نظم کیا ہے۔

افضل ہے اگر ایک تو اعلیٰ ہے ایک
اگر غور کرو تو موج و دریا ہے ایک
ہاں نورِ محمدؐ و علیؑ ہیں واحد
اسم دو مگر مسمّیٰ ہے ایک

روزنامہ ''امروز'' ملتان، پیر ۲۴ ذیقعد ۱۳۹۴ھ/ ۹ دسمبر ۱۹۷۴ء

میر انیسؔ کو اُجاگر کرنے سے اخلاقی اقدار اُجاگر ہوں گی

نیشنل سنٹر میں میر انیس کی صد سالہ برسی پر مقررین کا خطاب

علامہ ضمیر اختر نقوی نے میر انیسؔ کی صد سالہ برسی پر نیشنل سینٹر ملتان میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ میر انیسؔ کے کلام میں تمام اصناف اور تمام موضوعات پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ترقی پسند شعرا نے جن موضوعات کو اپنایا ہے، میر انیسؔ کہیں پہلے انہیں اپنا چکے ہیں، انہوں نے کہا کہ ان کے کلام میں مقامِ شبیری ایک حقیقت ابدی ہے اور حقیقتِ ابدی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کوئی صبر، عشق اور فقر کے اس اعلیٰ مقام تک رسائی حاصل نہ کرے جس پر حضرت امام حسینؑ فائز تھے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۱۲ جون ۱۹۷۵ء

یومِ شہادتِ حضرت علیؑ نہایت

عقیدت و احترام کے ساتھ منایا گیا

مرکز علومِ اسلامیہ کے زیر اہتمام امام بارگاہ رضویہ سوسائٹی میں مجالس شہادت امیر المومنین حضرت علیؑ منعقد ہوئیں۔ ممتاز ادیب اور خطیب سیّد ضمیر اختر نقوی نے مجالس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علومِ اسلامیہ کی جو خدمات حضرت علیؑ نے انجام دیں وہ آج بھی تاریخ میں جگمگا رہی ہیں۔

روزنامہ "جنگ" راولپنڈی، ۱۵/ اکتوبر ۱۹۷۶ء

قائدِ ملت لیاقت علی خاں کی برسی کے موقع پر

علاّمہ ضمیر اختر نقوی آف کراچی کا خطاب

پاکستان نیشنل سنٹر اسلام آباد ۱۶ اکتوبر ہفتہ شام ۵ بجے قائد ملت کی یاد میں ایک خصوصی تقریب کا اہتمام کر رہا ہے۔ مسٹر عنایت الرحمٰن عباسی پارلیمانی سیکریٹری تقریب کی صدارت کریں گے، جب کہ جناب محمود علی چیئرمین قومی کونسل برائے سماجی بہبود تقریب کے مہمان خصوصی ہوں گے۔ ظفر عباس قریشی او ایس ڈی وزیر اعظم علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی اور مبینہ قریشی اپنے خیالات کا اظہار کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''قومی آواز'' لکھنؤ، یکم جنوری ۱۹۷۷ء

عاشور یادِ شہادت حضرت حسینؑ کا دن آج

نویں محرّم کو مجالس، ذوالجناح اور علم کے جلوس

لکھنؤ ۳۰ دسمبر جگر پارۂ رسولؐ امام حسینؑ کا یوم شہادت یعنی عاشور کا دن جو اسلامی تاریخ کا المناک ترین دن ہے۔ ہفتہ کو لکھنؤ میں بھی بے حد رنج والم کے ساتھ منایا جائے گا۔ ہر مذہب وملت کے لوگ اس دن اس عظیم المیہ پر، اس عظیم شخص کے حضور اپنے اپنے طریقے سے نذرانۂ عقیدت پیش کریں گے۔

لکھنؤ میں یہ ایام عزا کے پہلے مرحلے کا نقطۂ عروج ہوگا۔ اس دن تعزیے مختلف کربلاؤںؑ میں دفن کئے جائیں گے اور اسی کے ساتھ دیگر تمام مراسم عزاداری ادا کئے جائیں گے۔

عاشور کے دن عزادار، برہنہ سر اور برہنہ پا ہاتھوں سے، زنجیروں سے، چھریوں سے ماتم کرتے یا قمع لگاتے مرثیے اور سوز بے حد اندوہناک انداز میں پڑھتے علم اور تعزیے لیکر طویل مسافتیں طے کر کے شہر کی مختلف کربلاؤں خصوصاً تال کٹورے کی کربلا جائیں گے۔

پاکستانی عالم علاّمہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی نے جو سابق لکھنوی اور شیعہ کالج کے سابق طالب علم ہیں اس سال محرّم کرنے لکھنؤ آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے شیعہ اولڈ بوائز پرائمری اسکول اور امام باڑہ ناظم صاحب میں متعدد مجالس اپنے مخصوص انداز میں پڑھیں جن کو سننے کے لئے زبردست مجمع ہوا۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "امن" کراچی، ۱۷/مارچ ۱۹۷۸ء

مجلسِ سوئم

مشہور مرثیہ گو میر عارفؔ لکھنوی کے صاحبزادے سیّد یوسف حسین

۱۴/مارچ ۱۹۷۸ء بروز منگل نارتھ ناظم آباد کراچی میں انتقال فرما گئے

اُن کی مجلسِ سوئم امام بارگاہِ باب العلم میں منعقد ہوئی

علامہ ضمیر اختر نقوی نے خاندانِ میر انیسؔ کے شعرا میر نفیسؔ اور میر عارفؔ کی خدماتِ علم وادب پر روشنی ڈالی اور سید یوسف حسین مرحوم نے جو مضامین مرثیہ خوانی اور میر انیسؔ پر لکھے اُن کا تذکرہ کیا اور مرحوم کی صفات اور شخصیت کا ذکر کیا۔

روزنامہ "جسارت" کراچی، ۲۶/جنوری ۱۹۷۹ء

مجلسِ چہلم

۲۶/جنوری ۱۹۷۹ء امام بارگاہِ ابوالفضل العباس پاک کالونی کراچی میں مہذبؔ لکھنوی کے چھوٹے بھائی مکرمؔ لکھنوی صاحب کی والدہ مرحومہ کی مجلسِ چہلم منعقد ہوئی۔

مجلس سے خطاب کرتے ہوئے علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے حقوقِ والدین قرآن و حدیث سے بیان فرمائے۔

مجلس میں شہر کے ممتاز شعرا، دانشور اور ادیب حضرات نے خاصی تعداد میں شرکت فرمائی۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''حریت'' کراچی، جمعہ ۴ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ/ ۱۸ جولائی ۱۹۸۰ء

جوش ملیح آبادی کے مرثیے

علامہ ضمیر اختر نقوی نے جوش ملیح آبادی کے مرثیے ترتیب دے کر کتابی شکل میں شائع کر دیئے ہیں۔ اس کتاب میں علامہ ضمیر اختر نقوی نے جوش کی مرثیہ نگاری پر تنقیدی مقالہ اور فرہنگ بھی شامل کی ہے۔ جس سے کتاب کی تحقیقی و تنقیدی حیثیت بھی اہم ہوگئی ہے۔ علامہ ضمیر اختر نقوی آج کل اپنی ایک اور کتاب ''اُردو مرثیہ پاکستان میں'' کی اشاعت کے سلسلے میں مصروف ہیں یہ کتاب بھی ایک ہفتے میں شائع ہو جائے گی۔

روزنامہ ''عزائم'' لکھنؤ، یکم اپریل ۱۹۸۱ء

پاکستانی خطیب علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی کا لکھنؤ میں پروگرام

لکھنؤ ۳۱ مارچ علامہ ضمیر اختر نقوی پاکستان سے اپنے پروگرام کے تحت امریکہ، ہالینڈ، انگلینڈ وغیرہ سے علمی خدمات کے سلسلہ میں لکھنؤ تشریف لائے ہیں اور یہاں اپنی تصنیف جوش ملیح آبادی کے مراثی جس کی اشاعت مکمل ہو رہی ہے اور اپریل کے دوسرے ہفتہ میں اس کی رسم اجرا متوقع ہے موصوف اپنے قیام کے دوران حسب ذیل پروگرام کے مطابق لکھنؤ کی تاریخی عمارات میں تقریر فرمائیں گے۔

۲/اپریل ۸ بجے صبح روضۂ زینبیہ تالاب ٹکیٹ رائے، لکھنؤ۔

۲/اپریل ۷ بجے شب روضۂ سرکار حسینی کشمیری محلہ، لکھنؤ۔

۴/اپریل ۷ بجے شب امام باڑہ داراب علی خاں مولوی گنج، لکھنؤ۔

۵/اپریل ۸ بجے صبح کربلائے دیانت الدولہ کاظمین روڈ، لکھنؤ۔

۵/اپریل ۴ بجے دن روضۂ فاطمین رستم نگر، لکھنؤ۔

Presented by www.ziaraat.com

۹/اپریل ۷ بجے شب مسجد ملکہ زمانی گولہ گنج لکھنؤ۔

۱۰/اپریل ۷ بجے شب روضۂ زینبیہ تالاب ٹکیٹ رائے لکھنؤ۔

روزنامہ "قومی آواز" لکھنؤ، ۱۹ اپریل ۱۹۸۱ء

خطیبِ فرقان ضیغمِ پاکستان کی شعروادب کے موضوع پر تقریر

آج ساڑھے سات بجے شب کوٹھی مرزا جعفر علی خاں اثرؔ لکھنوی کشمیری محلّہ لکھنؤ میں آفتابِ ادب جناب علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی موضوعِ بالا پر خطاب فرمائیں گے۔ بصد ادب شرکت کی استدعا ہے۔ منتظر قدوم: مرزا احمد نواب نبیرۂ اثرؔ لکھنوی۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲/اپریل ۱۹۸۲ء

شاعرِ انقلاب جوشؔ ملیح آبادی کی یاد میں تعزیتی مجلس

بتاریخ ۱۲ اپریل روز جمعہ، ٹھیک ۳ بجے دن امام بارگاہ رضویہ کالونی (ناظم آباد) میں منعقد ہوگی۔ مندرجہ ذیل شعرائے کرام منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کریں گے۔

جوشؔ ملیح آبادی کی مرثیہ نگاری پر علّامہ ضمیر اختر نقوی خصوصی تقریر فرمائیں گے۔

شعرائے کرام منظوم خراجِ عقیدت پیش کریں گے۔

جناب نسیم امروہوی (مرثیہ)، جناب رئیس امروہوی، جناب تابش دہلوی، جناب شان الحق، جناب شاہد نقوی، جناب راغب مرادآبادی، جناب نصیر ترابی، جناب ہلال نقوی، جناب تاثیر نقوی، جناب ساحر لکھنوی، جناب قسیم امروہوی، جناب آباد محمد نقوی، جناب علی اوسط زیدی، جناب علی اسد۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۹ ستمبر ۱۹۸۳ء

کراچی کی ادبی سرگرمیاں

''میر انیس اکاڈمی'' نے ۱۹۸۲ء کے علمی، ادبی اور تحقیقی وتنقیدی ''میر انیس ایوارڈ'' کا اعلان کیا ہے یہ ایوارڈ ''میر انیس سند'' کے ساتھ ایک تقریب میں پیش کیے جائیں گے۔ تقریب ماہ ستمبر میں منعقد ہوگی۔ بہترین تنقیدی کتاب ''جدید اُردو مرثیہ'' پر پروفیسر محمد رضا کاظمی کو ایوارڈ کا مستحق قرار دیا گیا۔ بہترین تحقیقی وتنقیدی کتاب ''اُردو مرثیہ پاکستان میں'' ایوارڈ کی مستحق قرار پائی۔ اس کتاب کے مصنف علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی ہیں۔ بہترین شعری مجموعے کا ایوارڈ ممتاز شاعر صمد انصاری کے مجموعۂ غزلیات ''قوسین'' کو ملا۔

میر انیس کے فکر وفن پر ترتیب شدہ کتاب ''انیس ایک مطالعہ'' ایوارڈ کی مستحق قرار پائی۔ اس کتاب کے مؤلف ڈاکٹر احراز نقوی مرحوم کا یہ ایوارڈ ان کی اہلیہ ڈاکٹر میمونہ انصاری کو ملے گا۔ بہترین سفرنامے کا ایوارڈ منظر حسین کاظمی کو دیا جائے گا۔ انہوں نے ایران، عراق اور شام کا سفر نامہ ''مقاماتِ مقدسہ'' کے عنوان سے قلمبند کیا ہے۔ بہترین تدوین کار سحر انصاری ایوارڈ کے مستحق قرار پائے۔ انہیں ''مقالاتِ جوشؔ'' کی ترتیب پر میر انیس ایوارڈ دیا جائے گا۔ لسانیات کے موضوع پر شبیر علی کاظمی کی کتاب ''پراچین اُردو'' نے بہترین لسانی ایوارڈ حاصل کیا ہے۔ مرثیوں کے بہترین مجموعے ''سرِ نینوا'' کا ایوارڈ ممتاز شاعر امید فاضلی کو دیا جائے گا۔ بہترین اُردو تذکرہ ''مطلع انوار'' کا ایوارڈ مرتضٰی حسین فاضل کو ملے گا۔

بہترین اخلاقی کتاب ''بچوں کی باتیں'' ایوارڈ کی مستحق قرار پائی۔ اس کتاب کے

Presented by www.ziaraat.com

مترجم ڈاکٹر پروفیسر نظیر الحسین زیدی ہیں۔ بہترین فلسفیانہ کتاب کا ایوارڈ ممتاز دانشور راحت حسین ناصری کو ان کی کتاب ''معرفتِ الٰہی'' پر دیا جائے گا۔

۱۹۸۲ء کے بہترین یونیورسٹی اسکالر کا ایوارڈ ڈاکٹر ظفر اقبال کو دیا جائے گا۔ انہوں نے ''اُردو میں تاریخ نویسی'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر سندھ یونیورسٹی سے پی، ایچ، ڈی کی سند حاصل کی ہے۔ یہ ایوارڈ سال بہ سال ایک یونیورسٹی اسکالر کو دیا جائے گا۔ جو اُردو ادب کے کسی اہم موضوع پر پی، ایچ، ڈی کا مقالہ تحریر کرے گا۔ ڈاکٹر ظفر اقبال کا یہ تحقیقی مقالہ ''میر انیس اکاڈمی'' کے زیر اہتمام اشاعت کے مراحل میں ہے۔ میر انیسؔ اکاڈمی کا خصوصی ایوارڈ پروفیسر مرزا علی اظہر برلاس کو ان کی کتاب ''کنگ واجد علی شاہ آف اودھ'' (انگریزی) کو دیا گیا ہے۔ یہ ایوارڈ سال بہ سال کسی بھی زبان میں لکھی گئی بہترین کتاب پر دیا جائے گا۔

روزنامہ ''قومی آواز'' لکھنؤ، ۱۸/فروری ۱۹۸۴ء

پاکستانی ادیب کی لکھنؤ آمد

لکھنؤ، ۱۷ فروری۔ پاکستانی خطیب اور ادیب علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی اپنے تحقیقی مقالہ کی تکمیل کے سلسلہ میں لکھنؤ آئے ہوئے ہیں۔ ان کا قیام سیّد مسعود حسین زیدی، سیکریٹری پروانۂ انیس سوسائٹی، کاشانہ راحت فراش خانہ وزیر گنج میں ہوگا۔ علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی اُردو مراثی پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں۔

روزنامہ ''امن'' کراچی، ۱۳/مئی ۱۹۸۵ء

کل پاک و ہند منقبتی مشاعرہ

کراچی ۱۲ مئی (پ ر) چودہ سو سالہ جشن ولادت بنت علیؑ حضرت زینبؑ کے سلسلے

Presented by www.ziaraat.com

میں ۷ مئی کو ۸ بجے شب رضویہ امام بارگاہ میں کل پاکستان و ہندوستان منقبتی مشاعرہ منعقد ہوگا جس کی صدارت برصغیر کے معروف محقق و ادیب سیّد سبطِ حسن کریں گے۔ جبکہ بھارت کے نامور شاعر کنور مہندر سنگھ بیدی سحر مہمان خصوصی ہوں گے، دیگر شعراء میں کیفی اعظمی، مجروح، سلطان پوری، بیرون کراچی سے احمد ندیم قاسمی، محسن احسان، ضمیر جعفری شرکت کر رہے ہیں، علاوہ ازیں نوجوان محقق ضمیر اختر نقوی، حضرت زینبؑ کا کلام اور اُردو ادب کے عنوان سے مقالہ خصوصی پڑھیں گے۔

پندرہ روزہ ''ارشاد'' کراچی، ۱۶ فروری تا ۱۶ مارچ ۱۹۸۶ء

ایران میں یکم جمادی الثانی سے سیاہ پرچم لہرا دیئے جاتے ہیں، تین جمادی الثانی جنابِ سیّدہؑ کی شہادت کی مستند تاریخ ہے

ہم جدّہ ماجدہؑ کا غم بھی صحیح طرح نہیں منا سکتے (علاّمہ ضمیر اختر نقوی)

کراچی ۱۱ فروری (نمائندہ ارشاد) شہادت جنابِ سیّدہؑ کی مستند تاریخ ۳ جمادی الثانی ہے۔ یہ بات جنابِ علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے شہادتِ جنابِ سیّدہؑ کے سلسلہ میں منعقدہ ایک مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ اس سلسلے میں بحارالانوار میں علاّمہ مجلسی نے امامؑ کی روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے آپ کو رضوی، زیدی، عابدی، نقوی، وغیرہ کہتے ہیں اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنی جدہ ماجدہ کا غم بھی صحیح طرح سے نہیں مناتے، انہوں نے ایران کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہاں پر یکم جمادی الثانی سے سیاہ پرچم لہرا دیئے جاتے ہیں اور ۲۱ دن تک غم منایا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ آج کچھ نوجوانوں نے کہا کہ آپ مجلس کینسل کر دیں۔ ہم اسٹیج ڈرامہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے مساجد اور امام

Presented by www.ziaraat.com

بارگاہوں کے ٹرسٹیوں پر بھی کڑی تنقید کی اور کہا کہ ہر ٹرسٹ میں کچھ سقراط، بقراط، ارسطو اور افلاطون ہوتے ہیں جو اپنی من مانی کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک ٹرسٹ کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ ولادت اور شہادت کی کچھ غلط تاریخیں ان ٹرسٹیوں کی انا اور سازش کی وجہ سے رائج ہوگئی ہیں۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے جناب سیدہؑ کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا زہراؑ کا گھر اور دروازہ وہ ہے جہاں فرشتے بھی اذن لے کر آتے ہیں اور آج ایران میں جو اسلامی انقلاب برپا ہوا ہے وہ بھی اسی در کا صدقہ ہے۔

پندرہ روزہ ''ارشاد'' کراچی، یکم اکتوبر تا ۱۵/ اکتوبر ۱۹۸۶ء

عشرہ محرم الحرم کراچی ۱۹۸۶ء ایک سرسری جائزہ

علاّمہ ضمیر اختر نقوی کے عشرہ مجالس

رپورٹ:۔ آل محمد رزمی

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی، علاّمہ موصوف نے مرکزی خطاب سہ پہر امام بارگاہ علیؑ رضا پر فرمایا، جبکہ ۱۰ بجے شب عزاخانۂ زہراؑ میں بھی ایک نیا عشرہ قائم کیا گیا اور ہر دو مقامات پر روائتی انداز میں خطاب فرمایا اور خوب فرمایا۔ گویا محفل شاہِ خراسان پر دونوں جانب سے اوّل و آخر آپ کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۸؍مئی ۱۹۸۷ء

یومِ حضرت خدیجۃ الکبریٰ

۱۰؍اور ۱۱؍رمضان المبارک حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا یومِ وفات نہایت اہتمام سے منایا گیا۔ علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے تقریر میں کہا کہ محسنۂ اسلام نے اپنی پوری دولت اسلام کی راہ میں خرچ کر دی۔ حضرت خدیجہ وہ اسلام کی

Presented by www.ziaraat.com

پہلی خاتون ہیں جنہوں نے سب سے پہلے سرکارِ رسالت کو پیغمبرؐ تسلیم کیا اور دین کی پہلی نماز پڑھی۔ آپ ہی سے نسلِ رسولؐ آج دنیا میں قائم ہے۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۱۷/ اگست ۱۹۸۸ء

کربلا کی تاریخ کو ترتیب سے بیان نہیں کیا جاتا

کراچی (پ ر) امام بارگاہ علی رضا ایم اے جناح روڈ کراچی میں محرّم کی دوسری مجلس سے علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ کربلا کی تاریخ کو ترتیب سے بیان نہیں کیا جاتا اس لئے اس کے ہزاروں پہلو ہماری نظر سے پوشیدہ رہتے ہیں۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۰ اگست ۱۹۸۸ء

حسینؑ کا غم آج بھی تازہ ہے

کراچی (پ ر) امام بارگاہ علی رضا میں محرّم کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ حسینؑ کا غم ۱۴سو سال کے بعد بھی روزِ اوّل کی طرح تازہ ہے۔ آج محرّم کی پانچ تاریخ ہے جو شہادت شہزادہ علی اکبرؑ سے منسوب ہے جنہوں نے فرمایا کہ جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں پرواہ نہیں کہ موت ہم پر آپڑے یا ہم موت پر جاپڑیں۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۲/ اگست ۱۹۸۸ء

علما کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں

کراچی (پ ر) امام بارگاہ علی رضا ایم اے جناح روڈ پر علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

Presented by www.ziaraat.com

نے محرم کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علما ذاکرین کو اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں اور غلط تمثیلات وتشبیہات کو حقیقت کے رنگ میں نہیں رنگنا چاہیئے، کربلا کی روایتوں کو سند کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔اس لئے کہ حُسَیۡنٌ مِنِّی وَ اَنَا مِنَ الۡحُسَیۡن کے ارشادِ رسول کے بعد رسولؐ کا ذکر حسینؑ کا ذکر ہے اور حسینؑ کا ذکر رسولؐ کا ذکر ہے۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۲۶ ستمبر ۱۹۸۸ء

رئیس امروہوی قومی یکجہتی کے لئے کوشاں رہے ملک وقوم کیلئے ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا (علاّمہ ضمیر اختر نقوی)

وہ مفکر و مدبّر کے ساتھ ساتھ نہایت نفیس اور وضع دار قسم کے انسان تھے۔علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے دوران برصغیر کی جن عظیم شخصیتوں نے اپنی علمی و ادبی اور سیاسی وقومی خدمات کے حوالے سے بڑا عروج پایا ان میں ایک نمایاں نام رئیس امروہوی کا تھا۔

روزنامہ ''قومی آواز'' لکھنؤ، ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء

مختصر مقامی خبریں، لکھنؤ میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی آمد

انیس اکادمی پاکستان کے چیئرمین اور مرکز علوم اسلامیہ کراچی کے صدر علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب آج کل لکھنؤ آئے ہوئے ہیں اور انیس سوسائٹی وزیر گنج میں مقیم ہیں۔۱۰ نومبر کو ۳ بجے دن میں کربلائے ملکہ آفاق ڈالی گنج میں ۸ بجے رات درگاہ حضرت عباسؑ میں مجلس سے خطاب فرمائیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "سویرا" کراچی، ۲۴ فروری ۱۹۸۹ء

جوش اپنی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے رومانی انسان تھے۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی

شاعرِ انقلاب کی برسی کے موقع پر سادات امروہہ سوسائٹی ہال میں خطاب

کراچی ۲۳ فروری (سویرا نیوز) شاعر انقلاب حضرت جوش ملیح آبادی کی برسی سادات امروہہ سوسائٹی ہال انچولی میں میر انیس اکیڈمی کے زیر اہتمام منائی گئی جس میں برصغیر پاک و ہند کے ممتاز محقق ضمیر اختر نقوی، عمران لیاقت حسین، پرویز محبّ فاضلی، ماجد حسین، پروفیسر محمد رضا کاظمی، ذوالفقار نقوی، قائم رضا اور محمد علی فاروقی نے شرکت کی۔ اُردو ادب کے ممتاز محقق ضمیر اختر نقوی نے فلسفۂ جوش پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ جوش ملیح آبادی اپنی شعری او رنثری تخلیقات کے علاوہ اپنی شخصیت کے مختلف پہلوؤں سے رومانوی انسان تھے۔ اس لئے جوش کو شاعر انقلاب، شاعرِ اعظم، شاعرِ فطرت، شاعرِ جمالیات، شاعرِ شباب، اور شاعرِ جذبات کے گھیرے میں مقید کرنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ سب ہی موضوعات کسی رومانی شاعر کی شعری زندگی کے پہلو ہوتے ہیں۔ رومانیت، جدید انقلابی اور آزاد فکر و خیال کے ان دیوانوں کی دین ہے۔ شاعر انقلاب جوش کے فلسفہ انسان پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جوش کی شاعری اور فلسفہ کا مکمل موضوع انسان اور اس کا شعورِ ذات ہے۔ یعنی عرفانِ نفس کے ذریعہ ہی انسان لامحدود کمال بن کر اپنی حقیقی معراج حاصل کرسکتا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت جوش کا فلسفہ میں تمام فروعی و نظری تعصبات کے خلاف اعلان

Presented by www.ziaraat.com

جہاد کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ دین اسلام میں تھیوکریسی، تعصّب، ملاّ ئیت اور پاپائیت کی کوئی گنجائش نہیں۔

روزنامہ ''مشرق'' لاہور، ۵/ مئی ۱۹۹۰ء

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر تبلیغی دورے پر لاہور پہنچ گئے

لاہور (پ ر) علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی پندرہ روزہ تبلیغی دورے پر لاہور پہنچ گئے ہیں لاہور پہنچنے پر سیّد اعجاز ثقلین بخاری، سیّد صداقت حسین زیدی، خوشتر علی خوشتر، خواجہ ظہیر محمود ایڈووکیٹ شیخ پرویز ممتاز، خضر حسین شیخ، جعفر عباس خان اور دیگر معززین نے ان کا خیر مقدم کیا، یاد رہے کہ مولانا ضمیر اختر نقوی سیّد اعجاز ثقلین بخاری کی خصوصی دعوت پر لاہور آئے ہیں۔ لاہور میں قیام کے دوران علامہ ضمیر اختر نقوی روزانہ سات بجے شام شیعہ جامع مسجد اسلام پورہ (کرشن نگر) لاہور میں مختلف عنوانات کے تحت مجلس عزاء سے خطاب کریں گے۔

روزنامہ ''مشرق'' لاہور، ۲۲ مئی ۱۹۹۱ء

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی کا دورہ

لاہور (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین اور معروف دانشور اور خطیبِ اعظم علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی گزشتہ روز تبلیغی دورہ پر کراچی سے لاہور پہنچ گئے، ہوائی اڈہ پر ادارہ تحفظ حقوق شیعان پاکستان کے ''قائدین'' کارکنوں اور مداحوں نے استقبال کیا وہ اپنے پروگرام کے مطابق ۲۲ اور ۲۳ مئی کو شیعہ جامعہ مسجد اسلام پورہ (کرشن نگر) میں نمازِ مغرب کے فوراً بعد اور ۲۴ مئی کو نماز جمعہ کے بعد مجالس عزاء سے خطاب کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

مولانا صاحب گزشتہ سال لاہور کی مختلف امام بارگاہوں میں مجالس پڑھ چکے ہیں اس سال بھی ان کو امام بارگاہوں اور معروف عزاخانوں میں مجالس پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے۔

روزنامہ "جنگ" کراچی ۲/ اپریل ۱۹۹۲ء

محفلِ مسالمہ زیرِ صدارت علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی

امام بارگاہِ رضویہ سوسائٹی کراچی میں منجانب انجمن غم خوارانِ عباس منعقد ہوا۔ بیادِ جناب علی عباس رضوی (بنّے بھائی) اور جناب ڈاکٹر پروفیسر نعیم تقوی مرحوم بروز جمعرات ۲/ اپریل ۱۹۹۲ء بوقت ۹ بجے شب۔

ملک کے ممتاز شعرا اور نوحہ خوان حضرات نے کلام پیش کیا۔ تقریب کی نظامت سیّد علی ضیا رضوی نے کی۔ علامہ ضمیر اختر نقوی نے نوحہ خوانی کی تاریخ پر تفصیلی تقریر فرمائی۔ تقریب میں انجمن ذوالفقارِ حیدری کے صاحبِ بیاض علی محمد سچے بھائی بھی شریک ہوے۔

روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۹۳ء

دو مذہبی گروہوں میں تصادم سے دو افراد ہلاک ۲۰ زخمی ہو گئے

پارک روڈ شاد باغ کی لال کوٹھی میں مجلس عزا جاری تھی کہ مخالف سمت سے دستی بم پھینکے اور گولیوں کے برسٹ مارے گئے

حکام نے حالات پر قابو پا لیا، دو سو سے زائد گرفتار، غیر شیعہ اہل محلّہ حیران تھے کہ گولیاں چلانے والے کون تھے؟

لاہور (خصوصی رپورٹر) شاد باغ کے علاقے میں لال کوٹھی کے نزدیک پارک روڈ

Presented by www.ziaraat.com

پیر کی شب دو مذہبی گروہوں میں تصادم کے نتیجہ میں کم از کم دو افراد ہلاک اور قریباً ۱۵۰ زخمی ہو گئے جن میں خواتین اور بچوں کی بڑی تعداد بھی شامل ہے۔ امام باڑے میں مجلس عزا جاری تھی کہ سامنے واقع مسجد کی چھت سے ہیڈ گرنیڈ اور کلاشنکوفوں کے آزادانہ برسٹ مارے گئے۔ پونے دس بجے رات شروع ہونے والا فائرنگ کا یہ سلسلہ ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہا۔ جس سے علاقہ میں سخت خوف و ہراس پھیل گیا۔ کمشنر، ڈپٹی کمشنر لاہور پولیس کے تمام اعلیٰ افسران پولیس کی غیر معمولی نفری کے ہمراہ وہاں پہنچ گئے۔ شمالی لاہور میں ''سول کرفیو'' لگا دیا گیا۔ شہر بھر کی تمام ایمبولینسیں طلب کر لی گئیں۔ جبکہ میو ہسپتال میں ہنگامی صورتحال کا اعلان کر دیا گیا۔ کلاشنکوف کے اندھا دھند برسٹ بند ہونے کے بعد پولیس کی بھاری نفری نے ''گرینڈ آپریشن'' کیا اور دونوں گروہوں کے قریبا ۲۲۵ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ جاں بحق اور زخمی ہونے والے تمام افراد کا تعلق ایک ہی گروہ سے ہے۔ مین شاد باغ روڈ پر لال کوٹھی کے نزدیک پارک روڈ پر چند قدم کے فاصلہ پر سیدھے ہاتھ دولت علی خلیفہ کی رہائش گاہ ہے جو کاشانۂ رضا کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے بالمقابل گلی میں تین منزلہ مسجد اہلحدیث واقع ہے۔

کاشانۂ رضا میں عشرہ ثانی کی مجالس عزا جاری ہیں جن میں مولانا ضمیر اختر نقوی ہر روز رات ساڑھے نو بجے خطاب کرتے ہیں۔ اہالیان علاقہ نے بتایا ہے کہ اتوار کے روز اس علاقہ میں بڑی کشیدگی تھی اور ایک فرقہ کی جانب سے قابل اعتراض نعرے لگائے جا رہے تھے۔ اس وجہ سے پیر کی رات جب ساڑھے نو بجے مجلس شروع ہوئی تو پولیس کا ایک دستہ بھی وہاں موجود تھا۔ کاشانۂ رضا کے برآمدے اور صحن کے علاوہ گلی میں بھی چٹائیاں ڈال کر لوگ مجلس سن رہے تھے۔ جبکہ متعدد خواتین کمروں میں موجود

Presented by www.ziaraat.com

تھیں۔ بعض عینی شاہدوں کے مطابق رات کو شاد باغ کی تین اہلِ حدیث مساجد میں یہ اعلان کیا جارہا تھا کہ "شیعوں نے مخالفوں کے گھروں پر حملے کرنے کا پروگرام بنایا ہے آپ سب لوگ اکٹھے ہو جائیں۔"

رات نو بج کر چالیس منٹ پر مولانا ضمیر اختر نقوی خطاب کر رہے تھے کہ اچانک صحن میں دستی بم آکر گرے اور زوردار دھماکہ ہوا۔ سامعین میں بھگدڑ مچ گئی جس پر مولانا نے کہا "بھاگیں مت، افراتفری پھیلے گی" پھر اچانک امام باڑہ میں "غلامیٔ حسینؑ میں موت بھی قبول ہے" کے نعرے بلند ہونے لگے۔ جبکہ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ سامنے واقع مسجد سے یہ اعلان کیا گیا کہ "شیعہ حضرات مسجد پر حملہ کر رہے ہیں۔ تمام اہالیان علاقہ مسجد اہلحدیث پہنچ جائیں۔" اسی اثناء میں مسجد کی چھت پر سے کلاشنکوفوں کے برسٹ مارے گئے۔ جو امام باڑہ میں موجود لوگوں کو لگے۔ پھر تڑ تڑ گولیاں چلنا شروع ہوگئیں۔ امام بارگاہ اور مسجد کے درمیان کھڑے دو پولیس والے بھی گولیاں لگنے سے زخمی ہوگئے۔ جبکہ وہاں افراتفری مچ گئی اور چیخ و پکار شروع ہوگئی۔

فائرنگ کی آواز سن کر سینکڑوں لوگ اس طرف بھاگے۔ قریباً سوا دس بجے رات پولیس کے وائرلیس کنٹرول پر پیغام دیا گیا کہ انتظامیہ اور پولیس کے اعلیٰ افسران بھاری نفری کے ہمراہ شاد باغ کی مین روڈ پر پہنچ جائیں۔ شہر بھر سے پولیس کی گاڑیاں شاد باغ کی طرف دوڑنے لگیں۔ محکمہ صحت، پولیس، ایدھی سنٹر اور متعدد فلاحی تنظیموں کی لاتعداد ایمبولینسیں بھی جائے وقوعہ پر پہنچ گئیں۔ جنہیں ایس ایس پی لاہور اور حاجی حبیب الرحمٰن نے وائرلیس پر پیغام دے کر بلایا تھا۔ مسلسل فائرنگ ہوتی رہی۔ تاہم رات بارہ بج کر چالیس منٹ پر اعلیٰ پولیس افسران کی سرکردگی میں پولیس کے چار ریزرو دستے بلٹ پروف گاڑیوں میں بیٹھ کر متاثرہ گلی میں داخل ہوئے۔ جس کے

Presented by www.ziaraat.com

بعد اچانک بھگدڑ مچی۔ متعدد لوگ مسجد اہلحدیث سے نیچے اتر کر بھاگے، جن میں سے متعدد افراد کو پولیس کمانڈوز نے پکڑ لیا۔

پھر ڈی سی لاہور خالد سلطان نے میگا فون پر اعلان کیا ''حالات کنٹرول میں آ گئے ہیں آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں اور شر پسندوں پر نظر رکھیں'' پھر مسجد سے اعلان کیا گیا ''ڈی سی لاہور شیعہ حضرات سے میٹنگ کرنے جا رہے ہیں تمام شہری علاقہ خالی کریں۔''

پنجاب کانسٹیبلری کی بھاری نفری نے ''سول کرفیو'' لگا دیا۔ ایمبولینسیں آ گے لائی گئیں اور زخمیوں کو ان میں بھر کر میو ہسپتال اور نیشنل ہسپتال چوک ناخدا بھیجا گیا۔ اہل تشیع کے متعدد حضرات ''یا علیؑ یا علیؑ'' کے نعرے لگاتے رہے۔ تاہم پولیس نے انہیں ہٹا دیا۔ اس موقع پر اکٹھے ہونے والے سینکڑوں اہالیان علاقہ نے اخبار نویسوں سے مخاطب ہو کر کہا ''اسے شیعہ سُنّی فساد نہ لکھیئے گا، سُنّی شیعہ بھائی بھائی ہیں۔ یہ کسی تیسرے دشمن کا کارنامہ ہے۔'' ویسے بھی محلّہ کے غیر شیعہ افراد حیران تھے کہ گولیاں چلانے والے کون تھے۔ ایس ایچ او نولکھا نوید سعید کی قیادت میں پولیس کمانڈوز کی بڑی تعداد نے زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے کے علاوہ قریب ۲۲۵ افراد کو گرفتار کر کے کلاشنکوفوں سمیت بھاری اسلحہ برآمد کیا۔

رات گئے تک ہلاک ہونے والے دو افراد ناصر علی اور اسد علی کے نام تصدیق ہو سکے تھے، جبکہ جو زخمی ہسپتال میں لائے گئے ان میں سیّد شفیع عباس، عبدالوحید، غلام حیدر، غلام علی، محمد حسین، محمد تنویر حسین، خواجہ ساجد حسین، امیر علی جعفری، سہیل، شوکت علی بٹ، شاہد حسین، محمد پرویز، سیّد محبوب علی رضوی، کرامت حسین شاہ، انصار حسین، محمد پرویز، سید محبوب علی رضوی، کرامت حسین شاہ، انصار حسین، علی حبیب زیدی، کاظم رضا، سیّد ثقلین رضا، افتخار حسین، کاشف رضا، ظاہر حسین، عصمت آراء، بیگم نقی حیدر

Presented by www.ziaraat.com

علی، اظہر علی، ظہیر حسین، مظہر عباس نقوی، اسد نقوی، سلیم بٹ، محمد شاہد خان، ناصر علی اور عابد سمیت متعدد شامل ہیں۔

روزنامہ "پبلک" کراچی ۱۳ جولائی ۱۹۹۳ء

لاہور میں فرقہ وارانہ تصادم ۲ افراد ہلاک ۲۹ زخمی

مولانا ضمیر اختر نقوی کے مجلس عزا سے خطاب کے دوران سامعین پر کریکر پھینکا گیا جس سے لوگ زخمی ہو گئے ہجوم میں بھگدڑ مچ گئی، اس موقع پر نامعلوم شر پسندوں نے فائر کھول دیا، زخمیوں میں زیادہ تعداد عورتوں کی ہے

دس شدید زخمی افراد میں سے بعض کی حالت نازک بتائی جاتی ہے، شادباغ، مصری شاہ اور ملحقہ آبادی میں خوف وہراس

لاہور (بیورو رپورٹ) شمالی لاہور میں شادباغ کے گنجان آباد علاقے میں دو مذہبی فرقوں کے درمیان تصادم کے نتیجے میں کم از کم دو افراد کے ہلاک اور انتیس افراد کے زخمی ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ شب شادباغ میں مولانا ضمیر اختر نقوی ایک مجلس عزا سے خطاب کر رہے تھے کہ باہر سے کسی نے مجلس سننے والوں پر کریکر پھینکا، جس سے لوگ زخمی ہو گئے، اور کریکر سے ہونے والے دھماکے سے ہجوم میں بھگدڑ مچ گئی۔ اس اثنا میں بعض نامعلوم شر پسندوں نے ہجوم پر فائر کھول دیا۔ جس کے نتیجے میں دو افراد ہلاک، جب کہ انتیس افراد مجروح ہو گئے، ہلاک ہونے والوں میں ایک شخص کا نام ناصر حسین نقوی بتایا جاتا ہے۔ جن

Presented by www.ziaraat.com

میں سے دس افراد شدید زخمی ہو گئے ہیں، زخمیوں میں زیادہ تعداد خواتین کی ہے۔ زخمیوں کو شہر کے مختلف اسپتالوں میں پہنچا دیا گیا ہے۔ بعض زخمیوں کی حالت تشویش ناک بیان کی جاتی ہے، اس افسوس ناک واقعہ کے بعد ضلعی انتظامیہ اور پولیس کے اعلیٰ افسران موقع پر پہنچ گئے، جب کہ پولیس کی بھاری نفری نے علاقہ میں گشت شروع کر دیا، شاد باغ، مصری شاہ اور ملحقہ آبادیوں میں شدید خوف و ہراس کی فضا پیدا ہو گئی ہے۔ تحریک فقہ جعفریہ کے رہنماؤں نے پر امن مذہبی اجتماع پر شر پسندوں کی فائرنگ کی شدید مذمت کی ہے، جب کہ تحریک کے مرکزی رہنما شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ ان رہنماؤں نے واقعہ کے ذمہ دار عناصر کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے۔ رات گئے ملنے والی تفصیلات کے مطابق کریکر قریبی مسجد سے چلائے گئے۔

روزنامہ "آفتاب" لاہور، ۲۸ جولائی ۱۹۹۳ء

علماء اور دانشوروں کے مقام کا تحفظ کیا جائے
پروفیسر ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

لاہور (پ ر) علماء اور دانشوروں کے مقام کا تحفظ کیا جائے۔ پروفیسر ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی ممتاز شیعہ عالم دین اور شیعہ گارڈز کے سرپرست پروفیسر ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ فرقہ واریت ملکی سالمیت کے لئے زہر قاتل ہے، حکومت فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے مناسب بندوبست کرے اور پاکستان کے علماء اور دانشوروں کو درپیش مشکلات ختم کر کے ان کے مقام کا تحفظ کرے۔

Presented by www.ziaraat.com

ہفت روزہ ''ندائے اسلام'' کراچی، ۱۲/اگست تا ۱۹/ اگست ۱۹۹۴ء

ملت جعفریہ کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے، علاّمہ ضمیر اختر نقوی

ملت جعفریہ کے خلاف حقوق انسانی کے خلاف ورزیوں سے عالمی اداروں اور ممالک کو آگاہ کیا جائے

کراچی (نامہ نگار) ممتاز خطیب اور دانشور علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ ملّت جعفریہ کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے تا کہ متفقہ لائحہ عمل کے ذریعے جارحیت پسندوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ کراچی شیعہ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک وقت وہ تھا جب فردِ واحد منبر سے اہل تشیع کے مسائل حل کر دیا کرتا تھا۔ لیکن اب وہ صورتحال نہیں ہے۔ لہٰذا تمام اکابرینِ ملّت متفقہ لائحہ عمل تیار کریں اور ان حالات سے ملت جعفریہ کو نجات دلائیں جن سے آج ملّتِ جعفریہ دوچار ہے۔ انہوں نے کہا ہم مظلومیت کے ذریعے ہی دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں، انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ملّتِ جعفریہ کے خلاف حقوق انسانی کی خلاف ورزیوں سے عالمی اداروں اور ممالک کو آگاہ کیا جائے۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

ہفت روزہ ''ندائے اسلام'' کراچی، ۱۶ ستمبر تا ۲۳ ستمبر ۱۹۹۴ء

آل پاکستان ذاکرین فیڈریشن کے نو منتخب عہدیداروں کا اعلان

ذاکرین کی تنظیم میں تحریکِ جعفریہ اور حکومت پاکستان

Presented by www.ziaraat.com

سے وابستہ ذاکرین کو شامل نہیں کیا جائے گا

کراچی (نامہ نگار) آل پاکستان ذاکرین فیڈریشن کا قیام عمل میں آیا ہے جس کے سرپرست و آرگنائزر علامہ ضمیر اختر نقوی اور علامہ طالب جوہری ہیں۔ تنظیم کے قیام سے قبل چھ اجلاس علامہ ضمیر اختر نقوی، علامہ طالب جوہری اور زہیر عباس عابدی کی قیام گاہ پر منعقد ہوئے۔ جس میں شہر اور بیرون شہر کے تقریباً چالیس ذاکرین عظام نے شرکت کی، علامہ طالب جوہری کی قیام گاہ پر ہونے والے اجلاس میں نومولود تنظیم کے عہدیداروں کا چناؤ ہوا۔ جس کے مطابق صدر مولانا سلمان حیدر، نائب صدر مولانا قیصر عباس ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ تنظیم کے بنیادی اراکین نے طے کیا ہے کہ ذاکرین کی تنظیم میں تحریکِ جعفریہ اور حکومت سے وابستہ ذاکرین کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے اب تک کے اجلاسوں میں علامہ عرفان حیدر عابدی، علامہ عقیل ترابی، علامہ عباس کمیلی، علامہ رضی جعفر نقوی اور پروفیسر علی رضا شاہ نقوی کو دعوت نہیں دی گئی۔

روزنامہ ''امن'' کراچی، ۱۶/اگست ۱۹۹۴ء

ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کریں

کراچی ۱۵/اکتوبر (پ ر) ممتاز شیعہ عالم علامہ ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے عقاید کا احترام کریں کیونکہ اسلام میں جنونیت، تعصب اور فرقہ واریت کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام محبت و امن کا درس دیتا ہے اور ہم میں محبت کا جذبہ جب ہی پیدا ہوگا جب ہم ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

ہفت روزہ ''ندائے اسلام'' کراچی، ۲۱ر اکتوبر تا ۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۴ء

آل پاکستان ذاکرین فیڈریشن شدید اختلاف کا شکار ہوگئی

فیڈریشن کے اندرونی اختلافات کو طے کرنے کے لئے

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی اور علاّمہ طالب جوہری اجلاس طلب کریں گے

کراچی (خصوصی رپورٹ) علاّمہ ضمیر اختر نقوی اور علاّمہ طالب جوہری کی کوششوں سے وجود میں آنے والی تنظیم آل پاکستان ذاکرین فیڈریشن شدید اختلافات کا شکار ہوگئی ہے۔ ذاکرین فیڈریشن کے قریبی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ تنظیم کے صدر علامہ سلمان حیدری زیدی نے علامہ زہیر عباس عابدی کو جنرل سیکرٹری کے عہدے سے برطرف کرنے کا مطالعہ کیا ہے کیونکہ علامہ زہیر عباس عابدی ایک مجلس عزا میں درست قرأت نہیں کر سکے تھے جبکہ ذاکرین فیڈریشن کے دیگر عہدیداروں نے الزام لگایا ہے کہ علامہ سلمان حیدر زیدی نے فیڈریشن کے فنڈز سیکریٹری مالیات کے حوالے نہیں کئے بلکہ من مانے انداز میں خرچ کر رہے ہیں۔ ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آل پاکستان ذاکرین فیڈریشن کے اندرونی اختلافات کو طے کرنے کے لئے عنقریب علامہ طالب جوہری اپنی رہائش گاہ پر اجلاس طلب کریں گے۔

ہفت روزہ ''ندائے شیعہ'' لاہور جلد نمبر ۱۲۱ ۷ نومبر ۱۹۹۴ء

بیگم نصرت بھٹو کو علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی کتاب پیش کی گئی

کراچی (پ ر) مقامی صحافی سجاد شبیر رضوی نے بیگم نصرت بھٹو سے ملاقات کی اور ان کو شیعہ عالم علامہ الحاج سیّد ضمیر اختر نقوی کی کتاب ''شعرائے اردو اور عشق علی''

Presented by www.ziaraat.com

پیش کی بیگم نصرت بھٹو نے کتاب میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔

"پیامِ نو" لکھنؤ ۱۹۹۴ء

ایک اعزازی ادبی نشست

زیرِ صدارت علاّمہ ضمیر اختر نقوی

مہمان پاکستان ادیب وخطیب جناب علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی کے اعزاز میں، زیر اہتمام حسن لکھنوی ایک ادبی نشست زیرِ صدارت جناب ساغر لکھنوی منعقد ہوئی۔ نظامت کے فرائض جناب ساحر لکھنوی نے انجام دیئے۔ نشست میں شریک شعراء کے منتخب اشعار قارئین "پیام نو" کے مطالعے کے لئے۔

اتراؤ نہ شیشے کے مکانوں کے مکینو
اس شہر میں پتھر کا بھی بازار لگے ہے

نہالؔ رضوی

دشت میں دور پہ معلوم یہ ہوتا ہے مجھے
آسمان سر کو جھکائے ہے زمیں کے آگے

رہبرؔ لکھنوی

پھول چنے ہیں ہم نے لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں
پھول جسے سمجھا ہے ہم نے کانٹا بھی ہوسکتا ہے

شاربؔ لکھنوی

اس کا وجود دائرہ حق پناہ تھا
وہ بوریہ نشیں تھا مگر بادشاہ تھا

نسیم اختر

Presented by www.ziaraat.com

نیزے، خیمے، آگ، اسیری، مقتل، دریا، تشنہ لبی
کوئی علامت ہو لیکن اپنی ہی کہانی لگتی ہے
ساحر لکھنوی

آبِ شمشیر بنے گی یہی دھار اشکوں کی
دیکھنا معرکۂ دیدۂ تر میرے بعد
کشور لکھنوی

شاداب تو ہو جائے مرا نخلِ محبت
جی کھول کے کچھ دیر برس دیدۂ تر اور
شفق نانپاروی

ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں پہ نظر ہے سب کی
یہ کسی نے بھی نہ پوچھا کہ پریشان کیوں ہو
حسن لکھنوی

قیصر و کسریٰ کے ایوانِ نشاط
وقت جب آیا تو غم خانے بنے
سخن لکھنوی

ہم ان کی بات پہ اس واسطے ہوئے خاموش
کچھ اور بڑھ کے یہی بات دردِ سر ہوگی
قیصر نانپاروی

آنکھیں پتھر ہو گئی ہوتیں ہماری دوستو!
ہم نے ماضی کی طرف اچھا ہوا دیکھا نہیں
آصف لکھنوی

Presented by www.ziaraat.com

کہہ تو سکتا ہوں میں روودادِ غمِ دل لیکن
کہیں برہم نہ مزاجِ غمِ جاناں ہو جائے

شہرت لکھنوی

ہو کھیل جس کی نظر میں مقامِ دار و رسن
اجل گلے سے لگانا کوئی کمال نہیں

حکیم تاثیر لکھنوی

سخت پتھر کی طرح، نرم ہے پھولوں کی طرح
مثلِ معشوق بہت دل کی کڑی ہے دنیا

رونق لکھنوی

کل تھا شکوہ مری فریاد و فغاں سے جس کو
آج وہ کس لئے جینے کی دعا دیتا ہے
پھول کانٹوں میں جو کھلتا ہے تو کیا دیتا ہے
عمرِ یک روزہ کے آداب سکھا دیتا ہے

اشفاق رسول پوری

نہ کوئی رہبر نہ کوئی رہرو نہ کوئی منزل نہ کوئی جادہ
کوئی یہ جوشِ جنوں تو دیکھے سفر پہ نکلا ہوں بے ارادہ

شرف رضوی

رات افسانہ تھی یہ حاصل افسانہ ہے
شمع کی گود میں خاک پر پروانہ ہے

بہار لکھنوی

Presented by www.ziaraat.com

قورمہ آیا مرے سامنے جب کھیر کے ساتھ
پھر تو چمچے بھی اُچھلنے لگے کفگیر کے ساتھ

جناب مسٹر لکھنوی نے نہایت معیاری نظم درمیان مشاعرہ پڑھی جو لکھی نہ جاسکی اس کا افسوس ہے۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۱۴رمارچ ۱۹۹۵ء

بیگم نصرت بھٹو سے علّامہ ضمیر اختر نقوی کی ملاقات

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کے پی اے کی جاری کردہ پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ علامہ ضمیر اختر نے ۷۰ کلفٹن ایم این اے نصرت بھٹو سے ڈیڑھ گھنٹے ملاقات کی اوران سے باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کی۔ دریں اثناء انہوں نے بیگم نصرت بھٹو کو اپنی کتابیں بھی پیش کیں۔

ہفت روزہ ''ندائے شیعہ'' لاہور، ۵راپریل ۱۹۹۵ء

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی بیگم نصرت بھٹو سے ملاقات

کراچی (پ ر) ریسرچ اسکالر ڈاکٹر علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے ۷۰ کلفٹن میں محترمہ نصرت بھٹو سے ملاقات کی جو ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی، علّامہ نقوی نے محترمہ نصرت بھٹو کو شیعہ مسائل سے تفصیلی آگاہ کیا اور آئے دن ملّتِ جعفریہ پر ہونے والے مظالم پر گہری تشویش کا اظہار کیا، علّامہ نقوی نے کہا کہ پاکستان شیعہ اور سُنّی دونوں مکاتب فکر کی مشترکہ جدوجہد کا ثمر ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ ملک ایک دفعہ پھر امن کا گہوارہ بن جائے۔ محترمہ نصرت بھٹو نے کہا کہ اسلام امن ومحبت کا درس دیتا ہے اور

Presented by www.ziaraat.com

ایک دوسرے کے عقائد کا احترام ہی نجات کا ضامن ہے۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے محترمہ کو اپنی کتابیں خاندان میر انیس، شعرائے اُردو اور عشق علیؑ، اُردو غزل اور کربلا، ائمہ اثناعشر پیش کیں۔ محترمہ نے کتاب میں گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی کتاب ''شعرائے اُردو اور عشق علیؑ'' کی رونمائی ۱۵/اپریل کو ہوگی جس کی مہمان خصوصی بیگم نصرت بھٹو ہوں گی۔

ہفت روزہ ''شہید'' لاہور، ۱۲/مئی ۱۹۹۵ء

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی دینی، علمی، ادبی و تحقیقی خدمات کا اعتراف و تحسین

کراچی ۲۸ اپریل (نمائندہ خصوصی شہید) علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی کی شاندار دینی، علمی، ادبی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف و تحسین کے سلسلے میں بر مکان سیّد ناصر رضا رضوی گلشن اقبال کراچی میں ایک یادگار نشست کا اہتمام منجانب میر انیس اکادمی کراچی کیا گیا۔ جس میں نظمیں اور قطعات جناب عروج بجنوری، جناب ذیشان حیدری ذیشان، اور جناب ماجد رضا عابدی نے پیش کیے۔ آخر میں عالی جناب قسیم ابن نسیم امروہوی نے حضرت علاّمہ کی خدمات کے ضمن میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

اس محفل میں سامعین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ محفل مذکور خصوصی ادبی روایات کی امین اور سامعین کے منفرد ذوق سماعت کے لئے یادگار ثابت ہوئی۔ نشست ہذا علاّمہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی آئندہ زندگی میں مزید قومی و ملی اور ادبی و علمی خدمات کے لئے پراثر دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۲۶/مئی ۱۹۹۵ء

ادبی خبریں......اعزازی تقریب

رپورٹ:- انیس زیدی

علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی کی دینی، علمی، ادبی و تحقیقی خدمات کے سلسلے میں ایک مجلسِ مذاکرہ میر انیس اکیڈمی اور آرٹس کونسل آف پاکستان کے اشتراک سے آرٹس کونسل میں زیرِ صدارت سیّد ہاشم رضا منعقد ہوئی۔ سیّد ہاشم رضا نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی اپنی ادبی خدمات اور خطابت کے حوالے سے ایک منفرد شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے جو کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں اُن سے اُن کی صلاحیتوں کا سراغ ملتا ہے۔ مہمان خصوصی ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے کہا کہ آج کی اس محفل میں ضمیر اختر نقوی کی کتابوں کے حوالے سے علم و ادب کے جتنے مسائل زیرِ بحث آئے ہیں میں اپنے مشاہدے اور تجربے کی روشنی میں یہ کہتا ہوں کہ اتنے مسائل کسی کتاب کی تعارفی تقریب میں کبھی زیرِ بحث نہیں آئے۔ ڈاکٹر عالیہ امام نے اپنی تقریر میں ضمیر اختر نقوی کی صلاحیتوں کی بے پناہ تعریف کی۔ پروفیسر سحر انصاری نے کہا جب تک علامہ ضمیر اختر نقوی جیسے محقق اور عالم موجود ہوں گے علم کی شمع کبھی گل نہیں ہوسکتی۔ نقاش کاظمی نے کہا کہ علاّمہ ضمیر اختر نقوی ہمارے عہد کے ایک نابغۂ روزگر خطیب و ادیب ہیں وہ بیک وقت مذہب اور ادب پر دسترس رکھتے ہیں۔ تقریب میں پروفیسر سردار نقوی، رشید حیدر رضوی، علامہ ذوالفقار حیدر، ماجد رضا عابدی، پروفیسر محمد رضا کاظمی اور عین الرضا نے بھی مقالے پیش کیے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "جنگ" کراچی ۲/اکتوبر ۱۹۹۵ء

انسانوں کا خون ارزاں نہیں: علاّمہ ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ ر) علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت اور سیاسی پارٹیوں کو افہام و تفہیم سے کام لیتے ہوئے دانائی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ قتل و غارت گری کا خاتمہ ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ انسانوں کے خون کو اتنا ارزاں نہیں سمجھنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی قدر و قیمت قرآن مجید میں بیان کی ہے۔ مسلمان اس پیغام سے اچھی طرح آگاہ ہیں پھر یہ نادانی کیوں؟ انہوں نے حزب اقتدار، حزب اختلاف، تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات سے اپیل کی ہے کہ وہ آگے آئیں اور اس قتل و غارت گری سے شہر کراچی کو نجات دلائیں۔

روزنامہ "حریت" کراچی ۲/اکتوبر ۱۹۹۵ء

انسانوں کے قتل پر انسانیت ماتم کناں ہے
علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی

حکومت اور سیاسی پارٹیاں سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قیام امن کے لئے راہ ہموار کریں

کراچی (حریت نیوز) ممتاز عالم دین علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت اور سیاسی پارٹیوں کو افہام و تفہیم سے کام لیتے ہوئے دانائی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ یہاں ہونے والی قتل و غارت گری کا خاتمہ ہو سکے، انسانوں کا

Presented by www.ziaraat.com

خون اتنا ہلکا نہیں سمجھنا چاہیئے، کیونکہ یہ قتل و غارت گری اللہ کی جانب سے نہیں بلکہ ظلم سے ہورہی ہے لہٰذا اسے روکنے کے لئے تمام طبقوں کو آگے آنا چاہیئے۔ کتنی ماؤں کی گود اُجڑ رہی ہے اور گھر بے چراغ ہورہے ہیں، انسان دوست دل ہر مرنے والے پر گریاں کناں ہورہے ہیں وہ کسی بھی قوم قبیلے سے ہوں انسان پھر بھی انسان ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کی قدر و قیمت قرآن مجید میں بیان کی ہے۔ مسلمان اس پیغام سے اچھی طرح آگاہ ہیں پھر یہ نادانی کیوں؟ انہوں نے حزب اقتدار، حزب اختلاف، تمام سیاسی و مذہبی جماعتوں اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات سے اپیل کی ہے کہ وہ آگے آئیں اور اس قتل و غارت گری سے شہر کو نجات دلائیں۔

روزنامہ ''پبلک'' کراچی، ۳۰/اکتوبر ۱۹۹۵ء

مظالم روکنے کے لئے تمام طبقے آگے آئیں

علامہ ضمیر اختر نقوی

قتل و غارت گری روکنے کے لئے حکومت اور سیاسی جماعتیں افہام و تفہیم سے کام لیں

کراچی (پ ر) ممتاز عالم دین علامہ ضمیر اختر نقوی نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ حکومت اور سیاسی پارٹیوں کو افہام و تفہیم سے کام لیتے ہوئے دانائی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ یہاں ہونے والی قتل و غارت گری کا خاتمہ ہو سکے انسانوں کا خون اتنا ہلکا نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ قتل و غارت گری اللہ کی جانب سے نہیں بلکہ ظلم سے ہورہی ہے

Presented by www.ziaraat.com

لہٰذا اسے روکنے کے لئے تمام طبقوں کو آگے آنا چاہیئے کتنی ماؤں کی گودیں اُجڑ رہی ہیں اور گھر بے چراغ ہو رہے ہیں انسان دوست دل ہر مرنے والے پر گریہ کناں ہو رہے ہیں وہ کسی بھی قوم و قبیلے سے ہو انسان پھر انسان ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کی قدر و قیمت قرآن مجید میں بیان کی ہے۔ مسلمان اس پیغام سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ پھر یہ نادانی کیوں؟

روزنامہ "پبلک" کراچی، ۳۰؍ اکتوبر ۱۹۹۵ء

خاتون جنت کا ہر عمل خدا کی خوشنودی کے لئے تھا: علامہ ضمیر اختر نقوی

آپ نے اپنے علم سے ثابت کیا کہ آپ صدیقہ طاہرہؑ بھی ہیں مجلس مذاکرہ سے خطاب

حضرت فاطمہؑ نے اپنے بچوں کی تربیت اس انداز سے کی کہ وہ اسلام کے نام پر قربان ہو گئے

کراچی (سٹی ڈیسک) حضرت فاطمہ زہراؑ کی ذات مکمل نمونۂ عمل ہے رہتی دنیا تک کی خواتین کے لئے ان خیالات کا اظہار علامہ ضمیر اختر نقوی نے مرکز علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام امام بارگاہ مدینۃ العلم گلشن اقبال کراچی میں شہادت حضرت فاطمہ زہراؑ کے سلسلے میں منعقدہ مجلس مذاکرہ سے خطاب کے دوران کیا انہوں نے کہا کہ خاتون جنت کا ہر عمل خوشنودی خداوندی کے لئے تھا آپ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ آپ صدیقہ طاہرہؑ ہیں، آپ سچی مومنہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھی بیوی اور حسنؑ و حسینؑ کی والدہ تھیں آپ نے اپنے بچوں کی تربیت اس طرح کی کہ انہوں نے ہمیشہ

Presented by www.ziaraat.com

دین اسلام کی سربراہی کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا اور اسلام کو رہتی دنیا تک قائم و دائم کیا۔ حضرت فاطمہؑ کی زندگی پر اگر روشنی ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رسول اکرمؐ کے ساتھ مل کر دین اسلام کے لئے ہر محاذ پر جدوجہد کی۔ مجلس مذاکرہ میں پروفیسر سردار نقوی، آل محمد رزمی، ماجد رضا عابدی اور دیگر شعراء حضرات نے حضرت فاطمہ زہراؑ کی شان میں قصیدہ خوانی اور مرثیہ خوانی کی۔ اجتماع میں کثیر تعداد میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۶ نومبر ۱۹۹۵ء

جس سے فاطمہؑ راضی ہوں گی خدا بھی راضی ہوگا

مجلس مذاکرہ سے علاّمہ ضمیر اختر نقوی کا خطاب

کراچی (پ ر) ممتاز عالم دین علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ رسولؐ اکرم نے فرمایا یہ کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے اس لحاظ سے نزولِ وحی میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا بھی حصہ ہے رسولؐ اکرم نے فرمایا کہ جس سے فاطمہؑ راضی ہوں گی اس سے خدا بھی راضی ہوگا اور سوائے کافر اور مشرک کے میری بیٹی کو کوئی تکلیف نہ دے گا۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ قرآن میں حضرت فاطمہؑ کو کوثر کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے وہ مسجد و امام بارگاہ مدینۃ العلم میں شہادت حضرت فاطمہ زہراؑ کے سلسلے میں مجلس کی آخری نشست سے خطاب کر رہے تھے۔ جس میں ساحر لکھنوی، پروفیسر سردار نقوی، نصیر ترابی، آل محمد رزمی، ماجد رضا عابدی، کمال حیدر رضوی، قائم رضا نقوی اور دیگر نے حضرت فاطمہؑ کے حضور منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "پبلک" کراچی، یکم اکتوبر ۱۹۹۵ء

جوش ملیح آبادی شاعری کے وقت قرآن وحدیث کو مدِنظر رکھتے تھے

کراچی (پ ر) مرثیہ فاؤنڈیشن کراچی کی جانب سے جوش ملیح آبادی سیّد آل رضا نجم آفندی، نسیم امروہوی، صبا اکبرآبادی، قمر جلالوی، فیض بھرتپوری اور دیگر کی یاد میں ایک تعزیتی اجتماع جامعہ امامیہ ناظم آباد کراچی میں منعقد ہوا۔ اجتماع میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے جوش ملیح آبادی کا مرثیہ بعنوان "پانی" سے اقتباس پیش کرتے ہوئے ان کی شاعری میں اہم عنصر کی نشان دہی کی اور کہا کہ جوش ملیح آبادی کی نظر بہت گہری تھی اور وہ شعر کہتے وقت قرآن وحدیث اور علم کلام کی مشہور کتابوں کو پیش نظر رکھتے تھے۔

روزنامہ "مشرق" کراچی ۱۰/ اکتوبر ۱۹۹۵ء

مرثیہ نگاری نے اُردو زبان کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا، علاّمہ ضمیر اختر نقوی

انیس اُردو کے عظیم شاعر تھے کلام سند کی حیثیت رکھتا ہے

کراچی (پ ر) علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ مرثیہ نگاری نے اُردو زبان کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے ان خیالات کا اظہار انہوں نے مشہور ادیب وصی خان کی رہائش گاہ جعفر طیار سوسائٹی ملیر میں منعقدہ مرثیہ نگاری پر ایک محفل مذاکرہ سے خطاب کے دوران کیا انہوں نے کہا کہ میر انیس اُردو کے عظیم شاعر تھے جن کا کلام سند

Presented by www.ziaraat.com

کی حیثیت رکھتا ہے۔ جدید مرثیہ کے چراغ مشعل انیس ہی سے روشن ہوئے ہیں۔ آج جو مرثیے لکھے جارہے ہیں ان میں کلام انیس کا عکس صاف نظر آتا ہے۔ بعد ازاں لاہور سے آئے ہوئے مہمان شاعر وحید الحسن ہاشمی نے اپنا مرثیہ نو تصنیف پیش کیا، محفل مذاکرہ میں محمود الحسن رضوی، یاور اعظمی، میر رضیؔ، میر ساحرؔ فیض آبادی، معجز جونپوری، آل محمد رزمی، قائم رضا نقوی اور ماجد رضا عابدی نے خصوصی شرکت کی۔

روزنامہ ''حریت'' کراچی، ۱۹ر مئی ۱۹۹۵ء

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

کا نام ادب میں ہمیشہ باقی رہے گا

میر انیس اکیڈمی اور آرٹس کونسل آف پاکستان کے اشتراک سے مجلس مذاکرہ

علّامہ ضمیر اختر نقوی کی دینی، علمی، ادبی و تحقیقی خدمات کے سلسلے میں مجلس مذاکرہ میر انیس اکیڈمی اور آرٹس کونسل آف پاکستان کے اشتراک سے آرٹس کونسل میں زیر صدارت سیّد ہاشم رضا منعقد ہوئی۔ صدرِ تقریب سیّد ہاشم رضا نے کہا۔

علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی اپنی ادبی خدمات اور خطابت کے حوالے سے ایک منفرد شخصیت کے مالک ہیں۔ انہوں نے ایک سو اٹھارہ کتابیں تصنیف وتالیف کی ہیں اور ابھی سلسلہ جاری ہے ان کے لئے میں ذوق کا ایک شعر پڑھ رہا ہوں۔

رہتا سخن سے نام قیامت تک ہے ذوقؔ
اولاد سے یہی نہ کہ دو پشت چار پشت

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی اپنے علمی کارناموں سے قیامت تک زندہ رہیں گے۔ ان کا نام ادب میں ہمیشہ باقی رہے گا حکومت کا عہدہ اس کی زندگی تک

Presented by www.ziaraat.com

باقی رہتا ہے لیکن ادیب، شاعر اور دانشور اور مصنف کا نام رہتی دنیا تک قائم رہتا ہے، علامہ ضمیر اختر نقوی نے ادب کا عظیم موضوع منتخب کیا ہے، میر انیس ان کے ممدوح ہیں۔ شبلی نعمانی، مولانا حالی، مسعود حسن ادیب اور محمود شیرانی کی نظر میں میر انیس اُردو کے سب سے بڑے شاعر ہیں۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے بڑے موضوع کا انتخاب کر کے بہت بڑی کتاب خاندان میر انیس کے نامور شعرا اور میر انیس کی حیات اور شاعری تخلیق کی ہیں۔ مہمانِ خصوصی ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی ادبی خدمات کے سلسلے میں آج کی اس محفل میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی کتابوں کے حوالے سے علم و ادب کے جتنے مسائل زیر بحث آ گئے ہیں میں اپنے مشاہدے اور تجربے کی روشنی میں کہتا ہوں کہ اتنے مسائل کسی کتاب کی تعارفی تقریب میں کبھی زیر بحث نہیں آئے یہ اس محفل کا واقعی ایسا حاصل ہے کہ فلسفے کے حوالے سے، عشق کے حوالے سے سماجیات اور سیاسیات کے حوالے سے اور عقائد اور دین کے حوالے سے میں نے جتنی کار آمد باتیں اس محفل میں سنیں کہ کم سے کم کسی کتاب کی تعارفی تقریب میں اس طرح کی باتیں سننے میں نہیں آئیں یہ باتیں کیوں ہوئیں ایسی عالمانہ باتیں ایسی حق اور صداقت اور علم و ادب سے بھری باتیں کیوں ہوئیں وجہ یہ ہے کہ موضوع گفتگو عظیم سے عظیم تر ہوگا تو گفتگو بھی بڑی ہوگی وسیع اور روشن ہوگی۔ اس محفل میں ایک جوش و خروش پایا جا رہا ہے جبکہ چار گھنٹے مسلسل گزر چکے ہین اور محفل پر کوئی جمود طاری نہیں ہوا۔ آپ کو کسی قسم کی اُکتاہٹ محسوس نہیں ہوئی۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں کے تنوع نے ان کی ادبی رنگا رنگی اور ذوق علم و ادب سے اتنی شاخیں پھوٹ رہی ہیں کہ آپ تقریروں کا لطف لیتے رہے، میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی کو اپنے خوابوں کی تعبیر سمجھتا ہوں۔

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر عالیہ امام نے مقفع و مسجع تقریر میں کہا۔

جہل و تاریکی و نفرت و زرگری کے اس ماحول میں علم و ادب کی محفل کتابوں کے اجراء کی تقریب کا انعقاد کیا معنیٰ رکھتا ہے؟ لیکن میں نے تاریخ پر نگاہ ڈالی تو مجھے جواب ملا کہ جہل کے ریگزار ہی میں علم کی جوت جگائی جاتی ہے، مجھے تاریخ سے جواب ملا کہ دہکتے ہوئے انگاروں ہی میں حق اور صداقت کے پھول کھلائے جاتے ہیں، علم کی محبت سے روشنی کا دیا جلایا جاتا ہے، ایک تنہا انسان علم کی لو کو تیز تر کرتا ہے۔

علاّمہ ضمیر اختر نقوی ادراک و آگہی کی باڑھ پر آیا ہوا دھارا ہیں۔ میں ان کو دل کی گہرائیوں سے محبت کا خراج پیش کرتی ہوں۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی اپنی زندگی کے سرد و گرم سے گزرے اور ایسے مراحل بھی آئے کہ جب وہ آگ اور خون کے دریا سے گزرے ہیں۔ لیکن وہ پگھلے نہیں ہیں بلکہ فولاد بن گئے ہیں، صرف فولاد نہیں بنے ہیں بلکہ سونا بن گئے ہیں، صرف سونا نہیں بن گئے ہیں بلکہ کندن بن گئے ہیں، صرف کندن نہیں بنے ہیں بلکہ کندن کو ریزہ ریزہ کر کے آپ کے لئے علم و ادب کے سونے کی دوکان سجادی ہے، سچے موتیوں کی دکان سجادی ہے، اب آپ کا کام ہے کہ آپ ایک جوہری کی طرح ان موتیوں کو اپنے سینے میں بسالیں۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی اس عہد کے نئے کوہ کن ہیں جو نئے تیشے لے کر نئی پیکر شیریں تراشنے کے لئے اس میدان میں اُتر آئے ہیں۔

''بساط رقص بسیط ہو اور کوہ کن کی جیت ہو''

صدر شعبۂ اُردو کراچی یونیورسٹی، پروفیسر سحر انصاری نے علاّمہ ضمیر اختر کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

اعتراف و تحسین کی یہ محفل جس خلوص و جذبے سے سجائی گئی ہے اور علاّمہ ضمیر اختر

Presented by www.ziaraat.com

کے لئے جو عقیدت کے پھول لٹائے گئے، یقیناً اس نامساعد حالات میں بھی علاّمہ ضمیر اختر جیسے علم کی شمع کو روشن کرنے والے ابھی موجود ہیں۔ جہل کے اندھیرے پنجے گاڑنا چاہتے ہیں اس علم کی شمع کی لو کو مدھم کرنا چاہتے ہیں لیکن جب تک علاّمہ ضمیر اختر نقوی جیسے محقق اور عالم موجود ہوں گے وہ شمع کبھی گُل نہیں ہوسکتی۔

پاکستان کے ممتاز شاعر نقاش کاظمی نے علاّمہ ضمیر اختر کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا:

علاّمہ ضمیر اختر نقوی ہمارے عہد کے ایک ایسے نابغہ رُوزگار خطیب و ادیب ہیں جن کے سرخیلوں میں مولانا ابوالکلام آزاد جیسی شخصیت شامل ہے۔

تقریب سے پروفیسر سردار نقوی، رشید حیدر رضوی، علامہ ذوالفقار حیدر، ماجد رضا عابدی، پروفیسر محمد رضا کاظمی اور عین الرضا نے بھی گراں قدر مقالے پیش کیے۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۹ر جنوری ۱۹۹۶ء

حضرت علیؑ کے خطبات مشعل راہ ہیں،

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ ر) ممتاز عالمِ دین علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں توحید اور وحدانیت الٰہی کے سلسلے میں جو خطبات دیئے ہیں وہ معرفت الٰہی اور تبلیغ پیغام خداوندی کے لئے مشعل راہ ہیں۔ مجالس مذاکرہ بسلسلۂ تفسیر قرآن کی چھٹی نشست سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ علم غیب نجومیوں اور جوتشیوں کے یہاں سے لینا بدعت ہے کیونکہ علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں ہی کو ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ نے عام انسانوں کے لئے علم غیب کے معاملات میں دخل

Presented by www.ziaraat.com

اندازی کو حرام قرار دیا ہے۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۳؍فروری ۱۹۹۶ء

تفسیرِ قرآن سے علاّمہ ضمیر اختر نقوی کا خطاب

کراچی (پ ر) حضرت علیؑ قرآن کے ظاہر و باطن سے واقف تھے۔ ان خیالات کا اظہار علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے تفسیرِ قرآن کی نشست سے خطاب کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؑ کی ذات مبارک علمِ ظاہر و باطن سے واقف تھی۔ پیغمبرِ اسلام نے ایک حدیث میں فرمایا کہ میری اُمت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے میرے بعد علی ابن ابی طالبؑ ہیں لہٰذا حضرت علیؑ نے پیغمبرِ اسلام کی وفات کے بعد ہر مشکل سے مشکل علمی مسئلے میں اصحاب کی مشکل کو حل کیا۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۹؍جنوری ۱۹۹۶ء

دینِ اسلام خوابِ ابراہیمؑ کی تعبیر ہے

کراچی (پ ر) ممتاز عالم دین علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے تفسیرِ قرآن کے سلسلے میں منعقدہ اجتماع سے خطاب کے دوران سورہ صافات کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے خواب کی تفصیلات بیان کیں اور کہا کہ دینِ اسلام ابراہیمؑ کے خواب کی تعبیر ہے۔ انہوں نے کہا کہ بعض عاقبت نااندیش مورخین نے لکھا ہے کہ اسلام میں خواب کی کوئی اہمیت نہیں لیکن ان کی معلومات ناقص ہیں اس لئے کہ قرآن مجید میں دس خوابوں کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ دریں اثناء مرکزِ علومِ اسلامیہ کے تحت انچولی سوسائٹی میں ۱۴اور ۱۵ارمضان کو جشن ولادت حضرت امام حسنؑ ۱۷ارمضان کو جشن بدر اور ۱۸ تا ۲۱ کو شہادت

Presented by www.ziaraat.com

حضرت علیؑ ۲۳ رمضان کو شب قدر اور ۲۹ رمضان کو جشن ابو طالبؑ منایا جائے گا۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۶ فروری ۱۹۹۶ء

حضرت خدیجہؑ حُسنِ اخلاق میں مشہور تھی

کراچی (پ ر) یوم وفات حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کے سلسلے میں منعقدہ عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی نے محسنۂ اسلام حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ عہدِ جہالت میں بھی مکہ میں آپ کو طاہرہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ خوش قسمت خاتون اور منتخب کائنات بی بی شرفائے قریش کے ایک ممتاز خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام اور سیدہ خدیجہؑ کا خاندان ایک ہی تھا۔ دونوں ایک ہی ثمر کے پاکیزہ پھول تھے۔ آپ عرب کے تاجروں میں عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں اور آس پاس کے تمام تاجر آپ کے زیر اثر تھے۔ عادات و اوصاف کے لحاظ سے پاک نفس، حُسن اخلاق اور ہمدردی میں مشہور تھیں۔ اجتماع میں مولانا نفیس الحسن، مولانا محمد کاشف، علامہ نواب حیدر عابدی، علامہ اظہار حیدر، علامہ زہیر عابدی، علامہ فرقان حیدر عابدی، شمس الحسن شمسی، وزیر جعفری، ڈاکٹر ہلال نقوی، قسیم ابن نسیم، ظل صادق، ماجد رضا عابدی، قائم رضا، ذیشان نقوی اور حسین نقوی نے شرکت کی۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۱۶ فروری ۱۹۹۶ء

شبِ قدر قضا و قدر کی رات ہے۔ علامہ ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ ر) علامہ ضمیر اختر نقوی نے مجالس تفسیر قرآن کے سلسلے میں منعقدہ اجتماع میں سورۃ القدر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے

Presented by www.ziaraat.com

کی طاق راتوں میں شبِ قدر ہے۔ اس عظیم رات کو شبِ قدر اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قضا وقدر کی رات ہے اور اسی رات میں سال بھر کے فیصلے کئے جاتے ہیں یہ رات شان و منزلت کے اعتبار سے باقی تمام راتوں سے افضل ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت امام حسنؑ نے اپنے پہلے خطبہ خلافت کے دوران مسجد کوفہ میں فرمایا کہ اللہ نے ہم کو شب قدر کا مالک قرار دیا۔ یہ ہزار مہینوں سے افضل رات ہے۔ جب فرشتے اور روح امرِ الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں اور مطلع فجر کے طلوع ہونے تک سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

روزنامہ ''عوامی اخبار'' کراچی، ۲۴ اپریل ۱۹۹۶ء

ڈاکٹر علامہ سید ضمیر اختر نقوی کی عشرہ محرم الحرام میں مصروفیات

کراچی (پ ر) اس سال علامہ ضمیر اختر نقوی لاہور میں چار امام بارگاہوں میں مجالس عزا سے ان موضوعات پر خطاب فرمائیں گے۔ (۱) ۸ بجے تا ۱۲ بجے دوپہر امام بارگاہ چیمبرلین روڈ تکیہ مراثیاں ''ادب اور مذہب'' (۲) ۴ بجے تا ۵ بجے شام امام بارگاہ بیت السادات سنت نگر ''اکمالِ دین'' (۳) ۸ بجے تا ۹ بجے رات امام بارگاہ خیمہ سادات، موج دریا روڈ ''علم زندگی ہے'' (۴) ۱۰ بجے تا ۱۱ بجے رات امام بارگاہ ابوالفضل عباس مغل پورہ لاہور ''اہل بیتؑ اور تاریخِ اسلام'' نوٹ: رابطہ کے لئے امام بارگاہ خیمہ سادات فون ۷-۱۲۱۰۱۶۔

روزنامہ ''حریت'' کراچی، ۱۸/ اکتوبر ۱۹۹۶ء

فاطمہ زہراؑ پیغمبرؐ آخر کی رسالت کا جزو ہیں
علامہ ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ ر) مرکز علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام منعقدہ عشرہ مجالس شہادت

Presented by www.ziaraat.com

حضرت فاطمہ زہراؑ کی آٹھویں مجلس سے خطابت کرتے ہوئے علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے فرمایا کہ جس طرح حضرت مریمؑ طیب و طاہر ہیں اس طرح حضرت فاطمہ زہراؑ بھی رجس سے پاک ہیں۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جیسے نبیؐ آخر کی بیٹی شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی زوجہ اور امام حسنؑ اور حسینؑ جیسے جنّت کے سرداروں کی والدہ ہیں۔ آپ کی شان میں قرآن میں آیۂ تطہیر اور سورۂ ھل اتی اور دوسری آیات آپ کی بزرگی اور عظمت پر گواہ ہیں۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۲۴ / اکتوبر ۱۹۹۶ء

سبیلِ سکینہؑ حیدر آباد لطیف آباد

حضرت فاطمہؑ طیّب و طاہر ہیں

کراچی (پ ر) مرکز علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام عشرہ مجالس شہادت حضرت فاطمہؑ زہرا کے سلسلے میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء کی بیٹیوں کی طہارت کا ذکر کیا ہے جس طرح حضرت مریمؑ طیب و طاہر ہیں اسی طرح حضرت فاطمہؑ بھی ہیں۔

روزنامہ ''قومی اخبار'' کراچی، ۲۹/ نومبر ۱۹۹۶ء

حضرت علیؑ کا نظامِ حکومت ہر مملکت کیلئے مشعلِ راہ ہے۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ ر) علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے پاکستان حیدری کونسل کے زیر انتظام منعقدہ جشن و جلوس مولود کعبہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان سمیت دنیا کے

Presented by www.ziaraat.com

ہر ملک میں حضرت علیؑ کا نظامِ حکومت ہونا چاہیئے انہوں نے مالک اشتر کے لئے حضرت علیؑ کے خط کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ خط عدلیہ، انتظامیہ اور دیگر انتظامی شعبوں کے لئے ضابطۂ اصول ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت علیؑ وہ واحد حکمران ہیں جنہوں نے دعویٰ کیا کہ میرے حلقۂ حکومت میں کسی رات کوئی بھوکا نہیں سویا اور بیت المال کا صحیح مصرف مولائے کائنات کے دورِ حکومت میں نظر آیا۔ جلسہ میں سابق گورنر محمود اے ہارون بحیثیت مہمان خصوصی موجود تھے۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۱۹؍فروری ۱۹۹۶ء

حضرت علیؑ پہلے حافظ قرآن تھے

علّامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ ر) علّامہ ضمیر اختر نقوی نے مجالس تفسیر قرآن کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ قرآن کے پہلے حافظ حضرت علیؑ تھے، آپ قرآن کے حافظ اور محافظ بھی تھے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم میں سے نیک ترین انسان وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے، آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب واضح روشن اور نجات کا راستہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے لئے اہل بیتؑ رسولؐ کی عطا کی ہوئی تفسیر قرآن ہمیشہ مشعلِ راہ رہے گی۔ اس دور میں بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن اور اہل بیتؑ پر علمی و تحقیقی کتابیں لکھی جائیں تا کہ مسلمانوں میں ذہنی شعور بلند ہو اور ملک امن کا گہوارہ بن جائے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "عوام" کراچی، ۲۵ر نومبر ۱۹۹۶ء

علاّمہ ضمیر اختر نقوی جلوس کی قیادت کریں گے

کراچی (پ ر) جشنِ ولادت حضرت علیؑ کے سلسلے میں ایک عظیم الشان اجتماع آج ۲۵ نومبر بروز پیر سہ پہر ۳ بجے غفور چیمبر صدر میں منعقد ہورہا ہے جس کی صدارت علاّمہ ضمیر اختر نقوی کریں گے۔ جبکہ مہمان خصوصی سابق گورنر سندھ محمود ہارون اور عمران خان ہوں گے۔ بعدازاں علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی قیادت میں جلوس روانہ ہوگا جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا محفلِ شاہ خراسان پر اختتام پذیر ہوگا۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۵ر جنوری ۱۹۹۷ء

امام حسنؑ نے صلح کرکے باطل کو شکست دی

علاّمہ ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ ر) علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے شمشیر حیدر جعفری کی رہائش گاہ پر جشن ولادت امام حسنؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امام حسنؑ صورت، سیرت، کردار اور گفتار میں اپنے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھے۔ امام حسنؑ نے رسولؐ اللہ کی طرح صلح کرکے باطل کو شکست فاش دی اور فتحِ مبین کے مصداق ٹھہرے۔ جشن میں نوجوان شاعر ماجد رضا عابدی اور مشہور نعت خوان نقی نقوی نے نواسہ رسولؐ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "صحافت" لکھنؤ، ۶؍اگست ۱۹۹۷ء

پاکستان کے ممتاز ذاکر ضمیر اختر نقوی کا بیان

امام باڑہ اکرام اللہ خان لکھنؤ میں مجلس عزا

لکھنؤ ۴؍اگست کل ہند شیعہ حسینی فاؤنڈیشن کی جانب سے سیّد محمد ذکی اور آیت اللہ العظمیٰ سیّد محمد روحانی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے امام باڑہ اکرام اللہ خاں نخاس میں مجلس عزا کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ضیغمِ پاکستان علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے خطاب کیا۔ قبل مجلس پاکستان سے آئے ہوئے مہمان شاعر ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے اپنے مخصوص انداز میں صاحبان تطہیر کی منظوم مدح اور انور رائے بریلوی و اعجاز زیدی نے منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

اس موقع پر بانی ادارہ صدر حسینی فنڈ مولانا مرزا ممتاز علی نے حسینی فاؤنڈیشن کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ ہمارے ادارہ کو ابتدا سے ہی علما کرام اور ذاکرین کی سرپرستی حاصل رہی ہے اور ہماری قومی زندگی کا آغاز نجم الملّت کی ڈیوڑھی سے تاج العلماء مولانا سیّد محمد ذکی اور مولانا سیّد حمید الحسن قبلہ کی سرپرستی میں ہوا۔

ضیغم پاکستان علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے مولانا سیّد حمید الحسن، مولانا سیّد کلب صادق، مولانا مرزا اطہر، مولانا سیّد محمد تقی، مولانا سیّد تنویر حسین، مولانا قائم مہدی بارہ بنکوی، مولانا سیّد زاہد احمد، مولانا مرزا محمد اشفاق، مولانا سیّد علی تقی زیدی، مولانا سیّد حسن تقی زیدی مولانا ظہیر احمد افتخاری، مولانا سیّد ابو افتخار، مولانا عنبر علی، مولانا مرزا اعجاز عباس، مولانا مرزا ایوب عباس، مولانا باقر، مولانا علی حسین، مولانا مسعود حسین زیدی عرف منن، ہادی نواب، عاقل نواب، نیز دیگر علماء کرام، ذاکرین، عمائدین

Presented by www.ziaraat.com

ملت، ماتمی انجمنوں، قومی اداروں سے وابستہ اراکین اور ہزاروں افراد کی موجودگی میں کہا کہ لکھنؤ کی تہذیب وثقافت، امام باڑوں اور عزاداری کی امام حسینؑ سے وابستہ ہے۔ جس سے اُردو زبان سے وابستہ رہ کر علماء کرام، ذاکرین عظام اور شعراء اہل بیتؑ کے بعد پوری دنیا میں فروغ حاصل کیا۔

بعد ختم مجلس اسرار الحسن نثار نے مولانا سیّد حمید الحسن اور ان کے افراد خاندان کی خدمت میں تعزیت کی۔ آخر میں محمد آصف نے ادارہ کی جانب سے مشیر عالم متولی وقف اکرام اللہ خاں اور ان کے برادران نیز شرکائے مجلس کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں ہم اخبارات خصوصاً ''قومی آواز''، ''صحافت'' اور ''ان دنوں'' کے ہر ممکن تعاون پر شکریہ ادا کرتے ہیں۔

قومی آواز (لکھنؤ) ۱۲/اگست ۱۹۹۷ء

مختار کمیٹی کا انتالیسواں دور علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی شرکت

لکھنؤ ۱۱/اگست پاکستان سے آئے ہوئے خطیب (ضیغم پاکستان) علاّمہ ضمیر اختر نقوی کا پانچ روزہ پروگرام مختار کمیٹی وزیر گنج کے جلسے میں مرتب ہوا۔ جو مختار کمیٹی کے صدر ظفر عابد علوی کی صدارت میں ہوا۔

جلسے میں مختار کمیٹی کے جنرل سکریٹری سید مسعود حسین زیدی نے مختار کمیٹی کی مختصر رپورٹ پیش کرتے ہوئے یکم ستمبر سے امام باڑے ڈپٹی محمد عظیم (وزیر گنج) میں ۸ بجے شب مختار نامہ کے عنوان سے پروگرام مرتب کر کے پیش کیا جس میں طے پایا کہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی تحقیقی تقاریر جناب مختار پر تاریخ کی روشنی میں پیش کریں گے۔ تقریر سے قبل ہر روز پاکستان سے آئے ہوئے مہمان مرثیہ نگار شاعر ڈاکٹر ماجد رضا عابدی

Presented by www.ziaraat.com

منظوم نذرانہ عقیدت سے بارگاہ حضرت مختار میں پیش کریں گے۔

جلسے میں سید مسعود حسین زیدی (جنرل سکریٹری) مختار کمیٹی لکھنؤ نے مہمان شاعر اور خطیب کی ادبی خدمات کا اعتراف کیا اور لکھنؤ کے علما واعظین اور اردو مرثیہ گو بالخصوص انیس، دبیر، عشق، تعشق اور کے ان خاندان پر تحقیقی کام کو قابل ستائش قرار دیا۔

روزنامہ "ان دنوں" لکھنؤ، ۱۳ ستمبر ۱۹۹۷ء

ادارہ تحفظ عزا کی جانب سے خمسہ مجالس

لکھنؤ۔۱۲ ستمبر مسٹر نقی زید پوری نے اطلاع دی ہے کہ روضہ کاظمین میں ادارہ تحفظ عزا برائے تنظیم انجمن ہائے ماتمی لکھنؤ کے زیر اہتمام برائے ایصال ثواب آیت اللہ العظمیٰ آقائی سیّد محمد روحانی و آیت اللہ العظمیٰ آقائی سیّد محمد زکی آل نجم العلماء اور جاں نذر کنندگانِ جلوس ہائے عزا محمد عباس عرف ببو و یوسف بھوپالی و عشرت الطاف عرف گڈو ۶ ستمبر سے ۱۰ ستمبر تک روزانہ ۸ بجے شب اوّل تلاوت کلام پاک سیّد ہلال کرہانی سے آغاز ہوا۔ منظوم نذرانہ عقیدت ناصر لکھنوی احسن سعید عابدی ان مجالس ترحیم کا عظیم الشان سلسلہ جاری رہا۔ پاکستان سے آئے ہوئے نامور خطیب و ادیب محقق و مصنف ضیغم پاکستان حضرت علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے مجالس کو تحفظ عزا کے عنوان سے مخاطب کیا۔ ماقبل پاکستان سے آئے ہوئے نوجوان شاعر مقالہ نگار خوش گلو شاعر پاکستان ڈاکٹر سیّد ماجد رضا عابدی نے اپنے خوبصورت انداز میں بارگاہ معصومینؑ میں منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا۔ علامہ ضمیر اختر نقوی نے تحفظ عزا کے ذیل میں معرکتہ الآرا تقریریں کیں انہوں نے فرمایا لکھنؤ صدیوں سے شیعیت اور عزاداری کا مرکز رہا ہے۔ اودھ کی گنگا جمنی تہذیب پوری دنیا میں لکھنؤ کی وجہ سے مشہور ہے انہوں نے فرمایا کہ آنسو تحفظ عزا کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "پبلک" کراچی، ۱۳/ اکتوبر ۱۹۹۷ء

مجالس شہادت فاطمہ زہرا سے خطاب

کراچی (پ ر) ممتاز مذہبی رہنما ڈاکٹر علامہ ضمیر اختر نقوی نے امام بارگاہ چہاردہ معصومین انچولی سوسائٹی میں مجلس شہادت حضرت فاطمہ زہرا سے خطاب کے دوران کہا کہ "رسولؐ اکرمؐ" کا فرمان ہے کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے اور س لحاظ سے نزول وحی میں حضرت فاطمہؑ کا بھی حصہ ہے رسول اکرمؐ فاطمہ زہراؑ کی تعظیم کے لئے اُٹھ جاتے تھے کائنات میں کوئی باپ ایسا نہیں ہے جس نے اپنی بیٹی کی تعظیم کی ہو، حضورؐ کی حدیث ہے کہ فاطمہؑ جنّت کا ایک پھول ہیں خزانہ قدرت کا قیمتی موتی ہیں۔ مریمؑ کی طرح بتول یعنی پاک واطہر ہیں۔"

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۱۳/ اکتوبر ۱۹۹۷ء

حضرت فاطمہؑ کی سیرت کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ ر) علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے امام بارگاہ چہاردہ معصومینؑ انچولی سوسائٹی میں مجالسِ شہادت حضرت فاطمہ زہراؑ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واضح فرمان ہے کہ فاطمہؑ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جنّت کا پھول اور خزانۂ قدرت کا انمول موتی ہے۔ رسول اکرمؐ اپنی بیٹی کی بے انتہا تعظیم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ عالم اسلام کے ہر فرد کو چاہیئے کہ وہ فاطمہ زہراؑ کی سیرت کا مطالعہ کرے اور اس سے فائدہ اُٹھائے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۷ مارچ ۱۹۹۷ء

مسدس اعتراف و تحسین شائع ہوگئی

کراچی (پ ر) مرکز علوم اسلامیہ کی جانب سے علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی کی خدمات کے اعتراف میں شاعر آلِ محمد نسیم امروہوی کے صاحبزادے قسیم امروہوی کی تصنیف مسدس اعتراف و تحسین شائع ہوگئی ہے کتاب کا پیش لفظ پروفیسر سحر انصاری نے تحریر کیا ہے جبکہ معروف ادیب انتظار حسین کا مضمون بھی شاملِ اشاعت ہے۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۵ مئی ۱۹۹۸ء

اللہ نے محسنین سے اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے

علّامہ ضمیر اختر نقوی

کراچی (پ۔ر) آلِ عبا ٹرسٹ کے تحت امام بارگاہ آلِ عبا میں علّامہ سید ضمیر اختر نقوی نے محرم کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے "محسنینِ اسلام" کے موضوع پر کہا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کو محسن کہا ہے اور اجرِ عظیم سے نوازنے کا وعدہ کیا ہے جو اللہ کے دین پر احسان کرے اللہ اس کے درجات میں اضافہ کرتا ہے اور آلِ محمدؐ نے خدا کے دین کے لیے اپنی جانیں پیش کر کے عالمِ اسلام پر احسان کیا ہے۔

☆ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے امام بارگاہ شاہ نجف مارٹن روڈ میں مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا علم حاصل کرو گہوارے سے قبر تک۔ آج ایشیا کا سب سے بڑا مسئلہ علم کا فقدان ہے اگر آج علم سے محبت پیدا ہو جائے تو پھر تمام مسائل

Presented by www.ziaraat.com

حل ہو جائیں گے۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۲۱ جون ۱۹۹۸ء

نقد و نظر......اعتراف و تحسین

علاّمہ سید ضمیر اختر نقوی کو منظوم خراجِ تحسین

علاّمہ سید ضمیر اختر نقوی صاحب ایک علمی و ادبی شخصیت ہیں۔ وہ خطیب بھی ہیں، نقاد بھی ہیں اور ذاکر بھی ہیں، انہوں نے اُردو مرثیہ یا رثائی ادب اور میر انیسؔ کے سلسلے میں جو کام کیا ہے اسے علمی حلقوں میں بہت سراہا گیا ہے۔ یہ مختصر سی غیر مجلّد منظوم کتاب قسیم ابن نسیم امروہوی کی تصنیف ہے جس میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی علمی و ادبی اور مذہبی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا ہے۔ یہ نظم مسدّس کی صورت میں لکھی گئی ہے۔ جس کے ایک سو دس بند ہیں، دوسرے لفظوں میں اسے ایک منظوم مقالہ بھی کہا جا سکتا ہے جس میں ممدوح کی علمی خدمات کا اعتراف، ان کی کتابوں اور تحریروں کے حوالے سے کیا گیا ہے۔

روزنامہ ''جنگ'' لندن، ۲۴ر جون ۱۹۹۹ء

لندن یونیورسٹی میں ادبی نشست

زیرِ صدارت علاّمہ ضمیر اختر نقوی

جمعہ ۲۵ جون چھ بجے شام کانوائے ہال (برٹرینڈ رسل روم) ریڈ لائن اسکوائر لندن ڈبلیو سی ون میں اُردو تحریک کی ماہانہ نشست منعقد ہوگی، مہمان خصوصی سلمان آصف، ن م راشد، نوائے فرد کے عنوان سے مضمون پیش کریں گے، ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

Presented by www.ziaraat.com

(کراچی) مرثیہ اور میر انیسؔ پر مضمون پیش کریں گے۔

☆ پاکستان کے نامور ادیب ناقد اور محقق ضمیر اختر نقوی اسلامک سنٹر لندن کی دعوت پر پہنچ گئے ہیں۔

ہفتہ وار "نیشن" لندن، ۱۹ تا ۲۵ / نومبر ۱۹۹۹ء

مجلس ایصالِ ثواب سیّد ظہیر حسن نقوی مرحوم

لندن (پ ر) ادارہ جعفریہ چرچ لین، ٹوٹنگ براڈوے ٹیوب اسٹیشن کے نزدیک ایس ڈبلیو سترہ، ہفتہ بیس نومبر ۹۹ء دو بجے بعد نماز ظہر مجلس برائے ایصال ثواب سیّد ظہیر حسن نقوی منعقد ہوگی جس سے علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی خطاب فرمائیں گے۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۳۰ / جنوری ۲۰۰۰ء

سہ ماہی "القلم" کی اشاعت

کراچی (پ ر) ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی زیرِ ادارت سہ ماہی "القلم" کا شمارہ چہارم شائع ہوگیا ہے اس شمارے میں ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کے والد سیّد ظہیر حسن نقوی کی وفات حسرت آیات پر مرحوم سے متعلق نامور ادیبوں کے مضامین شامل ہیں جبکہ شمس الرحمٰن فاروقی، رئیس احمر، سیّد ضمیر اختر نقوی، قسیم امروہوی، افتخار عارف، پروفیسر ظل صادق، شاہد نقوی، وامق جونپوری اور دیگر کی تحریریں بھی شامل ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''کائنات'' کراچی، ۱۹/ اگست ۲۰۰۱ء

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کی زندگی پر کتاب شائع ہو گئی

کراچی (پ ر) ممتاز اسکالر ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کے زندگی کے علاوہ ادبی خدمات پر کتاب شائع ہو رہی ہے اس میں ڈاکٹر ضمیر اختر کی زندگی پر اُردو دانشوروں اور ادیبوں کے مضامین اور مقامی صحافی سیّد سجاد رضوی کا مضمون بھی ہے۔ یہ کتاب 'شعرائے اُردو اور عشق علی' پر لکھی گئی ہے۔

ماہنامہ ''ندائے حق'' کراچی، ۲۲/ نومبر ۲۰۰۲ء

مسلمانوں نے مذہب سے ثقافتی وتہذیبی پہلو کو ختم کر دیا: علّامہ ضمیر اختر نقوی

۳۰ روزہ مجالس تفسیر قرآن

(رپورٹ) امام بارگاہ چہاردہ معصومینؑ میں مورخہ ۷ نومبر ۲۰۰۲ء بروز جمعرات تفسیر قرآن کی مجالس سے افتتاحی خطاب فرماتے ہوئے علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے ''عزاداری کی مذہبی اور ثقافتی حیثیت'' پر روشنی ڈالی انہوں نے فرمایا کہ کسی کافر سے قرآن پڑھنے اور سمجھنے کے لئے کہنا بیکار ہے، اگر آپ رمضان کے پورے مہینے مجلس کے ثقافتی حوالے کے ساتھ تفسیرِ قرآن کی مجلسیں کرتے ہیں تو اسے سننے کے لئے کافر بھی آ سکتا ہے اور ثقافت کے پردے میں مذہب اور کتاب (قرآن) سننے اور قرآن فہمی میں آپ کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ آج کل دنیا بھر نے مسلمانوں کو دہشت گرد گردانا ہوا ہے اس کی بھی اصل وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے

Presented by www.ziaraat.com

مذہب سے ثقافتی وتہذیبی پہلو کو ختم کر دیا ہے، جب آپ نے مذہب شیعیت کا پرچار مکمل تہذیبی وثقافتی حوالوں کے ساتھ نہیں کیا تو ''شیعہ کافر'' کی آوازیں سنائی دیں۔ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ علاّمہ صاحب اس وقت فکر وتدبّر کی ان منازل پر ہیں، ان کی خطابت کی عمر چالیس برس ہے، تحریر، تقریر، تفسیر، تحقیق، علم و ادب کا کوئی بھی میدان ہو اس کے لئے علاّمہ صاحب یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ:

تجھے بات میں آسماں کر دیا

اور یہ علاّمہ صاحب کا اعتماد ہے کہ آج میں اس مقام پر موجود ہوں۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی اپنے موضوع ''قرآن فہمی'' سے مربوط رہتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ ہر زمانے کے معیار سے خود کو مماثل کر لیتا ہے، یہ ہر دور میں جدید طرز سے بات کرتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآن کی زبان کبھی متروک نہیں ہوتی، اس لئے کہ یہ پیغمبرؐ اسلام کا معجزہ ہے، اور معجزہ کہتے ہی اس چیز کو ہیں جس کو سمجھنے سے انسانی عقل عاری ہو جائے۔ انہوں نے قرآن کی زبان کے حوالے سے بحث قائم کرتے ہوئے زبانِ اُردو کو مثال کے لئے خدائے سُخن میر انیسؔ کا حوالہ دیا کہ اس زبان کو بنانے میں ایک خاندانی پس منظر تھا، جس کی تیاری میر انیس کے اجداد ایک عرصے سے کر رہے تھے کہ ایسی زبان متعارف کرا دیں کہ جب تک اُردو رہے تب تک یہ زبان قائم و دائم رہے۔ اسی طرح تمام عرب میں قریش کی زبان سمجھی جاتی تھی کیونکہ وہ اہلِ تجارت تھے اور بین الاقوامی منڈی میں جانا آنا رہتا تھا۔ لہٰذا رابطہ کی زبان یہ تھی۔ لیکن اس زبان کے صرف تجارتی مقاصد ہی نہیں تھے بلکہ جس طرح میر انیسؔ کے لئے ایک طویل عرصے تک زبان تیار کی جاتی رہی اسی طرح رسولؐ کی آمد اور قرآن کے استقبال کے لئے اجدادِ ختمی مرتبتؐ نے ایسی زبان تشکیل اور متعارف کرائی کہ جب پیغمبرؐ اپنی زبان

Presented by www.ziaraat.com

سے قرآن سنائیں تو اہلِ عرب مانوس ہوں۔

ماہنامہ "ندائے حق" کراچی، ۲۲ر نومبر ۲۰۰۲ء

علاّمہ ضمیر اختر نقوی صاحب کی امریکہ روانگی

(کراچی پ۔ر) علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب امریکہ میں انجمن غمخوارانِ عباس کے صاحبِ بیاض جناب علی ضیاؔ رضوی کی دعوت پر نئے تعمیر شدہ امام بارگاہ درِ عباس کی افتتاحی تقریب کی صدارت اور شبوں کی مجالس سے خطاب کے سلسلے میں امریکہ روانہ ہو گئے۔

علامہ صاحب ۲۱ر رمضان کی مجالس سے خطاب کے فوری بعد واپس تشریف لائیں گے۔

"ندائے حق" کراچی، ۱۰ر مئی ۲۰۰۳ء

امام حسنؑ کو دیا گیا زہر اس قدر سریع الاثر تھا کہ جگر پارہ پارہ ہو گیا: ڈاکٹر علاّمہ ضمیر اختر نقوی

انجمنِ ظفر الایمان کے زیرِ اہتمام شبیہِ تابوت امام حسنؑ برآمد کیا گیا،
بعدہٗ الوداعی پرسہ زنجیر زنی سے پیش کیا گیا

کراچی (پ ر) انجمنِ ظفر الایمان کے زیرِ اہتمام جلوس شبیہِ تابوت امام حسنؑ کے سلسلے کی مجلس امام بارگاہ چہاردہ معصومینؑ میں منعقد کی گئی جس میں سوزخوانی رضا علی جعفری برادران اور سلام انجمن کے صاحب بیاض جناب واصف نے پیش فرمایا، بعد ہدیۂ سلام عالی جناب علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب نے مجلس سے خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ امام حسنؑ کو زہر دے کر شہید کیا گیا، یہ زہر اس قدر سریع الاثر تھا کہ جب زہریلے پانی کو زمین پر پھینکا گیا تو یوں لگا جیسے کسی نے آگ لگا دی ہو، یہی

Presented by www.ziaraat.com

شعبہ تعلیم کو انقلابی کردار ادا کرنا ہوگا... مسلمانوں سے دہشت گردی کا لیبل ختم اسلامی کلچر کو فروغ دینا ہوگا، "اوصاف" کو انٹرویو

ملتان (خبر نگار) ملک کے معروف خطیب، ادیب و شاعر ڈاکٹر علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے اوصاف سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ اُردو زبان کی ترویج کے پاکستان کے تمام شعبوں اور خاص طور پر شعبہ تعلیم کو انقلابی کردار ادا کرنا ہوگا۔ لیکن بد قسمتی سے ہم عالمی برادری میں تعلیم کے حوالے سے سب سے پیچھے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں پاکستانیوں کے بجائے بھارت کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں تیز رفتاری سے اپنا مقام بنا رہے ہیں۔ اسی طرح ہندی زبان بھی اُردو کی بجائے دیگر ممالک میں زیادہ پائی جا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری امریکہ سے دوستی بھی صرف ڈالر کے لئے ہے۔ جبکہ اپنے کلچر کو پروان چڑھانے کے لئے ہم نے کچھ نہیں کیا، ترقی یافتہ ممالک میں مسلمانوں کو دہشت گرد کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کے میوزیم میں بھی اسلامی و پاکستانی کلچر کے بجائے ہندوستان کا کلچر و ثقافت موجود ہے، دنیا کے کتب خانوں اور یونیورسٹیوں میں بھی اُردو کی نسبت ہندی کلچر زیادہ ملتا ہے جو کہ ہماری کمزوری ہے اور ہمارے لئے سوالیہ نشان ہے، انہوں نے کہا کہ عوامی سطح پر اُردو کے لئے کام ہو رہا ہے۔ لیکن حکومتی سطح پر اُردو کی ترویج کے لئے کوئی کام نہیں ہو رہا جو کہ قابل افسوس ہے۔

اخبار "سلونی" (لاہور، فیصل آباد) ۲۰۰۳ء

پروفیسر ڈاکٹر علامہ سید ضمیر اختر نقوی
خطیب العصر سرپرست اعلیٰ مرکزِ علومِ اسلامیہ

"سلونی" کے نام سے یہ جریدہ جو عزیزم موسیٰ حیدر اور ان کے رفقا کار بیک وقت

Presented by www.ziaraat.com

باعث تھا کہ میرے مظلوم امام کا جگر پارہ پارہ ہو گیا، انہوں نے کہا کہ امام حسنؑ کا جنازہ اہل بیتؑ و معصومینؑ میں پہلا جنازہ تھا جو انتہائی دھوم سے نکلا، کیونکہ کہ اس سے قبل مسلمان نہ تو رسولؐ اللہ کے جنازے میں شریک ہوئے، نہ ہی رسولؐ زادی شہزادیٔ کونین فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا کے جنازے میں شرکت کر سکے کیوں کہ شہزادیٔ کونین بابا کی اُمت سے ناراض تھیں اور وصیّت کر گئی تھیں کہ میرے جنازے کو رات کے اندھیرے میں اُٹھایا جائے۔

انہوں نے مزید کہا کہ امام حسنؑ کا جنازہ اس لئے پورے طمطراق سے اُٹھا کیوں کہ جنازے کی رونق بہنیں ہوتی ہیں اور یہاں تو جنازے پر ۱۸ بہنیں رونق بخش رہی تھیں۔ لیکن مسلمانوں سے رہا نہ گیا اور وہ موقع آیا کہ گھر سے نکلنے کے بعد جنازہ رسولؐ کے پہلو میں دفن نہ ہو سکا، بلکہ ملعونوں نے معصومؑ کے جنازے پر تیروں کی بارش کی اور جنازہ بغیر دفن ہوئے واپس گھر لایا گیا، امام کے جنازے پر تیروں کی بارش بتاتی ہے کہ کس قدر عداوت تھی۔ بیانِ مصائبِ اہل بیتؑ کے بعد جلوس شبیہِ تابوت امام حسنؑ برآمد ہوا جس میں انجمنِ ظفر الایمان کے صاحب بیاض جناب اسد آغا نے نوحہ خوانی فرمائی، جلوس شہدائے کربلا میں اختتام پذیر ہوا، جہاں انجمن نے زنجیروں کے ماتم سے امام حسنؑ کو پرسہ پیش کیا۔

روزنامہ "اوصاف" ملتان، ۱۴ دسمبر ۲۰۰۲ء

پورے عالم میں اُردو کی بجائے ہندی کو فروغ مل رہا ہے، علاّمہ ضمیر اختر نقوی

حکمران اُردو کی ترویج و ترقی کے لئے کچھ نہیں کر رہے

Presented by www.ziaraat.com

لاہور اور فیصل آباد سے شائع کر رہے ہیں انشاء اللہ ذہنِ انسانی میں اُٹھنے والے سوالات اور اُن کے جوابات کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوگا۔ لفظِ سلُونی کائنات میں پہلی اور آخری مرتبہ صاحبِ نہج البلاغہ کی زبان سے ادا ہوا اور قیامت تک کے لیے علم کا slogan بن گیا۔ خدا خوش رکھے ''سلُونی'' کی تبلیغ میں حصہ لینے والے تمام افراد کو ہم سب کے لیے دعا گو ہیں۔

روزنامہ ''اساس'' کراچی ۶ جنوری ۲۰۰۳ء

میر انیس عظیم المرتبت مرثیہ گو شاعر تھے

کراچی (پ ر) مسجد آلِ عباء گلبرگ میں یادگار میر انیس سیمینار سے خطاب کے دوران علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ میر انیس عظیم المرتبت مرثیہ گو شاعر تھے۔ انہوں نے شاعری کے ذریعے تعلیماتِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کو عام کیا، متحدہ قومی موومنٹ کے پارلیمانی لیڈر سیّد صفوان اللہ نے کہا کہ میر انیس کی شاعری نے حریت اور حق پرستی کا درس دیا، ممبر قومی اسمبلی حیدر عباس رضوی نے کہا کہ شاعری سچائی کی تلاش کا سفر ہے اور میر نیس نے فلسفہ شہادت کو واضح کیا، سیّد ظہور مہدی نے کہا کہ میر انیس نے سینکڑوں مرثیے لکھے اور اس دور کے بڑے شاعروں نے ان کی مرثیہ نگاری کو سراہا۔ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ میر انیس کے پیغام کو عام کیا جائے تاکہ دنیا اس سے استفادہ حاصل کر سکے۔ سیّد ظہور مہدی، پروفیسر سبط حسن اور مولانا سیّد ناصر عباس نے زبردست الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا جبکہ پروفیسر حسن اکبر کمال، کوثر نقوی، کمال حیدر رضوی، حیدر حسین کربلائی، سلمان جعفر اور دیگر نے منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا اور ڈاکٹر جعفر محسن نے کلمات تشکر ادا کیے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۱۲/مارچ ۲۰۰۱ء

کراچی کا ادبی منظر .... رپورٹ:- علی حیدر ملک

برسی کے موقع پر "یادگارِ غالب" سیمینار

علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی تقریر

گزشتہ دنوں آرٹس کونسل کی آڈیو ویڈیو لائبریری کمیٹی نے مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کی برسی کے حوالے سے "یادگارِ غالب" کے زیرِ عنوان ایک سیمینار کا اہتمام کیا، جس کی صدارت علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی اور نظامت ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے انجام دی۔

پروگرام کے آغاز میں ناظم نے مرزا غالبؔ کے فارسی نعتیہ اشعار پیش کئے۔ پروفیسر انیس زیدی نے خطبۂ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۶۹ء میں آرٹس کونسل کے زیرِ اہتمام غالب کا صد سالہ جشن منایا گیا تھا، جس میں ادب کی نامور شخصیات نے شرکت کی تھی۔ آج غالبؔ کی برسی کے موقع پر سیمینار کا انعقاد کیا گیا ہے۔ آئندہ بھی اکابرین کے سلسلے میں پروگرام منعقد کیے جاتے رہیں گے۔

پروفیسر حسن اکبر کمال نے غالب کی زمینوں پر اپنی غزلیں پیش کیں۔ ان کا ایک شعر نذرِ قارئین ہے۔

کسی کا قد بڑھانے کو بدل کر داستاں رکھ دی
ہمارے قصۂ غم میں حدیثِ دیگراں رکھ دی

نقاش کاظمی نے اس موقع پر کہا کہ غالبؔ پہلا شاعر ہے جس نے اپنے مکمل دیوان کے بجائے کلام کا انتخاب کیا۔ غالبؔ کے یہاں احتجاجی اشعار بھی ملتے ہیں۔ نقاش

Presented by www.ziaraat.com

کاظمی نے غالبؔ کی زمین میں اپنی ایک غزل بھی سنائی، جس کا ایک شعر درج ہے۔

اپنی دیوار گرائی بھی تو رستہ نہ ملا
کوئی دیوار کھڑی تھی مری دیوار کے پاس

ڈاکٹر علامہ ضمیر اختر نقوی نے خطبہ صدارت میں کہا کہ غالبؔ کے کلام کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ اس کے باوجود اُن کے اشعار کے نئے نئے پہلو سامنے آتے رہتے ہیں۔ میرؔ اور غالبؔ کو سمجھنے کے لئے فرقے، عقیدے اور مسلک سے بلند اور ماورا ہونا پڑتا ہے۔ غالبؔ کا مذہب گلاب کا پھول تھا۔ شاعری کی تفہیم کے لئے شاعر کی لفظیات کو سمجھنا ضروری ہے۔ غالبؔ کے یہاں شعورِ ارتقا نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر ماجد رضا عابدی نے ترنم سے غالبؔ کا کلام پیش کیا جبکہ آڈیو ویڈیو لائبریری کمیٹی کے معاون چیئرمین مرزا آصف اعجاز نے اظہارِ تشکر کا فریضہ انجام دیا۔

بعد ازاں خواجہ معین الدین کا مشہور ڈراما ''مرزا غالب بندر روڈ پر'' خصوصی اہتمام کے ساتھ بڑی اسکرین پر دکھایا گیا۔

روزنامہ ''جنگ'' ملتان، ۲۱ نومبر ۲۰۰۴ء

ملکی ترقی کے لئے ہمیں اجتماعی تعمیری سوچ اپنانا ہوگی: علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

ملتان (پ ر) علی رضا قزلباش کی تیسری سالانہ برسی کے ۲ روزہ اجتماع کے آخری روز خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر علامہ ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ ملک میں امن وامان کے قیام کے لئے ہمیں اتحاد و یکجہتی کی مثال قائم کرنا ہوگی اور ملکی ترقی کے لئے ہمیں اجتماعی

Presented by www.ziaraat.com

تعمیری سوچ اپنانا ہوگی۔

روزنامہ ''نیادور'' ملتان، ۲۱ نومبر ۲۰۰۴ء

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف

مذہبی جنونیت اور گروہی اختلافات ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہونگے: علامہ ضمیر اختر نقوی

ملک میں امن وامان کے قیام کے لئے جہالت کے اندھیروں کو ختم کر کے ذکر محمدؐ وآلِ محمدؐ کے چراغ روشن کرنے ہونگے

ملتان (پ ر) انٹرنیشنل میر انیسؔ اکیڈمی کے سربراہ ڈاکٹر علامہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ جہالت کے اندھیروں کو ختم کر کے ذکر محمدؐ وآلِ محمدؐ کے چراغوں کو روشن کرہی کے ہم ملک میں امن وامان پیدا کر سکتے ہیں۔ آپس کے فروعی اختلافات بھلا کر اجتماعی سوچ کو تعمیری بنائیں تاکہ ملک وقوم ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن ہوں ان خیالات کا اظہار انہوں نے سرور لاج نشتر روڈ ملتان میں سردار علی رضا قزلباش مرحوم کی تیسری سالانہ برسی کے موقع پر دوروزہ اجتماع کے آخری روز خصوصی خطاب کر رہے تھے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سیّد محمد علی رضوی نے انجام دیئے۔ علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے مزید کہا کہ مسلمانوں کو اپنے اندر سے انتہا پسندی جنونیت اور گروہی اختلافات کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہوگا۔ ترقی پسندوں، مثبت سوچ کے حامل افرد کو آگے لانے کی ضرورت ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ استحکام پاکستان اور دین اسلام کی بقاء کی خاطر موجودہ حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''نیادور'' ملتان، ۲۳ر ستمبر ۲۰۰۴ء

حضرت امام حسینؑ نے دین محمدیؐ کی بقا کے لئے خاندان قربان کر دیا

نوجوان اہل بیتؑ کے نقش قدم پر چل کر دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں، حضرت علی اکبرؑ حُسن و جمال اور اسلامی تعلیمات کے پیکر تھے، جشنِ ظہورِ شہزادہ علی اکبرؑ کے جلسہ سے علماء کا خطاب

ملتان (پ ر) سیّد ہاشم رضا گردیزی سیّد علی مرتضیٰ گردیزی کے زیر اہتمام پانچواں سالانہ جشن ظہور حضرت شہزادہ علی اکبرؑ امام بارگاہ شاہ یوسف گردیز میں عظیم الشان جلسہ عام میں گزشتہ روز علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت امام حسینؑ نواسہ رسولؐ نے دین محمدیؐ کی بقاء و سلامتی کی خاطر اپنے نوجوان ہم شکل پیغمبرؐ بیٹے حضرت علی اکبرؑ کو بھی قربان کر کے قیامت تک کے لئے یہ درس دیا کہ دین محمدیؐ پر کبھی آنچ نہ آنے دینا بلکہ اپنا سب کچھ قربان کر دینا۔ حضرت شہزادہٴ علی اکبرؑ حُسن و جمال اور اسلامی تعلیمات کا پیکر تھے آج کے نوجوانوں کو چاہئے کہ اہل بیتؑ کے کے جوانوں کے نقش قدم پر چلیں تا کہ دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکیں پروفیسر علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی لکھنوی نے مزید خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں پر زور دیا کہ حضرت شہزادہٴ علی اکبرؑ کی تعلیمات کو توجہ سے پڑھ کر ان کی زندگی کو مشعل راہ بنائیں۔ امام حسینؑ کی فکر حق و صداقت کی عظیم معراج ہے۔ حضرت شہزادہ علی اکبرؑ نے

Presented by www.ziaraat.com

اپنی جوانی دشمن اسلام سے معرکہ آرائی میں صرف کی امام عالی مقام نے درس کربلا کے وہ راستے متعین کیے جس کے لئے آج بھی دنیا متلاشی وسرگرداں ہے۔ جلسہ عام سے علاّمہ ڈاکٹر ماجد رضا عابدی رہنما نیشنل عزاداری کونسل سندھ نے بھی خطاب کیا۔ اسٹیج سیکرٹری سیّد محمد علی رضوی تھے۔ اس موقع پر سیّد احمد نواز شاہ گردیزی، مخدوم سیّد راجو شاہ گردیزی، سیّد سلطان گردیزی، سیّد مصطفیٰ حسن گردیزی، سیّد جمیل عباس گردیزی، سیّد روشن گردیزی، سیّد زمرد گردیزی، حسنین گردیزی، حسنین حیدر قریشی انفارمیشن آفیسر ملتان اور سیّد لطافت حسین رضوی ممبر امن کمیٹی ضلع ملتان بھی موجود تھے۔

روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان، ۱۶ ستمبر ۲۰۰۴ء

حضرت امام حسینؑ نے باطل کے سامنے ڈٹ جانے کا درس دیا: علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

اہل بیتؑ سے محبت واحترام اور ان کے افکار کو مشعل راہ بنانا ہوگا۔ مجلس عزاء کے اجتماع سے خطاب

ملتان (پ ر) ممتاز شیعہ عالم ادیب وشاعر بین الاقوامی اسکالر پروفیسر ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ حضرت ابوطالبؑ کی گود میں رسالتؐ پروان چڑھی، حضرت امام علیؑ اور حضرت امام حسینؑ نے کربلا کے میدان میں توحید ورسالتؐ کی بقاء کی خاطر بے مثال قربانیاں دے کر قیامت تک دین اسلام کو زندۂ جاوید بنادیا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے یہاں امام بارگاہ معصومینؑ حویلی مرید شاہ ملتان میں روزِ غم سفرِ حسینؑ کے عنوان سے منعقد سالانہ مخصوص مجلس عزا کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے مزید خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حضرت امام حسینؑ نے مدینہ سے ہجرت کر کے بتا دیا کہ باطل کے سامنے جھکنے کے بجائے جنگ کر کے حق کا بول بالا کرنا چاہیے۔ اہل بیتؑ سے محبت و احترام اور ان کے افکار کو مشعل راہ بنانا ہوگا۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے موجودہ حکومت کی کاوشوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان بھر سے ماتمی انجمنوں و تنظیموں کی کثیر تعداد میں اراکین نے شرکت کی۔

ہفت روزہ "مخبر العالمین" کراچی، ۳ تا ۹ ستمبر ۲۰۰۴ء

بیعت کا سلسلہ مولود کعبہ حضرت علیؑ سے مل جاتا ہے

حلقہ علویہ القادریہ کے زیر اہتمام منعقدہ جشن مولود کعبہ کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ حضرت علاّمہ جیلانی چاند پوری نے اپنی خوبصورت تقریر میں خواجہ غریب نواز کا ذکر کیا ہے ان کے پاک و ہند میں چرچے ہیں تصوّف کا سلسلہ ان سے ہوتا ہوا حضرت علیؑ سے ملتا ہے۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی تقریر کی خاص خاص باتیں یہ ہیں کوئی بھی کتاب اسلامی ہو یا تاریخی اس میں ذکر علیؑ ہوگا۔ بغیر اس کے وہ کامل نہیں ہوسکتی۔ عبداللہ ابن عباس کا بیان ہے کہ ۳۰۰ آیات مولا علیؑ کی مدحت میں ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے کہا ہے کہ علیؑ تعلیم کا دل ہیں، علماء کو کوشش کرنا چاہیے کہ وہ علیؑ کی طرف دیکھیں، علیؑ کو چھوڑ کر تعلیمی ترقی ممکن نہیں ہے۔ پاکستان میں ۵۰ سال ہوگئے تعلیمی استعداد میں اضافہ نہیں ہوا، مدرسے دو طرح کے ہیں، دینی مدرسے اور کالج و یونیورسٹی انگریزی اور عربی دونوں جگہوں پر علیؑ نظر نہیں آتے ہیں اگر علیؑ نظر نہ آئیں تو تعلیمی ترقی نہیں ہوسکتی۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان، ۲۴ جنوری ۲۰۰۴ء

مذہبی اسکالر علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر ملتان پہنچ گئے آج شاہ گردیز میں خطاب کریں گے

ملتان (پ ر) اسلامک میڈیا کونسل پنجاب کے جنرل سیکرٹری سیّد طاہر رضا کی پریس ریلیز کے مطابق مذہبی اسکالر علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی گزشتہ روز تین روزہ دورے پر کراچی سے ملتان پہنچ گئے۔ آج شام سات بجے شب دربار شاہ یوسف گردیز ملتان میں سیّد ہاشم رضا گردیزی کے والد کی برسی کے اجتماع سے خطاب کریں گے۔ سوز و سلام سیّد دانش رضا رضوی برادران کریں گے جبکہ کل ۲۵ جنوری بدھ صبح گیارہ بجے علاّمہ ضمیر اختر نقوی زکریا یونیورسٹی ملتان میں منعقدہ ایک تقریب کی صدارت کریں گے۔ یہ تقریب ''نجم آفندی کے کلیّات'' کے سلسلے میں ہے جسے ڈاکٹر تقی عابدی نے ترتیب دیا ہے۔ علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے علاّمہ نجم آفندی کا غیر مطبوعہ کلام تقی عابدی کو دے دیا تھا جسے انہوں نے کینیڈا سے شائع کیا ہے۔

روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان، ۱۷ ستمبر ۲۰۰۵ء

روشن خیالی اور اعتدال پسندی ہی دین اسلام کی بنیاد ہے

دینی مدارس میں شرعی علوم کے ساتھ جدید علوم بھی پڑھائے جائیں: علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

ملتان (اسٹاف رپورٹر) صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے روشن خیالی کے فارمولے سے ہی دہشت گردی کو کنٹرول کیا۔ پاکستان کو بین الاقوامی سطح پر منوایا، ہمیں

Presented by www.ziaraat.com

آج تمام مدارس میں جدید علوم بھی پڑھانے ہونگے تا کہ عوام کو شرعی، اسلامی اور فلاح وبہبود کے ساتھ ساتھ اتحاد اُمت کے حوالے سے تیار کر سکیں۔ ان خیالات کا اظہار مرکز علوم اسلامیہ کے بانی و سرپرست اور نیشنل عزاداری کونسل کے مرکزی چیئرمین ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کراچی روانگی سے قبل ملتان ایئر پورٹ پر انجمن حسینیہ ملتان و انجمن ندائے حسینی نیو ملتان اور تنظیم شاہ نجف ملتان کے بارہ رُکنی وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ وفد میں سیّد لطافت حسین رضوی، سیّد سلیم عباس نقوی، سیّد قمر عباس زیدی، شوکت رضا لنگاہ، سیّد ہاشم گردیزی، سیّد سلطان احمد گردیزی، سیّد طاہر رضا رضوی، سیّد محمد علی رضوی، سیّد دانش رضا رضوی، پروفیسر ڈاکٹر سیّد شوذب کاظمی، سیّد حسنین گردیزی، سیّد غضنفر عباس رضوی و دیگر شامل تھے۔ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ منبر رسولؐ سے مولوی صاحبان اپنی ذمہ داری ٹھیک طریقے سے نہیں نبھا رہے ہیں۔ روشن خیالی، اعتدال پسندی ہی دین اسلام کی بنیاد ہے۔

روزنامہ ''خبریں'' ملتان، ۸ ستمبر ۲۰۰۵ء

ہر شہری کی طرح فوج کو بھی سیاست میں آنے کا حق ہے: علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی

ملتان (اپنے رپورٹر سے) نیشنل عزاداری کونسل کے مرکزی چیئرمین اور انٹرنیشنل میر انیس اکیڈمی کے سربراہ علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ ہر شہری کو سیاست میں آنے کا حق حاصل ہے اس حق سے فوج بھی سیاست میں آ سکتی ہے۔ مقامی ہوٹل میں پریس کانفرس کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان کوئی اسلامی

Presented by www.ziaraat.com

ملک نہیں ہے کیونکہ یہاں اب بھی انگریز کا قانون چل رہا ہے۔

پندرہ روزہ ''ولایت'' کراچی، ۱۸ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

پیغامِ ولایت نہیں تو نہ دین ہے نہ فقہ ہے: علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ کے اراکین کو جشنِ غدیر و مباہلہ اور پندرہ روزہ ولایت کے اجراء پر مبارک باد۔ اعلان غدیر تکمیل کارِ رسالت بھی ہے اور جشن امامت بھی اس لئے یہ جشن منانا ہر صاحب نسب اور صاحب شجرہ کے لئے واجب بلکہ اوجب ہے۔ خصوصی پیغام

کراچی (پیغام) علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے فرمایا کہ ہم اس جشنِ غدیر کے موقع پر تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ کے اراکین کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اس سے پہلے امام زمانہ عجل اللہ فرجہٗ کی بارگاہِ عصمت مآب میں ہدیۂ مبارک باد پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہی جشن جشنِ امامت بھی ہے، جشنِ نبوت بھی ہے، جشنِ ابطالِ باطل بھی ہے، جشنِ احقاق حق بھی ہے، جشن شفاعت بھی ہے، جشن نیابتِ رسولؐ بھی ہے، جشن نصبِ ولایت بھی ہے، غرض یہ جشن نہیں، یہ پیغام ولایت نہیں تو نہ دین ہے، نہ فقہ ہے، نہ شریعت ہے، نہ مذہب ہے، نہ ثقافت ہے، نہ علم ہے، نہ نبوت ہے، نہ رسالت ہے، اور یہ بات توحید تک بھی پہنچتی ہے اس لئے جشن منانا ہر صاحب نسب اور صاحب شجرہ کے لئے واجب بلکہ اوجب ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

پندرہ روزہ "ولایت" کراچی، صفر المظفر ۲۰۰۵ء

تمام اسلامی ممالک کی روح عزاداری ہے: علاّمہ ضمیر اختر نقوی

میر انیسؔ اور واقعہ کربلا کے موضوع پر امام بارگاہ آلِ عبا میں عشرہ محرّم الحرام کی مجلس عزا سے خطاب

علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی ملت جعفریہ کا سرمایہ ہیں اور ان کا متبادل شیعہ قوم کے پاس نہیں ہے، مجلس عزا کے اختتام پر علاّمہ وقار نقوی کی گفتگو

کراچی (نمائندہ) معروف عالم دین علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ تمام عالم اسلام کے ممالک اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام روحانی مذہب ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ تصور کریں کہ اسلام مادی مذہب ہے تو اس صورت میں پورے عالم اسلام کو ماننا پڑے گا کہ اس مادی مذہب کی روح عزاداری سیّد شہدا حضرت امام حسینؑ ہے ان خیالات کا اظہار انہوں نے مسجد آلِ عبا فیڈرل بی ایریا میں واقعہ کربلا اور میر انیسؔ کے موضوع پر عشرہ مجالس سے خطاب کرتے ہوئے کیا، انہوں نے کہا کہ میر انیسؔ نے واقعہ کربلا کو اپنے اشعار میں رقم کر کے خود کو رہتی دنیا تک زندۂ جاوید کر دیا اور جس طریقے سے انہوں نے واقعہ کربلا کو پیش کیا اس کی مثال کوئی دوسرا شاعر آج تک نہیں لا سکا ان کی شاعری اس بات کی غماز ہے کہ وہ عزادارِ امام حسینؑ تھے۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے ذوالجناح امام حسینؑ کے سلسلے میں جامع اور نا قابل تردید ثبوت قرآن و مذہب معصومینؑ کے فرامین اور شاعری میر انیسؔ سے پیش کیے اس موقع پر علاّمہ سیّد

Presented by www.ziaraat.com

وقار حسن تقوی، ڈاکٹر ماجد رضا عابدی، اور ہزاروں عزاداران مظلوم کربلا موجود تھے، بعد ختم مجلس تحریک نفاذ فقہ جعفریہ صوبائی کونسل سندھ کے جنرل سیکرٹری علاّمہ سیّد وقار حسن تقوی نے نمائندہ ''ولایت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی ملتِ جعفریہ کا سرمایہ ہیں اور وہ خوش عقیدہ عالم دین ہیں جن کا متبادل کوئی نہیں ہے۔

پندرہ روزہ ''ولایت'' کراچی، یکم تا ۱۵ رمئی ۲۰۰۵ء

حضرت ابوطالبؑ محافظِ رسالت اور ابوالآئمہ ہیں: علاّمہ ضمیر اختر نقوی

آپ نے حضورِ اکرم کو واضح کیا کہ جب تک زندہ ہوں آپ کا کوئی بال بیکا بھی نہیں کرسکتا

معروف شاعر عزّت لکھنوی کی ایصالِ ثواب کے لئے مجلس عزا سے امام بارگاہ چہاردہ معصومینؑ انچولی میں خطاب

کراچی (نمائندہ) مرکز علوم اسلامیہ کے سربراہ اور معروف عالمِ دین علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ دعوت ذوالعشیرہ سے لے کر وفاتِ حضرت ابوطالبؑ تک کوئی دن کوئی لمحہ ایسا نہ تھا کہ جس وقت حضرت ابوطالبؑ نے حضورؐ کی حفاظت نہ کی ہو۔ جب بھی کافرین ومشرکین کو دعوتِ اسلام سے تکلیف ہوئی تو حضرت ابوطالبؑ سے شکایت کرتے لیکن حضرت ابوطالبؑ نے تمام اہلِ مکہ کو واضح کر دیا کہ میں جب تک زندہ ہوں حضرت محمدؐ کی طرف کوئی بھی ٹیڑھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا اور آپ نے حضورؐ پر واضح کر دیا کہ آپ پوری دل جمعی کے ساتھ پیغام حق کو عام کریں اور اسلام

Presented by www.ziaraat.com

کے پیغام کو ہر گھر تک پہنچائیں۔علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ افسوس اسلام کی آبیاری کرنے والے شخص کو لوگوں نے کافر کہا۔

• حضرت ابو طالبؑ کو کافر کہنا اُن کافروں کو چھپانا ہے جو رسولؐ کے بعد اسلام کے ٹھیکیدار بن بیٹھے، ان خیالات کا اظہار انہوں نے امام بارگاہ چہاردہ معصومینؑ انچولی میں معروف شاعر عزت لکھنوی کی برسی کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کیا اس موقع پر علامہ ماجد رضا عابدی اور شاعر اہل بیتؑ ریحان اعظمی نے بھی خطاب کیا۔

• پندرہ روزہ ''ولایت'' کراچی،۱۶ جولائی تا ۳۱/ جولائی ۲۰۰۵ء

حضرت فاطمہ زہراؑ مرکز توحید و نبوت و ولایت ہیں:

علامہ ضمیر اختر نقوی

آپ کی فضیلتوں میں اہم فضیلت حدیث کساء ہے جس میں آپ کو مرکزِ تعارف بنا کر نبوت اور امامت کو متعارف کرایا گیا

مرکز علومِ اسلامیہ کے تحت مجالس شہادت حضرت فاطمہؑ زہراؑ کے موقع پر چہاردہ معصومین امام بارگاہ میں مجلسِ عزاء سے خطاب

کراچی رپورٹر (حیدر قزلباش) مرکز علوم اسلامیہ کے سربراہ اور معروف عالم دین علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ حضرت فاطمہؑ زہرا مرکزِ توحید و نبوت و امامت ہیں۔ان خیالات کا اظہار انہوں نے امام بارگاہ چہاردہ معصومین میں مرکز علوم اسلامیہ کے زیر اہتمام شہادت حضرت فاطمہ زہراؑ کے سلسلے میں مجالس عزا کے آخری

Presented by www.ziaraat.com

روز خطاب کرتے ہوئے کیا۔ ان مجالس عزا کا سالانہ انعقاد کیا جاتا ہے اور سالہائے گزشتہ کی طرح امسال بھی ان مجالس عزا میں ملک کے طول و عرض سے مومنین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ آخری روز بعد ختم مجلس معجزاتی علم کی برآمدگی ہوئی جس کی زیارت ہزاروں مومنین و مومنات نے کی۔ علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے ان مجالس عزا میں سیرتِ جنابِ سیدہ فاطمہؑ پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ آپ کی بے شمار فضیلتیں رسولؐ خدا نے بتائی ہیں۔ لیکن ان تمام فضیلتوں میں اہم فضیلت یہ ہے کہ حدیث کساء کے نزول کے وقت چادر تطہیر کے نیچے آپ ہی کی ذات کو مرکز تعارف بنا کر نبوت و امامت کو متعارف کرایا گیا۔

روزنامہ ''صحافت'' لکھنؤ، ہفتہ ۸؍جنوری ۲۰۰۵ء

مولانا ضمیر اختر نقوی کی دینی خدمات کا اعتراف

لکھنؤ ۷ جنوری۔ پاکستان کے عالم دین علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی دینی خدمات کا اعتراف امامیہ ایجوکیشنل ٹرسٹ کے سیکرٹری مولانا علی حسین قمی نے کیا، مولانا علی حسین قمی نے کہا کہ علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی تاریخ، تفسیر اور شاعری پر متعدد تصنیفات ہیں انہوں نے مختلف کتابوں کے ترجمے بھی دوسری زبانوں میں کیے ہیں اس طرح انہوں نے دینی پیغام کو عوام تک پہنچایا ہے انہوں نے اپنے چند روز کے ہندوستانی دورے میں لکھنؤ کو بھی شامل کیا۔ یہاں انہوں نے متعدد جگہوں پر مجالس کو بھی خطاب کیا۔ خطابت کے میدان میں بھی انہیں کافی عبور حاصل ہے اور اہل لکھنؤ ان کی خطابت کے بڑے مدّاح ہیں۔ علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی ستائش کی اور کہا کہ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے درمیان جو اتحاد و اخوت اور بھائی

Presented by www.ziaraat.com

چارگی ہے یہ سب امام حسینؑ کی ہندوستان سے محبت کا نتیجہ ہے۔

روزنامہ ''صحافت'' لکھنؤ ۹؍جنوری ۲۰۰۵ء

علامہ ضمیر اختر نقوی کو امامیہ ایوارڈ دیا گیا

لکھنؤ۔۸ جنوری۔ شیعہ علمائے ہند نے علامہ ضمیر اختر نقوی کو ان کی علمی و ادبی خدمات کے سلسلے میں امامیہ ایوارڈ دیا۔ درگاہ حضرت عباسؑ میں حیدر نواب جعفری نے اسے پیش کیا۔ اس موقع پر علامہ ضمیر اختر نقوی نے دنیا بھر میں ہونے والے مسلمانوں پر مظالم کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اگر عالم اسلام اہل بیتؑ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے تو بہت سے مسائل بہ آسانی حل ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؑ نے اپنے دور حکومت میں انسانوں کو ان کے حقوق دے کر حکومت کرنے کا سلیقہ اور عوام کو سہولتیں فراہم کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ ظالم و جابر حکمرانوں کی یادگاریں باقی نہیں رہتی ہیں جب کہ حق و انصاف پر چلنے والوں کی یادگاریں باقی رہتی ہیں جس کی مثال اہل بیت اطہارؑ کی یادگاروں کی بقا ہے

دس روزہ ''توحید میل'' لکھنؤ، ۱۴؍جنوری ۲۰۰۵ء

ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی لکھنؤ میں

رپورٹ (سید ڈسبط محمد نقوی) جناب ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی مصطفیٰ آبادی پاکستان میں مرثیے کے سب سے بڑے پارکھ شاید کوئی دوسرا نہیں، کے اپنے شاگرد اور مستفیض ڈاکٹر ماجد رضا عابدی کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے ہیں۔

لکھنؤ میں مرثیہ خوانی کے ماہر نواب زادہ حسین علی جعفری صاحب دو چار دن قبل

Presented by www.ziaraat.com

جب اس خادم کی عیادت کے لئے تشریف لائے تھے تو بتایا تھا کہ وہ اونچاہار چلے گئے ہیں، دیکھیں وہاں سے واپسی کب ہوتی ہے۔ ہم تو بستر گیر ہیں ایک قدم بھی چلنے پھرنے کی اجازت نہیں، اسی نوٹ کے ذریعہ ہم مولانا ضمیر اختر نقوی صاحب کا خیر مقدم کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ لکھنؤ کے سامعین کو دو چار نہایت کامیاب مجالس عزا سننے کو مل جائیں گی۔

ہفت روزہ "آوازِ غیب" لکھنؤ/ جنوری ۲۰۰۵ء

تقسیم ایوارڈ

روضۂ زینبیہ ٹکیت رائے روڈ لکھنؤ

تلاوت حدیث کساء جناب سیّد زوار حسین صاحب نے کی، منظور گلہائے عقیدت، جناب متین صاحب بشر لکھنوی اور ڈاکٹر ماجد رضا عابدی صاحب نے پیش کیے اس کے بعد علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب قبلہ نے موثر تقریر فرمائی بعدہٗ جناب ڈاکٹر ماجد رضا عابدی صاحب کراچی (پاکستان) کی نظامت میں مقتدر ہستیوں کو ان کی خدمات کے اعتراف میں علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب قبلہ نے زینبیہ ایوارڈ پیش کیے۔ زینبیہ ایورڈ، برائے خدمات میر انیسؔ جناب ڈاکٹر نیّر مسعود صاحب، برائے خدمات مرزا دبیر، جناب ڈاکٹر کاظم خان صاحب، برائے اُردو شاعری جناب مولانا مرزا محمد اشفاق صاحب شوقؔ لکھنوی، برائے تحت اللفظ مرثیہ خوانی جناب سیّد حیدر نواب جعفری، برائے نثر و تحت اللفظ مرثیہ خوانی جناب سیّد نصیر رضا رضوی صاحب، برائے خدمات مرزا دبیر جناب مرزا گوہر آغا صاحب گوہرؔ دبیری، برائے خدمات میر عشقؔ و تعشقؔ جناب حیدر میرزا مجربؔ لکھنوی صاحب، برائے خدمات نوحہ خوانی، نوحہ نگاری و مرثیہ نگاری جناب سیّد ناصر حسین رضوی صاحب ناصرؔ لکھنوی،

Presented by www.ziaraat.com

برائے خدماتِ مرثیہ نگاری جناب نواب باقر علی خاں شلن روشؔ لکھنوی، برائے اُردو صحافت جناب امان عباس صاحب (ایڈیٹر رزنامہ صحافت لکھنؤ)، برائے قومی خدمات بالخصوص روضۂ زینبیہ جناب نواب وارث علی خاں صاحب، ادارۂ تحفظ عزا کے توسل سے خدمات عزاداری وجدید تعمیر روضۂ زینبیہ لکھنؤ جناب سیّد علی رضا صاحب، برائے قومی وسماجی خدمات جناب سیّد نقی حسین رضوی صاحب زید پوری، برائے قومی خدمات وشرکت مجالس جناب سیّد حیدر حسین صاحب (حیدر میاں)۔

ہفت روزہ "آوازِ غیب" لکھنؤ ۷/جنوری ۲۰۰۵ء

بزمِ مسالمہ میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی شرکت

لکھنؤ۔شاعر اہل بیتؑ نیّر مجیدی کے مکان پر بہ سلسلہ شہادت امام علی رضاؑ ایک مجلس عزا اور بزم مسالمہ کا انعقاد ہوا، جناب رضا رامپوری کی سوز خوانی سے مجلس کا آغاز ہوا بعدہٗ مولانا میثم زیدی نے مجلس کو خطاب کیا۔علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے اپنی تقریر میں لکھنؤ سے اپنے آبائی رشتے کا تفصیل سے ذکر کیا اور جناب منظر لکھنوی مرحوم، ماہر لکھنوی مرحوم، سالک لکھنوی مرحوم، فضل نقوی مرحوم اور نہال لکھنوی مرحوم جیسے اساتذہ سے ملاقات کے بارے میں تفصیل بتائی۔مہمان خصوصی کے طور پر مولانا علی متقی زیدی، مولانا محسن جعفری اور مولانا سجاد ناصر سعید عبقاتی نے شرکت کی، جن شعراء نے اپنے کلام سے نوازا ان میں تجسس اعجازی، انجم سالکی، روشؔ لکھنوی، ڈاکٹر ماجد رضا عابدی، جعفر لکھنوی، گوہر دبیری، شان لکھنوی، سیّد رضوی، زہیر کنتوری، ذکی بھارتی، رضا رامپوری، احسن سعید، انجم لکھنوی، وفا لور پوری، ابراہیم مجیدی اور ذرّہ لکھنوی کے نام شامل ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''نوائے وقت'' ملتان، ۸ ستمبر ۲۰۰۵ء

تعلیم عام کر کے ہی فرقہ وارانہ دہشت گردی کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے

پاکستانی سیاست کا دنیا میں کوئی مقام نہیں، ہمیں بھارت سے سیاست سیکھنی چاہیئے،

پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرنے جارہا ہے، ایران تنہا رہ جائے گا

علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی صحافیوں سے گفتگو

ملتان (اسٹاف رپورٹر) مرکز علوم اسلامیہ کے سربراہ علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ تعلیم عام کر کے ہی ملک سے فرقہ وارانہ دہشت گردی کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ ایک مقامی ہوٹل میں اخبار نویسوں سے بات چیت کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ پاکستانی سیاست کا دنیا میں کوئی مقام نہیں ہے ہمیں بھارت سے سیاست سیکھنی چاہیئے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ یہ بات بالکل درست ہے کہ پاکستان نے اسرائیل کے ساتھ آج سے دس سال پہلے رابطے شروع کر دیئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اب پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرنے جارہا ہے اور بارہ اسلامی ممالک پہلے ہی اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہیں اور اب ایران اس سلسلے میں تنہا رہ جائے گا۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ اب امریکہ ایک قدرتی طوفان میں پھنس گیا ہے اس لئے ایران پر حملہ نہیں کرے گا۔ انہوں نے ایک اور سوال کے جواب میں کہا کہ بے نظیر اور نواز شریف نے بھی عوام کے لئے کچھ نہیں کیا اور عمران خان کا سیاست میں کوئی مقام نہیں ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۱۸/اپریل ۲۰۰۵ء

چپ تعزیے کے جلوس نکالے گئے،

مجالس سے علما کا خطاب

حضرت امام حسن عسکریؑ کے یوم شہادت کے سلسلے میں

ماتمی دستوں کی نوحہ خوانی، علم کی زیارت

کراچی (اسٹاف رپورٹر) حضرت امام حسن عسکری کا یوم شہادت پیر کو نہایت عقیدت واحترام کے ساتھ منایا گیا۔ جبکہ یوم عزا کے اختتام پر علم اور تعزیے کی زیارت اور چپ تعزیے کے جلوس برآمد ہوئے۔ جلوس بعد نماز ظہرین "قصر مسیّب" رضویہ سوسائٹی سے برآمد ہوا جو گلبار، لسبیلہ چوک نشتر روڈ، تین ہٹی پی آئی بی کالونی، جیل چورنگی اور حیدر آباد کالونی سے ہوتا ہوا رات گئے امام بارگاہ شاہِ نجف مارٹن روڈ پر اختتام پذیر ہوا۔ جلوس کے آغاز میں علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے مجلس پڑھی جبکہ جلوس کے دوران ماتمی دستوں نے نوحہ خوانی اور سینہ زنی کی، جلوس کے راستوں میں مختلف انجمنوں نے ٹھنڈے پانی کی سبیلیں بھی لگائی ہوئی تھیں۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۲۰/جولائی ۲۰۰۵ء

علاّمہ ضمیر اختر نقوی کی یورپ کے دورے پر روانگی

کراچی (پ ر) علاّمہ ضمیر اختر نقوی یورپ کے دور پر روانہ ہوگئے، وہ ۱۶ اور ۱۷ جولائی کو یونان میں مجالس سے خطاب کے بعد جرمنی، ہالینڈ، ناورے اور لندن میں جشن اور محافل سے خطاب کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۱۸/ اکتوبر ۲۰۰۵ء

امید فاضلی کو ایصال ثواب کی مجلس آج ہو گی

کراچی (پ ر) برصغیر کے ممتاز و معروف غزل گو اور مرثیہ نگار شاعر حضرت امید فاضلی کی روح کے ایصال ثواب کے لئے ان کے بیٹے محبّ فاضلی کی جانب سے مجلس عزا ہفتہ ۱۸/ اکتوبر آٹھ بجے شب امام بارگاہ چہاردہ معصومین انچولی سوسائٹی فیڈرل بی ایریا کراچی میں ہو گی۔ سوز خوانی ڈاکٹر محمد محبّ، سلام و منظومات سحر انصاری، حسن اکبر کمال، ریحان اعظمی، ماجد رضا عابدی، محبّ فاضلی اور ممتاز دانشور ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی خطاب کریں گے۔

روزنامہ "جنگ" ملتان، ۲۸/ فروری ۲۰۰۶ء

یومِ شہادت حضرت بی بی سکینہؑ کے سلسلہ میں آج مجالس عزا ہوں گی

ملتان (پ ر) نیشنل عزاداری کونسل کے سیکرٹری اطلاعات سیّد دانش رضا رضوی نے اپنے پریس ریلیز میں بتایا کہ آج ۲۹ محرّم الحرام کو صاحبزادی حضرت حسینؑ بی بی سکینہؑ کے یوم شہادت کے سلسلہ میں آج ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی ایک روزہ دورے پر ڈی آئی جی خان جام پور پہنچیں گے۔ وہاں پر مرکزی امام بارگاہ عسکریہ میں سالانہ مجلس کے اجتماع سے سہ پہر ۳ بجے خطاب کریں گے۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی مظفر گڑھ، شجاع آباد، میلسی، جلاجیم، شجاعت پور، جہان پور کی مجالس سے بھی خطاب کریں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''پاکستان'' ملتان، ۸؍مارچ ۲۰۰۶ء

معروف اسکالرڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کے اعزاز میں ظہرانہ

ملتان (پ ر) (وقائع نگار خصوصی) نیشنل عزاداری کونسل کے مرکزی چیئرمین علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کے اعزاز میں سیاسی رہنما سیّد زاہد حسین گردیزی نے ظہرانے کی تقریب اپنی رہائش گاہ واقع بہاولپور روڈ قسور گردیزی ہاؤس پر منعقد کی۔ تقریب کی صدارت دربار شاہ یوسف گردیز کے سجادہ نشین مخدوم راجو شاہ گردیزی، نے فرمائی اس کے علاوہ لطافت حسین رضوی، پروفیسر شوذب کاظمی، آغا سیّد محمد علی رضوی، ملک اصغر علی، صفدر گیلانی، ولی محمد شاہ سرکاری، سیّد جاوید حیدر، سیّد مظفر عباس، روشن علی گردیزی، عسکر گردیزی، انصر جمال، مہر مقبول، سیّد زمرد حسین، خضر عباس گردیزی، سیّد ہاشم رضا گردیزی، سیّد جعفر کریم، سیّد عقیل شاہ، سیّد دانش رضا رضوی، سیّد شجر حسین زیدی، سیّد علی اصغر رضوی، قمر عباس نے شرکت کی، بمبئی ہندوستان سے آئے ہوئے فلم پروڈیوسر و ڈائریکٹر رام دیال بھی موجود تھے جو زمرّد گردیزی سے ملاقات کے لئے ہندوستان سے آئے ہوئے ہیں۔ آخر میں سیّد قسور گردیزی مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پاکستان مسلم لیگ فنکشنل کے سربراہ پیر پگاڑا علی مردان شاہ کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعا کی گئی۔

روزنامہ ''ایکسپریس'' ملتان، ۵؍مارچ ۲۰۰۶ء

توہین آمیز خاکے سوچی سمجھی عالمی سازش ہے: علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

Presented by www.ziaraat.com

پاکستان امریکہ کا ساتھ نہ دے تو اسے ایران پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو: پریس کانفرنس

ملتان (نمائندہ خصوصی) علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی، پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈنمارک اور یورپی اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت ایک سوچی سمجھی عالمی سازش ہے انہوں نے کہا کہ اگر حکومت امریکہ کا ساتھ نہ دے تو اسے ایران پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ کراچی میں امریکی قونصلیٹ کے قریب بم دھماکوں کی مذمت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ توہین رسالتؐ برداشت نہیں کی جائے گی۔

روزنامہ "نوائے وقت" ملتان، ۵؍مارچ ۲۰۰۶ء

بھارت امریکہ ایٹمی معاہدہ باعث تشویش ہے

گستاخانہ خاکوں کی اشاعت، ڈنمارک حکومت عالم اسلام سے معافی مانگے: ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کی پریس کانفرنس

ملتان (اسٹاف رپورٹر) شیعہ عالم ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے مطالبہ کیا ہے کہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر ڈنمارک کی حکومت پورے عالم اسلام سے معافی مانگے، وہ رہائش گاہ سیّد سلطان احمد گردیزی پر پریس کانفرنس سے خطاب کررہے تھے، ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے مزید کہا کہ ڈنمارک اور یورپی اخبارات میں توہین رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت ایک سوچی سمجھی سازش ہے، انہوں نے کہا کہ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کو بھی اس مسئلہ پر آواز بلند کرنی چاہیے، انہوں نے کراچی میں بم دھماکہ کی شدید

Presented by www.ziaraat.com

مذمت کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو تنہا کرنے کی سازش ہے، انہوں نے کہا کہ بھارت اور امریکہ کا ایٹمی معاہدہ بھی باعث تشویش ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان توہین رسالت کو کبھی برداشت نہیں کریں گے، انہوں نے عراق میں زیارات مقدسہ کی بے حرمتی کی بھی شدید مذمت کی اور کہا کہ یکم محرم الحرام سے ۸ ربیع الاوّل اور تا ظہور امام زمانہ ہمارا احتجاج پرسہ داری اور ماتم داری جاری رہے گی۔

روزنامہ ''جنگ'' ملتان، ۵؍مارچ ۲۰۰۶ء

توہین آمیز خاکوں کے معاملے میں او آئی سی کا کردار افسوسناک ہے علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

ملتان (اسٹاف رپورٹر) علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی، پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے معاملہ میں او آئی سی کا کردار افسوس ناک ہے اسلامی ممالک متحد ہو کر اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں اُٹھائیں۔

روزنامہ ''اوصاف'' ملتان، ۶؍مارچ ۲۰۰۶ء

حضرت امام حسینؑ نے توحید و رسالت کی بقا کیلئے جان کا نذرانہ دے کر پرچم اسلام کو بلند کیا علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

ملتان (جنرل رپورٹر) حضرت امام حسینؑ نے مظلومیت کے ساتھ یزیدی فوجوں کا تنہا مقابلہ کیا توحید و رسالتؐ کی بقاء کے لئے سب قربان کر کے پرچم اسلام کو بلند کیا،

Presented by www.ziaraat.com

ان خیالات کا اظہار انجمن حسینیہ ملتان کینٹ کے زیر اہتمام سالانہ مجلس عزا بسلسلہ چہلم حضرت امام حسین سے امام بارگاہ کاشانہ شبیر لال کُرتی کینٹ میں صدارتی خطاب کرتے ہوئے علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کیا۔ سوز و سلام مرثیہ خوانی سیّد دانش رضا رضوی برادران اور ضیا حیدر زیدی برادران نے کی۔ اختتام مجلس پر علم عباسؑ اور شبیہ ذوالجناح ماتمی جلوس ممبر امن کمیٹی سیّد لطافت حسین رضوی کی رہائش گاہ لال کُرتی سے برآمد ہوا۔ جو کہ رات گئے واپس امام بارگاہ کاشانہ شبیر لال کُرتی میں ختم ہوا، انجمن معصومین حویلی مرید شاہ اور انجمن دستہ پنجتن ملتان کے عہدے داران اراکین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ انجمن ندائے حسینی نیو ملتان کے صدر سلیم اختر، سیکرٹری جنرل سیّد قمر عباس، علی ذاکر، انجمن حسینیہ میلسی، انجمن حسینیہ شجاع آباد، انجمن تبلیغ حسینؑ خانیوال، انجمن حسینیہ مظفر گڑھ کے عہدے داروں نے علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی سے خصوصی ملاقات کی، محمد علی رضوی نے بھی عشائیہ دیا۔

روزنامہ ''خبریں'' ملتان، ۱۵/مارچ ۲۰۰۶ء

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی آج ملتان پہنچیں گے

ملتان (پ ر) مرکز علوم اسلامیہ سندھ کے سربراہ اور میر انیس اکیڈمی کے چیئرمین علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کراچی سے آج ملتان آئیں گے۔ وہ اپنی آمد کے فوراً بعد انجمن حسینیہ رجسٹرڈ ملتان کینٹ کے جنرل سیکرٹری ممبر امن کمیٹی لطافت حسین رضوی کی رہائش گاہ نیو علاّمہ اقبال ٹاؤن ملتان کینٹ جائیں گے جہاں پر صحافیوں سے بات چیت اور مختلف وفود سے ملاقاتیں کرنے کے بعد آج دوپہر ڈی۔ جی خان روانہ ہو جائیں گے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''خبریں'' ملتان، ۱۸/مارچ ۲۰۰۶ء

ملک میں دہشت گردی کے واقعات اسلام دشمن سازشوں کا حصہ ہیں

ہمیں اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے، ڈیرہ غازی خان میں علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی، محمد علی رضوی اور شاہد عباس کی پریس کانفرنس

ڈیرہ غازی خان (نمائندہ خصوصی) نیشنل عزاداری کونسل کے چیئرمین علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک میں دہشت گردی کے واقعات اسلام دشمن سازشوں کا حصہ ہیں۔ لادین قوتیں مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کراچی بم دھماکے میں علمائے دین کی شہادتیں بہت بڑا نقصان ہیں ان کی جس قدر مذمّت کی جائے کم ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسلام اور ملک دشمن قوتیں فرقہ واریت کو ہوا دے رہی ہیں۔ ہمیں اتحاد و یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک میں امن و امان قائم رکھنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا کہ ہفتہ وحدت و اُخوت منانے کا مقصد دنیا کو یہ باور کرانا ہے کہ عیدمیلاد النبیؐ اور نواسۂ رسولؐ حضرت حسینؑ کی یاد منانا عشق محمدؐ و آلِ محمدؐ کا عملی مظاہرہ ہیں۔ نیشنل پارک کراچی میں عیدمیلاد النبیؐ اور نواسۂ رسولؐ حضرت حسینؑ کی یاد منانا عشق محمدؐ و آلِ محمدؐ کا عملی مظاہرہ ہیں۔ نیشنل پارک کراچی میں عیدمیلاد النبیؐ کے مبارک موقع پر دہشت گردی کے گھناؤنے کھیل میں بے گناہ انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ مجرموں کو فی الفور گرفتار کر کے بے نقاب کرے اور انہیں کیفرِ کردار تک پہنچائے۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ ''جرأت'' کراچی، ۸/اپریل ۲۰۰۶ء

عزاداری کا آخری مرکزی جلوس چپ تعزیہ برآمد ہوا

دو ماہ آٹھ دن محمدؐ وآلِ محمدؐ کے سوگ کے سوا کسی سے غرض نہیں رکھتے

پولیس اور رینجرز کی بھاری نفری تعینات تھی، ملت جعفریہ

دنیا کی انتہائی پرامن قوم ہے، علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

قصرِ مسیّب رضویہ سوسائٹی کراچی میں ڈاکٹر علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملت جعفریہ دنیا کی نہایت پرامن قوم ہے۔ جو ۱۴ سو برس سے ماتمی جلوسوں کے ذریعے واقعۂ کربلا کے خلاف پرامن احتجاج کر رہی ہے۔ عزاداری ہماری میراث ہے اور محرم، صفر کے دو ماہ آٹھ دن تک ہم محمدؐ وآلِ محمدؐ کے سوگ کے علاوہ کسی سے غرض نہیں رکھتے۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی، ۲۲ دسمبر ۲۰۰۶ء

ارتضٰی زیدی کے مجموعۂ کلام کی تقریبِ اجرا

آج ہوگی، صدارت علاّمہ ضمیر اختر نقوی

کراچی (اسٹاف رپورٹر) شاعر اہلبیتؑ ارتضٰی زیدی جونپوری کی منتخب حمد و منقبت و سلام پر مبنی مجموعہ کلام ''نقشِ وفا'' کی تقریب اجرا جمعہ ۲۲ دسمبر کو مقامی ہوٹل میں ہوگی۔ تقریب کی صدارت علاّمہ ضمیر اختر نقوی کریں گے۔ جبکہ مقررین میں نقاش کاظمی، کوثر نقوی، پروفیسر علی حیدر، عارف رضا زیادی اور سلمان مجتبیٰ شامل ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

روزنامہ "جنگ" ملتان، ۲۰ر فروری ۲۰۰۷ء

حقوقِ نسواں بل کی بنیاد ۱۴ سو سال پہلے رکھی گئی: علاّمہ ضمیر اختر نقوی

صدر پرویز مشرف نے خواتین کی فلاح و بہبود کی خاطر انقلابی اقدامات کیئے ہیں: مجلس عزا سے خطاب

ملتان (وقائع نگار خصوصی) حقوق نسواں بل کی بنیاد ۱۴ سو سال پہلے رکھی گئی تھی لیکن اہل بیتؑ کی خواتین کو حق نہ دے کر سب سے پہلے یزید نے خواتین کے حقوق کی پامالی کی تھی۔ دین اسلام نے خواتین کو بڑی عزت و احترام دیا ہے۔ ان خیالات کا اظہار نیشنل عزاداری کونسل کے مرکزی چیئرمین علاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے کاشانہ شبیر لال کُرتی کینٹ میں انجمن حسینیہ کے زیر اہتمام چہلم حضرت امام حسینؑ کی سالانہ قدیمی مجلس عزا سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے احسان و ایمان کا ذکر قرآن مجید میں کثرت سے ہوا ہے۔ خواتین کی فلاح و بہبود کی خاطر صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے انقلابی اقدامات اُٹھائے ہیں۔ بعد از مجلس شبیہ ذوالجناح ماتمی جلوس برآمد ہوا، جو کہ امام بارگاہ کاشانہ شبیر لال کُرتی کینٹ پہنچ کر ختم ہوا۔

روزنامہ "پاکستان" ملتان، ۲۴ جنوری ۲۰۰۶ء

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی ملتان پہنچ گئے،

آج شاہ گردیز ملتان میں خطاب کل زکریا یونیورسٹی میں تقریب کی صدارت کریں گے

Presented by www.ziaraat.com

ملتان (پ ر) اسلامک میڈیا کونسل پنجاب کے جنرل سیکرٹری سیّد طاہر رضا نے اپنے پریس ریلیز میں بتایا کہ معروف مذہبی اسکالر، ادبی دانشور، علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی گزشتہ روز تین روزہ دورے پر کراچی سے ملتان پہنچ گئے۔ آج ۲۴ جنوری منگل کی شام سات بجے شب دربار شاہ یوسف گردیز ملتان میں سیّد ہاشم رضا گردیزی کے والد کی برسی کے اجتماع سے خطاب کریں گے جبکہ کل ۲۵ جنوری بدھ صبح گیارہ بجے زکریا یونیورسٹی ملتان میں منعقدہ ایک تقریب کی صدارت کریں گے۔ یہ تقریب ڈاکٹر تقی عابدی کی کتاب کی افتتاحی تقریب ہے۔ سہ پہر دو بجے ہوٹل سندھ باد میں بطور مہمان خصوصی تقریب میں شرکت کے بعد سلار واہن کبیر والا روانہ ہو جائیں گے۔ پھر اگلے روز ۲۶ جنوری جمعرات کو صبح گیارہ بجے دن ایک روزہ پروگرام کے لئے میلسی بھی جائیں گے اسی روز نیشنل عزاداری کونسل پنجاب کے سیکرٹری جنرل سیّد محمد علی رضوی کی جانب سے ان کے اعزاز میں عشائیہ دیا جائے گا۔ سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف

روزنامہ "دن" کراچی، ۵ فروری ۲۰۰۶ء

مجلس شامِ غریباں

"آج ٹی وی" پر روزِ عاشورہ نیوز کے بعد علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی خطاب فرمائیں گے۔

روزنامہ "جنگ" کراچی، ۹ دسمبر ۲۰۰۶ء

جوش ملیح آبادی کی یاد میں پروگرام

کراچی (پ ر) میر انیس اکیڈمی کے زیر اہتمام استقبالیہ پروگرام بسلسلہ پچیس سالہ یادگار شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی ہفتہ ۹ دسمبر ۹ بجے شب امام بارگاہ چہاردہ

Presented by www.ziaraat.com

معصومین انچولی میں منعقد ہوگا۔ اس پروگرام میں ڈاکٹر علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی جوش ملیح آبادی کا غیر مطبوعہ مرثیہ ''عظمتِ خاک'' پیش کریں گے۔

پندرہ روزہ ''ولایت'' کراچی، یکم محرم ۲۰۰۷ء

امت مسلمہ کے مسائل ظہور امام مہدیؑ کے بعد ہی حل ہونگے علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

مرکز علومِ اسلامیہ کے سربراہ اور معروف عالمِ دین کا امام بارگاہ کاظمین میں مجلس عزا سے خطاب

کراچی (نمائندہ) مرکز علوم اسلامیہ کے سربراہ اور معروف ریسرچ اسکالر زعلاّمہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ اُمت مسلمہ کے مسائل کا واحد حل شہنشاہ دوراں حجت خدا امام برحق امام مہدیؑ کے ظہور میں مضمر ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے امام بارگاہ کاظمین سادات کالونی ڈرگ روڈ میں عشرۂ محرم الحرام کی مجلس اسے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ یاد رہے کہ اس سال عشرہ اولیٰ کے دوران علاّمہ ضمیر اختر نقوی اُمت مسلمہ کے مسائل اور اُن کا حل کے عنوان سے مجالس عزا سے خطاب کررہے ہیں۔ گو کہ یہ مجالس عزا روزانہ رات کے پچھلے پہر منعقد ہوتی ہیں لیکن مومنین کی بہت بڑی تعداد ان مجالس سے مستفید ہورہی ہے۔ علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے کہا کہ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی اُمت مسلمہ نے یہ سمجھا کہ اب کوئی بھی بڑا مسئلہ در پیش ہے یا فوری مدد کی ضرورت ہے تو ہمیشہ وہ درآل رسولؐ پر جھکے اور کئی حکمران تو ساری زندگی یہی کہتے رہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہوجاتا۔ اور اللہ سے یہ دعائیں مانگتے رہے کہ اے میرے خدا مجھے اس دنیا میں باقی نہ رکھ کہ جب ابوالحسنؑ اس دنیا میں موجود

Presented by www.ziaraat.com

نہ ہوں۔ انہوں نے کہا کہ آلِ رسولؐ نے عام انسان سے لے کر حکمرانوں تک ان کے وسائل کا حل آناً فاناً بتایا۔ اس وقت بھی عالم اسلام چاروں طرف سے مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ بیرونی سازشیں عروج پر ہیں۔ لیکن مسلم حکمراں عیش وعشرت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ صحیح معنوں میں حالات کا جائزہ لیا جائے تو دنیا میں موجود کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ جو مسلمانوں کا نہ ہو۔ ان تمام مسائل کا حل امام وقت کی آمد کے بعد ہی حل ہوگا۔ جب ہر طرف حق وصداقت کا علم لہرائے گا اور پوری دنیا پر آلِ محمدؐ کی حکومت قائم ہوگی۔ جو ابدی وسرمدی ہوگی۔

روزنامہ ''پاکستان'' ملتان، ۲۲ فروری ۲۰۰۷ء

خودکش حملوں کے خلاف علماء کرام مشترکہ لائحہ عمل بنائیں: ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

ہمیں ثقافتی یلغار کو روکنا اور اعتدال پسند معاشرہ تشکیل دینا ہوگا: پریس کانفرنس

ملتان (اسٹاف رپورٹر) مرکز علوم اسلامیہ کے سربراہ و نیشنل عزاداری کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ نیشنل عزاداری کونسل بھارت پاکستان امریکہ متحدہ عرب امارات اور یورپ میں بین المسلمین اور استحکام پاکستان کے لئے اپنا کردار ادا کر رہی ہے، ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی نے کہا ہے کہ اس وقت ملک جس شدید بحران سے گزر رہا ہے ملک کے تمام علماء کو چاہیئے کہ مل بیٹھ کر خودکش حملوں کے خلاف ایک مشترکہ لائحہ عمل بنائیں، انہوں نے کہا کہ ہمیں مل جل کر دہشت گردی کی یلغار کو روکنا ہوگا، اعتدال پسند معاشرے کی تشکیل کرنا ہوگی۔

Presented by www.ziaraat.com

روز نامہ "جنگ" کراچی، ۱۳؍دسمبر ۲۰۰۷ء

خواجہ رضی حیدر کی کتاب کی تقریب رونمائی

کراچی (پ ر) خواجہ رضی حیدر کی کتاب "راجہ صاحب محمود آباد حیات و خدمات" کی تقریب رونمائی جمعرات ۱۳ دسمبر کو پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنلز افیئر نزد گورنر ہاؤس میں شام ۵ بجے منعقد ہوگی۔ ڈاکٹر معصومہ حُسن صدارت کریں گی، جبکہ سیّد مہدی مسعود مہمان خصوصی ہوں گے۔ مقررین میں پروفیسر شریف المجاہد، علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی، ڈاکٹر صغیر احمد، پروفیسر یونس شرر اور سیّد ضیغم زیدی شامل ہیں۔

روز نامہ "جنگ" کراچی، ۲۱؍اپریل ۲۰۰۸ء

یومِ اقبالؔ

علامہ اقبال کا ایک معروف شعر ہے:

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اس شعر کو سامنے رکھتے ہوئے روز نامہ جنگ نے زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے افراد سے ایک سوال پوچھا کہ "آپ کے نزدیک علامہ اقبال" کے ہاں جمہوریت کا کیا تصور ہے؟ اس بارے میں پاکستان بھر سے مختلف اہم شخصیات نے جو جوابات دیئے وہ نذر قارئین ہیں:

علاّمہ ضمیر اختر نقوی نے فرمایا:

اقبال کے تصور جمہوریت کو سمجھنے سے قبل ہمیں اس عہد کے پس منظر کا جاننا ضروری

Presented by www.ziaraat.com

ہے۔ جب اسلامی ممالک انتشار تباہی کا شکار تھے، ترکوں اور عربوں کی ریاستیں بکھر رہی تھیں۔ خلافت کا دور پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ پوری دنیا میں ہونے والی سیاسی افراتفری نے اقبال کو مضطرب کر دیا تھا۔ ۱۹۰۵ سے ۱۹۰۸ء کے درمیان انہوں نے یورپ میں رہ کر اپنی آنکھوں سے جمہوریت کا وسیع مطالعہ کیا، چوں کہ وہ مسلم اُمہ کے داعی تھے، اس لئے انہوں نے اپنے عہد کے فوری اور اہم مسائل کو شاعرانہ اظہار کا موضوع بنایا۔ انہوں نے اُردو اور فارسی میں جمہوریت نظام حکومت یا جمہوریت کی کھل کر وضاحت کی۔ اقبال کی مشہور نظم خضر راہ دراصل اپنے عہد کے سیاسی نظاموں اور ان کے معمولات ونتائج پر ایک طرح کی تنقید ہے۔ یہ نظم پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۲۱ء میں کہی گئی۔ جب کہ مغرب کے ہاتھوں جمہوریت کے نام پر انسانی معاشرتی و سیاسی مسائل سمجھنے کے قابل بھی ہو اور اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو عوام چاہیں گے وہ درست ہو۔

❀❀❀

Presented by www.ziaraat.com

ڈاکٹر نیّر مسعود، لکھنؤ (یو پی۔ انڈیا)

۲۰/ مارچ ۲۰۰۸ء

برادرم ضمیر اختر صاحب آداب!

دبئی سے انیسؔ والی کتاب کا پارسل ملا تھا۔ پھر شبّو میاں کے ہاتھ انیسؔ کی دو مزید جلدیں ایک جلد ''شہزادۂ قاسمؑ بن حسنؑ'' کی اور ایک ''ذوالجناح'' کی پہنچی۔ اوّل الذکر دونوں جلدیں میرے پاس آپ بھیج چکے تھے۔ ''ذوالجناح'' مجھے سب سے بہتر معلوم ہوئی۔ آپ کا یہ خاص انداز ہے کہ جس موضوع پر کام کرتے ہیں اس کے جملہ اطراف کا اس طرح احاطہ کر لیتے ہیں کہ دوسروں کے لیے اس پر مزید کام کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ ''ذوالجناح'' میں یہ خصوصیت آپ کی دوسری کتابوں سے زیادہ ہے۔

گھوڑوں کے بارے میں تاریخی معلومات، رسولؐ اللہ کی سواری کے گھوڑے، میدانِ کربلا میں ذوالجناح کی فداکاریاں، پھر مرثیوں میں ذکر، خطیبوں کے یہاں ذکر، ظاہر ہے اس کتاب کی مدد سے پوری پوری مجلسیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ یہی حال شہزادہ قاسمؑ بنِ حسنؑ اور جناب اُم البنینؑ پر کتابوں کا ہے۔

میر انیسؔ پر آپ نے اچھے مضامین اور نظمیں جمع کر دی ہیں، دوسرے ان سے فائدہ اُٹھائیں گے، لیکن میں صرف آپ کے قلم سے انیسؔ پر کتاب کا منتظر ہوں اور تاریخِ عزاداری کا بھی۔

''القلم'' اب شاید نہیں نکل رہا ہے۔ اسے بھی جاری رکھیئے۔

میں کولھے کی ہڈی ٹوٹنے کے بعد سے معذور ہو گیا ہوں۔ آنکھ کمزور ہو گئی ہے اور ہاتھ کی گرفت بھی باقی نہیں رہی۔ یہ سب عمر اور فالج کے تقاضے ہیں۔

Presented by www.ziaraat.com

خدا آپ کو تندرست رکھے۔ ماجد رضا عابدی کو میری دعا کہیئے۔

آپ کا

نیّر مسعود

ڈاکٹر شارب ردولوی (لکھنؤ یوپی انڈیا)

۱۷/ مارچ ۲۰۰۸ء

مکرمی ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی صاحب تسلیم و نیاز!

آپ کی نئی تحقیقی کاوش، ہر صدی کا شاعرِ اعظم میر انیسؔ، دو دن ہوئے ملی۔ میر انیسؔ کی ولادت کے دو سو سال پر اردو دنیا کے لیے آپ کا یہ تحفہ بے حد اہم اور بیش قیمت ہے۔ آپ نے اسے ایک ایسی علمی دستاویز بنا دیا ہے جس کی ضرورت میر انیسؔ پر کام کرنے والوں کو ہمیشہ پڑے گی۔ آپ نے اپنے مضمون۔ ''میر انیسؔ، ایک مطالعہ'' میں انیسؔ کی شعری اہمیت کے بارے میں ناسخؔ سے عصرِ حاضر تک تمام اہم ناقدین اور محققین کی رائیں یکجا کر دی ہیں۔

یہ کام خود بڑا دشوار تھا اتنی کتابوں اور مضامین کا مطالعہ اور پھر ان میں سے ایسے حصہ کا انتخاب جو انیسؔ کی عظمت کے کسی نئے پہلو کو روشن کر سکے آسان کام نہیں تھا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ اپنی دوسری علمی مصروفیتوں کے باوجود آپ کس طرح اتنا وقت نکال لیتے ہیں کہ اتنے بڑے ادبی کام انجام دے سکیں۔ میر انیسؔ پر تمام مضامین بہت اچھے ہیں۔ کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے مضامین کے موضوعات میں تکرار نہیں ہے۔ ہر مضمون ایک الگ شناخت رکھتا ہے اور معالعۂ انیسؔ کے ایک نئے گوشے کو روشن کرتا ہے۔

Presented by www.ziaraat.com

منظومات کا حصّہ بھی بہت اچھا ہے۔ عام طور پر لوگ تحقیق وتنقید کے ساتھ شعری حصّہ شامل نہیں کرتے۔ اس حصّے کے مطالعہ سے اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ میر انیسؔ نے کہاں تک اور کس طرح لوگوں کو متاثر کیا ہے، ان کی زمینوں میں سلام اور غزلیں تو اس کی ظاہری مثالیں ہیں لیکن جس طرح فکر کو انھوں نے متاثر کیا اس کا اثر کن کن صورتوں میں اور کہاں کہاں پھیلا ہوا ہے اس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ آقائے حسین عاطف تہرانی اور امیر عباس حیدر ایرانی کے ترجمے اصل کے برابر پہنچ گئے ہیں یہ فارسی زبان کے مزاج کی بات ہے۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

سیّد غلام امام ایڈوکیٹ نے موزانۂ انیسؔ وشیکسپیئر لکھ کر ایک بڑا کام انجام دیا تھا۔ یہ کتاب اب بازار میں دستیاب ہے اور نہ لوگوں کے ذاتی ذخیروں میں۔ آپ نے اس کے حصے دے کر دو عظیم شاعروں کی فکری قربت اور دونوں زبانوں کے طریقۂ اظہار میں جو دلکشی ہے اس سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کیا ہے۔ شیکسپیئر اور انیسؔ کے درمیان لسانی اور تہذیبی اختلاف کے علاوہ ہزاروں میل اور تین سو سال کا زمانی فاصلہ حائل ہے۔ اس کے باوجود خیال اور اظہار میں ایسی ہم آہنگی تعجب خیز ہے۔

آپ کا یہ کام مطالعۂ انیسؔ میں ایک اضافہ اور اردو دنیا کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔ خدا کرے آپ بخیر وعافیت ہوں۔ لکھنؤ آنے کا ارادہ کب تک ہے؟ اس بار پچھلی مرتبہ کی طرح آپ صرف چند لمحوں کے لیے گھر تشریف نہیں لائیں گے بلکہ دن ہم لوگوں کے ساتھ گذاریں گے۔

خط کی رسید اور اپنی خیریت سے مطلع کیجیے گا۔

خیر اندیش

ڈاکٹر شارب ردولوی

Presented by www.ziaraat.com

like the chehra, sarapa, rukhsat, aamad, rajaz, jung, shahadat and bain, which helps the reader understand this genre of poetry, in the perspective of the historical background of the event of Karbala.

Two articles, "Mir Anees and Spencer" by S.A.H Naqvi and "Anees and Shakespeare: a comparison" by Syed Ghulam Imam, compare Anees with two great names in English poetry, Spencer and Shakespeare. Both the articles provide good reading, specially to students of literature.

Some discrepancy in the dates which do not correspond in the two articles create confusion in the minds of serious readers. His date of death is given as December 1874, whereas the articles by Dr Mohammad Ali Siddiqui (printed in Dawn in October 1971 and January 1977) seem to be written in the year of his centenary likewise the editing could have been better. Allama Naqvi has done a great service to Anees and Urdu literature by taking the trouble to compile this book.

Presented by www.ziaraat.com

language is immense. He took special care in the chastity of phrases and idioms and introduced new phrases and idioms in the language which are adored by both the literary schools of Delhi and Lucknow

He consummately draws vivid word pictures portraying nature, battle scenes, emotion packed events and grief stricken dialogues. Dr Graham Baily pays tribute to Mir Anees in his famous book History of Urdu literature in the following words:

"Anees employed an enormous number of words but preferred a simple, easy and flowing style. His family is famous for the use of pure and idiomatic Urdu. He had a wonderful power of description This is seen best when he depicts human feelings, specially pathos and bravery or scenes of nature and fighting. He writes as if he had been present himself on the occasion which he describes and as if the people had spoken the very words which he has put down".

Though various forms of reciting poetry were in vogue, marsia was mostly recited in tahtul-lufz -a plain form of solo non musical recital with emphasis on narration. Anees adopted this style and averse as he was to gesticulation or motions of the body that would deflect attention from the poetic qualities of his composition, he rarely raised his hand, moved his head or resorted to a forced movement of the eyes in the course of recitation.

A lot of research work done on Mir Anees has been translated into many languages of the subcontinent like Hindi, Bengali, Gujarati, Punjabi and Sindhi, as well as outside the subcontinent in Persian, Arabic and English.

The book under review is an important treatise on Anees as it not only covers his life and various aspects of his works but also discusses Urdu Marsia and its composite features, defining various parts of the marsia

Presented by www.ziaraat.com

verse form in Urdu at that time and wrote several ghazals, but soon changed over to salams on the advice of his father. It was a turning point in his literary career, as it diverted his attention to marsia and rubai as well. Though he is mostly known as marsia writer, he has written over a hundred salams and over 500 rubais He is believed to have written around two thousand marsias, though it is not easy to determine their exact number.

Once he switched over from ghazal to marsia writing, he emerged as the master of this art and introduced new horizons to Urdu language and literature and soon established a high reputation, equaled sometimes only by Mirza Salamat Ali Dabir

Initially the marsia was written in four lines called murabba (quatrains) Mirza Sauda for the first time wrote marsias of six-line stanza called musaddas (hexameter), the first four lines having the same rhyme and the last two a different one. Anees, ancestors adopted it as the prosaic structure for their marsias.

Originally the marsia was of forty stanzas, but Mir Zamir (a contemporary of Mir Khaliq) discarded the old pattern. He added the descriptive element and increased the length of the marsia to seventy to hundred stanzas. Anees further broadened the scope of this genre by including in its body, in addition to the customary lamentation and mourning, realistic scenes of the battlefield, graphic delineations of the hero's face and figure, lively portrayal of the emotional states of the combatants, accurate descriptions of the landscape and occasional interludes of moral edification. With the help of such devices, and the use of pathos and action, Anees gave the marsia a certain epic element, and by exploiting human emotions he gave the story a heroic touch

Mir Anees' contribution to the development of Urdu

Presented by www.ziaraat.com

was made exclusive for the projection and remembrance of the martyrdom of Karbala.

The Urdu marsia reached its highest stage of development in lucknow during the first half of the 19th century. One of the highest exponents of this genre was Mir Babr Ali Anees, who came from a long line of distinguished poets originating in Delhi.

On the occasion of the second birth centenary of this great poet, the book under review titled The Study of Elegies of Mir Anees is a compilation of various articles on Mir Anees. This book compiled by Dr Allama Syed Zamir Akhtar Naqvi contains articles and translations of Anees, poetry by authors like Padum Shiri Ali Jawwad Zaidi, Syed Ghulam Imam, Dr David Mathews, G. Allana, Fazal Fatehpuri, Syed Hashim Raza, Dr. Mohammad Ali Siddiqui, prof Syed Faizi, Dr. Akbar Naqvi and Murtaza Hussain. Allama Zamir Akhtar Naqvi is the author of more than 300 books and is the founder and president of the Mir Anees Academy.

Mir Babr Ali Anees was born in Faizabad (UP), the first capital of the Nawab of Oudh, at the Dawn of the 19th century. Poetry came to him as an ancestral heritage. His forefathers, going back to his great grandfather, were eminent poets and men of letters. Anees was the grandson of Mir Hasan who is remembered for his great masnavi, Sehrul Bayan. Anees' father, Mir Khaleeq, who himself was a famous poet, took personal interest in his son's education and upbringing and entrusted him to the care of reputed contemporary teachers, Mir Najaf Al Faizabadi and Maulvi Hyder Ali Lucknavi.

The poetic atmosphere at home had kindled in him a passion for poetry even as a child. Anees started writing very early in life. His early compositions were corrected by his father. He began with the ghazal, the most popular

Presented by www.ziaraat.com

Daily Dawn Karachi, February 29, 2004

Exponent of Karbala

The Study of Elegies of Mir Anees

By: Rizwana Naqvi

BOOK REVIEW

The Study of Elegies of Mir Anees
Compiled by
Dr Allama Syed Zamir Akhtar Naqvi
Mohsina Memorial Foundation, London
Available with
Markaz-e-uloom-e-Islamia, I-4, Noman Terrace,
Phase-III, Gulshan-e-Iqbal, Block-11, Karachi
Tel: 021-4612868, E-mail zameer5@hotmail.com
Pages: 367 Rs·500 Us$ 10 00

MARSIA or elegy is a medium of tribute and eulogy presented to the deceased and a form of expressing sorrow and grief at someone's passing away. This genre of poetry is found in all languages of the world in one form or another. Urdu marsia is influenced by the marsia in Arabic and Persian. In the Arabia of pre-Islamic days it was a short poem of about 15-20 verses. In Persia, too, the marsia meant an elegy in the ordinary sense of the term. In India during the Muslim rule, marsia took a different turn and

Presented by www.ziaraat.com

kept silent on Saddam's retaliatory actions against the Shias of Iraq "It is on record that the Saudi Government expressed its concern that it did not want Iraqi Shias to be free, as it posed a danger to neighboring Arabian countries, tells Naqvi.

The establishment of the Arab world demonstrated the similar behavior towards Kurds. Kurds, as ajams (a derogatory term that Arabs use for non-Arabs) never earned any favours from Arab monarchs and rulers Historically, it is believed that Kurds' sufferings are no less than that of Palestinians' in terms of magnitude and scale.

In post-Saddam era, there are speculations that Shias will play an important role in the formation of new political alignments in the Middle Eastern region. It is said that Saddam's authoritarian rule suited the establishment of the Arab world as it curbed the Shia uprising But after Baghdad's fall, it is likely that Shias in all Arab countries will revolt too and demand more shares in power. Saudi Arabia and other Muslim countries (mostly sunni States) do not want this to happen. Progressive and anti-imperialist Shia Islam poses a threat to Arab countries as well as America.

"America does not want to eradicate religious fundamentalism in Muslim countries to impede the way of anti-capitalist forces. It is not in America's interest that liberal and secular forces, such as Shia Muslims, take center-stage in the Muslim world," he asserts

It seems that on one hand progressive and liberal thinkers of the west are hoping to see secular and liberal Shias to replace extremist Islamists in the Muslim world; but on the other, allied forces do not want anti-imperialist Shias to become a role model for other Muslim countries.

Presented by www.ziaraat.com

imperialist rulers and gave his life in order to bring about a change in the Muslim society, says Allama Dr. Syed Zamir Akhtar Naqvi, renowned Pakistani Shia scholar and historian. "Iran's theocratic government is not a role model for the Shias of Iraq. Iran's government is as fundamentalist as Saudi Arabia's. Shias eschew extremist politics We want to live in peace with all nations and communities. Shias have been the worst victims of oppressive regimes but they never demanded a separate land for themselves. Other nations, too, can learn to live 'peacefully' from Shias," asserts Naqvi.

Naqvi further says that the battle between progressive and retrogressive forces has been on within the sphere of Islam "there has been no precedent the way Shias have been murdered by despotic rulers because they challenged their authoritarian system of governance. It is a fact that the Muslims rulers have killed more Muslims than any non-Muslim ruler. There have been more wars within different Islamic groups rather than wars between Muslims and other nations," comments Naqvi

It is speculated after the assassination of al-Khoei and Ayatollah Baqar's return from exile, who is the head of the Supreme Council for the Islamic Revolution in Iraq, a Shia group headquartered in Tehran since 1980 and Iran's closest ally, that America wants to establish a religious government in Iraq This installation of cleric's government will serve America in many ways as it will create a further sectarian gulf between the Arab countries and secure a pro-Israel force in the region.

The Saudis and Kuwaitis have always feared that another Shia Islamic revolution in the Middle East, in case Saddam regime fell, would threaten their interests They tried to dissuade the Americans from helping Shias when they stood against Saddam during Gulf War I in 1991, and

Presented by www.ziaraat.com

Karen Armstrong, renowned theologian and author of History of God, in her recent article (Dawn, 12th May), reasons that the West does not need to fear the Shia uprising in Iraq as the Shiite faith is secular in nature and that Shias share an almost similar vision of democracy that the West upholds. She writes: "... Shias have always had revolutionary potential, but the Karbala paradigm also inspired what one might call a religiously motivated secularism. Long before Western philosophers called for the separation of church and state, Shias had privatized faith, convinced that it was impossible to integrate the religious imperative with the grim world of politics that seemed murderously antagonistic to it. This insight was borne out by the tragic fate of all the Shia Imams, the descendants of Ali; every single one was imprisoned, exiled or executed by the caliphs, who could not tolerate this principled challenge to their rule".

This is further endorsed by the fact that Iraqi Shias do not accept the Iranian kind of Shia faith and late Ayatollah Khomeni's theory of Velayate Faqih (leadership of the learned scholar). Some Iraqi Shia scholars even term the Iranian Shia't as fundamentalist. The assassination of Ayatollah Abdul Majid al-Khoei, a liberal Iraqi cleric, allegedly by Shia hardliners of Iran, is testimonial of the fact that Iraqi Shias do not subscribe to an Iranian-styled government of clerics in post Saddam era. Al-Khoei explicitly ruled out the possibility of clerics' government in Iraq in his last interview to the Observer. "As a clergyman you have the right to explain (to the people) which is better, the mosque or the discotheque. You cannot ask for belief by force. We have to show our respect for sharia, but a religious government is not good for the future of Iraq".

"Shia Islam is quintessentially secular and anti-imperialist in nature. Imam Hussain opposed the

Presented by www.ziaraat.com

shackles of obscurantism and orthodoxy in a rational manner) remains a 'black-spot' on the face of complacent Muslim society.

It is interesting to note what George W Bush said soon after the 11th September attacks about Islam: "Islam was kidnapped by the terrorists in its initial stage and is still in the hands of terrorists." This is exactly what Shias have maintained since their inception.

A UN report, which came out in October 2002, praised Hazrat Ali's system of governance and asked the Arab countries to follow Ali's model. Similarly, Amar Jalil quotes an American marine's letter to his mother in his article "Tom writes to mom" (Dawn, 13th April) that tells how modern Americans and Western individuals view Shia Islam. In that letter, the American soldier praised Iraqi people's velour and talked about Imam Hussain's martyrdom. He was awed by the fact that Hussain sacrificed his life along with the members of his family for a noble cause while he (Tom) was only fighting for the sake of obeying President Bush's order.

He writes: " Hi mom! I am your son Tom. This is my third day in a trench close to the town of Karbala. They revere the place. People here say Hussain, the grandson of their Prophet Mohammed, had laid down his life along with entire male members of his family, including a six-month infant, in the name of Allah, their God. At least I have not travlled all the way from Houston to this desert country to fight in the name of God. We are here because our President desired us to be here".

There are voices in the West that find Shia Islam quite close to Western ideals of democracy and secularism. Such voices believe that the model of Shia Islam can be a substitute to extremist ideologies that dominate the psyche of the Muslim world

Presented by www.ziaraat.com

The Shia population of Iraq now fells that it is their legitimate right to rule over the country where they had been kept enslaved for centuries, despite being in a majority. The secular Baathist regime, long supported and nurtured by America and the west, did everything to sideline the Shia population in Iraq. Now new alliances and alignments are in the making in Iraq and the so called Muslim states (mostly with monarchical and undemocratic systems of governance). There are views that Shias of these countries (who have suffered at the hands of different rulers for ages) have begun to assume new powers, as the status quo of Muslim rulers, especially in the Arab world, starts crumbling.

But has there been a sectarian 'conflict' in Iraq? Or it is America that is manoeuvring such conflicts to achieve its goals in the Middle East?

Most liberal scholars and intellectuals in Pakistan deny the existence of any ethnic and sectarian 'conflict' in the Muslim world. "I had never heard of any ethnic conflict in Iraq prior to America's invasion, says renowned journalist Zamir Niazi. "It is in the interest of Americans to ignite hatred and create sectarian division within Muslims. The sectarian clash of ideas between sects of Islam has been exaggerated," Niazi belives.

But it would be very hard to ignore the historical conflicts that always existed in the Muslim world. The battle of Karbala, which many view as a struggle of Imam Hussain against an imperialist and despotic leadership, is a reminder that "all is not well" in the Muslim world. The fact that the imperialist and despotic rulers of the Muslim world never gave any room to rational and secular thinking and killed most Mutazilah scientists and Imams of the Shia community (most of whom resisted the tyranny of their rulers and attempted to liberate Muslims from the

Presented by www.ziaraat.com

THE NEWS (Daily) Karachi, Sunday-25 May-2003

RESURGENCE
Of Shiite Iraq

By Imam Shamil

There are views that secular and anti-imperialist Iraqi Shias pose a threat to dominant extremist forces in the Muslim world. Does it suit capitalist America too?

In the midst of uproar and brouhaha that surrounded the pre-Iraq war milieu came America's claim that it would find little resistance in Iraq, and that the majority of Shia population of the country would welcome them as 'saviours' and 'liberators' when they step on the Iraqi soil. However, that claim did not turn out to be entirely true; American marines did find some resistance from Saddam's troops.

Some people are of the view that the Shia population of Iraq (long suppressed and brutally victimized by Saddam Hussein and early rulers), greeted American and British forces, if not welcomed them, and a majority did not put up any resistance against the invading forces. It is only after Baghdad fell to Americans that Iraqi Shias demanded the allied forces to evict their land and leave the country's affairs to them, it is also speculated that Iran, a neighboring Shia state, indirectly supported America's attack on Iraq

Presented by www.ziaraat.com

seems as if the listener is also a part of that event. Out of prevailing subjects he is putting stress on computer. In my view the consummation which he has in the subject of Psychology no other orator has such sublimation.

This is wrong that in his words there is magic – it is no magic, it is drunkenness and from here one gets up with some thing. When the listener completes listening one or two speeches then he does not leave the place as listener becomes Nuseri, the one who adores and worships Ali"

In the words of Naseem Hasan alias Puttan Amrohvi (English-rendering done by the writer of this treatise):

"After having listened his speech, it so seems that Allama Sahib has a factory of words. Only Maula Ali can fully adore his speech. Whatever Islamic countries are, the countries in which Muslims inhabit, special Muslims, i.e., we the inhabitants of the sub-continent whether we may be living or not Zamir Akhtar will avail full popularity not today but tomorrow. Take this little writing as big one. Long live Zamir Akhtar."

Dr. Akbar Haidri, Head of the Urdu Department, Kashmir University, Srinagar writes (English-rendering done by the writer of this treatise).

"Zamir Akhtar Naqvi is a fine scholar and exceptionally fine orator. When in 1976 he paid his visit to Lucknow then besides poetic elites and critics a great number of educated people vehemently listened to his oratory.

Allama Zamir makes his speeches on the pulpit or enlivens his magic, almighty Allah has bestowed him enlightened mind. In him all the capabilities exist which and intellectual, expert and genius person should possess. Besides in above in his mind those valuable things are in custody from which we the far away dwellers also are benefited. He is in no way lesser than an institute"

Presented by www.ziaraat.com

Court, Lahore (English-rendering done by the writer of this treaties);

"Allama Zamir Akhtar is a sun and before sun what is the entity of a lamp"

Hazrat Josh Malihabadi paid his homage to Allama Zamir Akhtar Naqvi. Says he:

Tera Wajood Fakhr-e-Zamir-e-Hayat Hai
Too Mahz Eik Fard Nahien Kainat Hai

(Your existence is the pride of the conscience of life. You are not an individual, you are the whole universe.)

The names of first ten prose Writers of the list of contents are Dr. Majid Raza Abedi, Major Munawwar Jafari, Dr. Jafar Mohsin, Maulana Kamal Haider Rizvi. Zair Hussain Naqvi, Syed Qaim Raza Naqvi, Aal-e-Muhammad Razmi, Syed Javed Abbas Jafari, Naseem Hasan Alias Puttan Amrohvi and Raja Ghulam Abbas. In the domain of poetry who paid their homages to Allama Zamir Akhtar Naqvi are Hazrat Sukhan Fatehpuri, Prof. Taheer Nafsi, Prof. Zilley Sadiq, Majid Raza Abedi, Syed Muhammad Abbas Sadiq Jaffari, Qaseem Ibn-e-Nasim Amrohvi, Abid Raza and Syed Sajjad Shabbir Rizvi.

Paying his tribute to Allama Zamir Akhtar Naqvi, Jagan Nath Azad, Head of the Urdu Department, Jammu University, writes (English-rendering done by the writer of this treatise);

"From the scholastic and literary masterpieces of Zamir Akhtar Naqvi all the Universities of Pakistan and India and all enlightened people are getting benefit."

In the words of Major Munawwar Jafari (Gulistan-e-Jauhar), English-rendering done by the writer of this treatise:

" In the oratory of Allama Zamir Akhtar Naqvi particularly in the depiction of any matter or thing, it so

Presented by www.ziaraat.com

articles as well as made their speeches. In the panel of Judges were Syed Afzal Hussain Naqvi (S.A.H. Naqvi), Fazl Fatehpuri, Columnist of Daily News, Karachi, Prof. Taheer Nafsi, Professor of Urdu Arts College (Psychology Department); Aal-e-Muhammad Razmi and Prof. Zilley Sadiq, elegy writer and critic.

Ali Abrar Naqvi and Aal-e-Raza Rizvi alias Jammu on their articles were given First Combined Award; the Second Award was given to Javed Abbas Jafari and third Combined Award was given to Naqi Husain Naqvi and Major Munawwar Jafari. Special Awards were given to Razia Askari and Sarwat Askari.

The Judges were also given Awards.

Erroneously with my name, i.e., Syed Afzal Hussain Naqvi "Professor" has been included which is not correct as I have never been a Professor in any University or any educational Institution. Actually speaking I am poet, writer and journalist.

Already the views of writers, intellectuals and scholars have already been published about the acumen of Allama Zamir Akhtar Naqvi's scholasticism and now is the turn of his regular listeners who regularly attended his Majalis.

The book under review includes fifty articles whereas prose section is concerned in which homages and tributes have been paid to Allama Zamir Akhtar Naqvi on his superb oratory. Nine pieces of poetic homages have been paid to Allama Zamir Akhtar Naqvi.

Besides his scholasticism, poetic talent research acumen he possesses a superb art of oratory. Indeed every acumen is the result of one's own hard labour-but this also cannot be denied that there are certain exclusive matters also which are God-gifted and no amount of labour can attain it.

SPECIMENS OF TRIBUTES:

In the Words of Nadeem Shibli, Advocate, Punjab High

Presented by www.ziaraat.com

Daily News, Karachi Dated Friday, 25th January, 2002

KHATIB-UL-KAUSAR

AN ANTHOLOGY OF TRIBUTES TO ALLAMA ZAMIR AKHTAR'S ORATORY

By: S.A. H. Naqvi

BOOK REVIEW

"Khatib-ul-Kausar"

Collection of homages and tributes paid to Allama Zamir Akhter on his superb oratory; arrangement & Presentation by Nadeem Shibli, Advocate, Punjab High Court, Lahore; Published by Shibli Publications, 993-B, Ghulam Muhammadabad, Faisalabad; Available at Nauman Terrace, Phase 3, Gulshan-e-Iqbal, Block 11, Karachi, Phone No. 4612868; Pages 192; No Price given

In the Majlis-e- Tafseer-e-Quran, Ramzan 1420 A.H. held in Imambargah Chaharda Masoomien, it was announced in context with Allama Zamir Akhtar's speeches on Tafseer-e-Quran and his listeners were asked to write articles on Allama Zamir Akhtar, the superb ones will be given First, Second and Third Awards. Consequently on 28th Ramzan, 1420 A.H., a meeting was held in which his regular listeners (Samieen) read their

Presented by www.ziaraat.com

Laghzish Hai Merey Paon Ko Aqa Sanbhalyey
Maddah Par Huzoor Musibat Na Dalyey

(Stop O' Azal torn is the chest of pen.

With wet eyes this is my imploring to Maula Hussain.

O' Maula by the oath of the soul of Fatima Zahra Soon all the pathos of my heart is wiped out.

There is instability in my foot, Maula – get the same erect. On your admirer don't inflict any misery.)

So is this highly adorable superb and peerless Marsia.

N.B. The English-rendering of the aforesaid stanzas and Baits has been done by the writer of this treatise.

Presented by www.ziaraat.com

Don't run now I have no urge of continuing war. What is the pleasure of life when Akbar like moon-faced is not living.

Come on to cut my throat with your dagger:

Where is Shimr, bring him soon.)

After this utterance, Syrian army returned back and began to cast arrows. So many arrows had hit Imam's body that he could not stay on the horseback and soon fell down. The cruel and evil Shimr cut his throat and made the soul of Fatima Zahra utmost melancholy stricken.

From stanza No. 121 to stanza 136 there are deep Bain melancholy-stricken elegiac expressions of Hazrat Fatima Zahra's soul. Hazrat Fatima in her Bain puts forth her appeal to Almighty Allah as well as to his loving father Holy Prophet Muhammad (S.A.W.) telling what atrocities have been inflicted upon his son, Hussain.

Then are highly melancholy-stricken expressions of Hazrat Zainab who informs her mother that his brother Hussain has been killed, her sons were killed, her nephew has been killed, the son of Hasan, Hazrat Qasim has been killed. Sakina is constantly weeping that her brother Asghar has been killed. Among seventy-two persons only sick Abid is alive. Hearing all these submissions came the voice of Hazrat Zahra that my daughter thousands of lives of your mother are sacrificed on you. This has been ordained by Almighty Allah. Take patience my daughter. So is this highly consummate marsia of Azal.Have a look of its Maqta and offer adoration on its sublimity of expression. Says the poet:-

Bas Aey Azal Key Cha'k Huwa Seena-e-Qalam
Kar Arz Yeh Hussain Sey Apney Ba Chashm-e-Nam
Maula Hai Rooh-e-Fatima Ki Aap Ko Qasam
Jaldi Ho Door Dil Sey Merey Ranj Aur Alam

Presented by www.ziaraat.com

Khilaat Milien Gey Baad-e-Fana Ab Kafan Kafan
Keya Muft Teigh Ney Kiya Tukrey Badan Badan
Hasrat Sey Deikhta Tha Har Ek Mard Mard Ko
Do Do Kiya Tha Teigh Ney Keya Fard Fard Ko

(The way turned into autumn-stricken garden after garden. People were crying that now is left homeland after homeland. After devastation will receive as Khilaat coffinafter coffin. How unnecessarily cut into pieces body after body.

In a state of utmost remoreseness saw every male one after another.

The sword has done in two parts every individual one after another).

Indeed superb is the depiction.

The pace of devastation through the sword of Imam Hussain has been projected upto stanza 117 It was such a general retreat that after being convinced that they would not face Hussain's swordsmanship, ran away the Syrian army. Imam Hussain (A.S.) seeing such a situation stopped his warfare and told the Syrian army why for you are running away. What is the pleasure of life when Akbar like son was no more alive. Come on and cut out my throat. Ask Shimr to come soon Have a look of the following stanza No. 118.

Yeh Keh Key Eik Bar Jo Bhagi Sipah-e-Kien
Bus Zulfiqar Rouk Key Bouley Yeh Shah-e-Deen
Bhago Na Tum Vegha Ki Mujhey Ab Hawas Nahein
Keya Lutf Ziest Jab Na Hou Akbar Sa Meh Jabien
Khanjar Merey Galey Pey Phiraney Ko Aao Tum
Hai Shimr Kis Taraf Usey Jaldi Bulao Tum

(After saying this ran away the evil Syrian troops Stopping his swordsmanship told the lord of the religion

Presented by www.ziaraat.com

Indeed simple and lucid depiction.

Then is the depiction of Hazrat Imam Hussain's warfare. Before its elucidation is the depiction of Hazrat Imam Hussain's contours; his face, his hair, his chest, his waist etc. etc. This depiction covers from stanza 78 to 84. Then is dialogue between Maula and his opponents which is from stanza 85 to stanza 87. After this is the beginning of the warfare. Then is the depiction of the beauty, sharpness and extreme sublimity of the quality of his sword Its depiction is from stanza 91 to stanza 101. Have a look of stanza 101:-

Girti Thi Jab Laeinon Pey Teighey Shahey Huda
Sipron Pey Gardanoon Ko Chupatey They Ashqia
Rukti Bhala Who Teigh-e-Do-Paikar Kisi Sey Keya
Girtey They Jab Laien To Kahtey They Ashqia
Yaad Aarahi Hai Shan Shah-e-Mashreqain Ki
Yeh To Larai Ho Gai Badr-o-Hunain Ki

(When it fell upon the enemies,

They began to hide their necks under the Sipars (Shields). How that two-edged sharpened sword could be stopped. When the enemies on the ground felt and uttered.

The grandeur of Shah-e-Mashreqein is being remembered. This war is indeed the warfare of Badr-o-Hunain.

There was immense massacre through the auspices of Imam Hussain's sword.Its depiction is from Stanza 101 to 118 This depiction and description is immensely noteworthy. In this context have a look of stanza No. 110, more particularly its ideological and phraseological combination:

Bagh-e-Khizan Jo Houtey Hein in Mein Chaman Chaman
Chillatey They Key Haiey Chuta Ab Watan Watan

Presented by www.ziaraat.com

Why you should fight with this wicked person today.
Taking tents from here install them somewhere else.')
Indeed highly lucid portrayl.

Hazrat Abbas (A.S.) agreed with Imam's orders and requested Imam to tell him the following. In this connection have a look of the following Bait. Says the poet:

Jab Tak Yeh Fauj Ley Key Yahan Sey Na Jaiga
Khadim Kabhi Huzoor Na Khema Uthaey Ga

(So long he does not take his army away from here
Your humble slave will not take out tents from here.)

Shimr thus went away with his army. Hazrat Abbas (A.S.) installed the tents away from Euphrates. Then is the depiction of the day of Ashura. Its atrocities and calamities have been fully mentioned and then is the departure of Hazrat Imam Hussain (A.S.). Have a look of stanza 76 which is reproduced below:

Boley Hussain Ro Key Karo Sabr Aey Bahan
Kuch Gham Nahien Jo Kat Gaya Pardes Mein Chaman
Zainab Abhi Uthao Gi Tum Ranj Aur Mehan
Kahna Na Kuch Jo Shaney Mein Bandhien Laien Rasan
Samjha Key Yeh Bahan Ko Jo Maula Chaley Gaey
Fizza Pukari Lo Merey Aqa Chaley Gaey

(While weeping 'O' sister said Hussain
'No matter that the whole orchard has been cut away
Zainab you will suffer more more calamities from homeland.
Don't say a word if rope is tied in your arm.
After making his sister understood everything
Fizza cried My Lord has gone).

Presented by www.ziaraat.com

Dekhey Jo Sayadar Darakht Eik Ja Baham
Abbas Ney Yeh Shah Sey Kaha Aey Shah-e-Umam
Saya Bahut Darakhton Ka Yan Deikhtey Hein Ham
Ghorey Sey Aap Utar Key Yahan Tahrein Koii Dam
Yeh Baat Sun Key Shah-e-Hijazi Utar Gaey
Barchoon Ko Teik Teik Key Ghazi Utar Gaey

(Seeing the shady trees at one spot.

Abbas told Hazrat Imam Hussain: O'my Lord there is much shadow of trees here Dismounting from horse kindly stay here for some time Listening this the sovereign of Hijaz dismounted from horse. Seeing this warriors keeping their load on spears dismounted).

From here the stay at Karbala begins. Immediately the Syrian army came. Seeing the tents of Hazrat Imam Hussain and his relatives and followers near Euphrates, the wicked Shimr came and asked Hazrat Abbas to leave the place and install their tents away from here. Upon this wicked utterance Hazrat Abbas (A.S.) got annoyed and hot conversation was exchanged between them. Hearing this Hazrat Imam Hussain (A.S.) asked Hazrat Abbas (A.S.) to let him know the crux of the matter In this connection have a look of the following stanza. Says he:-

Abbas Ney Kaha Key Bataon Mein Keya Huzoor
Qudrat Khuda Ki Kehta Hai Yeh Shimr-e-Bad Shaoor
Darya Sey Khema KiejyeyApney Utha Key Door
Sheh Ney Kaha Key Tum Ko Taammul Hai Keya Zaroor
Keon Is Shaqi Sey Aaj Biradar Wigha Karo
Khema Utha Key Aur Kisi Ja Bapa Karo

(Abbas told that what I say Sir

This is the Qudrat of Almighty Allah that says this wicked Shimr keep your tents away from River Euphrates

Imam Hussain Said: 'Why you have hesitation?'

Presented by www.ziaraat.com

He had been asked to come after sending him letter)

From Stanza 20 is Gureiz (Deviation) from the Intro of the Marsia. Have a look of this stanza:

Ab Rawiyoon Nay Ha'l Yahan Sey Hai Yeh Likha
Janey Lagey Watan Sey Jo Sultan-e-Karbala
Saman Safar Ka Dekh Key Ahbab-e-Ba Safa
Routey They Aur Kahtey They Apas Main Bar Mala
Phir Key Safar Sey Dekhyey Kab Shah Aein Gey
Jaey Ga Kaun Sath Kisey Chour Jaein Gey

(From here the account-writers have written
When getting himself ready Sultan-e-Karbala to leave homeland. Seeing the baggage of journey the faithful friends wept and began to say openly
See after journey when our lord will return.
Who will go with him and who will be left behind?)

From stanza 20 to stanza 48 various phases of Imam Hussain's departure with his family to Karbala are made; his separation with his daughter Sughra his last homage to the mazars of his kith and kin; the Mazars of Holy Prophet Muhammad (S.A.W.), his maternal grand-father and the Mazar his revered mother Hazrat Fatima Zahra. The start of the journey, the utmost heat faced by passengers during the journey, the pace of thirst during journey, every trouble faced by the passengers during journey has been depicted. The vast desert has treeless spots, the hot wind faced by the passengers, the utmost difficulty faced by women and children in Mahmil during journey till they reached their ultimate spot in Karbala where there was a group of trees and the place was a bit shady spot. Have a look of the following stanza:

Presented by www.ziaraat.com

Daily News, Karachi Dated Friday, 18th May 2001

A RESEARCH ORIENTED JOURNAL-II

By: S.A. H. Naqvi

BOOK REVIEW

"Al-QALAM", Karachi;
May 2001, Serial No 6
Chief Editor:
Syed Zamir Akhtar Naqvi
Published by
Markaz-e-Uloom-e-Islamia, Karachi Pakistan
Ph 4612868, Pages 272, Price Rs. 250/=

Keon Kar Na Sar Ko Pietoon Key Rouney Ki Hai Yeh Ja
Is Par Bashar Ko Khauf Nahien Rouz-e-Hashr Ka
Zahir Hai Karbala-e-Mualla Ka Majra
Syed Ko Bey Watan Ko Sataya Ghazab Kiya
Rahat Na Di Kisi Ney Shahey Mashreqain Ko
Khat Bhaij Key Watan Sey Bulaya Hussain Ko

(Why not I should beat my head as this is the place for weeping Even in spite of this Man has no fear of the Day of Resurrection. The account of Karbala is fully evident.

What an ill fate Syed has been made deprived of his homeland

Nobody gave any comfort to Shah-e-Mashreqain Imam Hussain

Presented by www.ziaraat.com

The Phase of that torturer why was it essential?

Why the intoxicant had such a drunkenness.

Why not my heart after burning become Kabab.

That in the company of drunkards there was head of Hussain (A.S.)

Indeed superb is the above stanza

Then there are five stanzas of this description. Then are the stanzas in which man has been taught to have a view of the sense of death. There are five stanzas of this type. The Bait of Stanza 10 is reproduced here below:-

Insan Ho Farishta Ho Jinn Ho Key Hoor Ho

Accha Wahi Hai jis key Na Dil Mein Ghuroor Ho.

(Whether one is man, angel Jinn or Hoor

Only that is commendable in whose heart there is no Pride.)

سبیل سکینہ حیدرآباد لطیف آباد

Seven stanzas depicting human incapability as he is in the grip of death are included in the Marsia under review, and such type of stanzas are up to stanza 19, which is as under:-

N.B. the English rendering of the aforesaid stanzas and Baits has been done by the writer of this treatise.

(Continued)

Presented by www.ziaraat.com

Qum Qam Hussain Jafri (Late) which was taken from Syed Muhammad Rashid Sahib Lucknow (120 stanzas after critical appreciation have been published).

The second unpublished Marsia of Hakim Agha Hasan Azal whose first line of Matla is "Aey Saqi-e-Falak Teri Himmat Sey Door Tha" (134 stanzas). It was safe and secure in the store of Syed Naseer Raza. This hand written Marsia which is in torn and dilapidated state has been presented to Zamir Akhtar Naqvi who is the real person in the field to publish it. This Marsia is on the martyrdom of Hazrat Imam Hussain (A.S.)

Critical appreciation of Azal's second Marsia.

This Marsia has been published and included in the al Qalam, Serial 6, under review

The Marsia under review is highly adorable and in many respects immensely unique. It contains 134 stanzas. Its language is immensely simple and alluring. In many respects it is much nearer to Jadid Marsia in spite of the fact that all the pre-requisites of a fine classical Marsia are also amply preserved in it.

Its intro is about the bartender of inimical sky and regarding its barbarity there are six stanzas. In the garb of inimical sky the barbarity of Yazid, the most inhuman barbarous person has been projected

Have a look of its Matla (the beginning stanza) Says he:-

Aey Saqi-e- Falak Teri Himmat Sey Door Tha.
Kam Zarf Ka Jo Kasa –e- Sar Pur Ghuroor Tha.
Yey Daur Us Laein Ka Bhala Keya Zaroor Tha.
Bey Khud Ko Keon Jahan Mein Aesa Ghuroor Tha.
Keon Kar Na Tujh Sey Jal Key Mera Dil Kabab Ho.
Wan Ho Sar-e- Hussain (A.S.) Jo Bazm-e- Sharab Ho.
(Oh Bartender of Sky this was beyond your courage.
The head of the debased was full of pride.

Presented by www.ziaraat.com

in it. In the shape of "Bahar-e-Ishq" many Masnavis were written but in the shape of "Zahr-e-Ishq" only two Masnavis were written out of which one is of Azal's.

"The son –in-law of Agha Hasan Azal named Syed Hasan Ali was also poet and his poetic name was "Mirrikh". Mirrikh himself was employed in Shahi Force and was a maternal nephew of Bismillah Sahib. Owing to family relations at the age of twenty years he went to Mir Anis and received his benevolence. After him he showed his poetic composition to Mir Nafees (Faizan-e-Anis, Afsar Amrohvi)

Khwaja Abdur Rouf Ishrat writes in "Aab-e-Baqa"Hakim Mirza Agha Hasan Azal Luckhnavi was in the lineal descent of Naimat Khan Aali. He was a highly fine poet and was a poetic disciple of Mir Khaleeq and Mir wazir Ali Saba. In his early age (in fact, at the age of 50 in search of livelihood he reached Patna (Bihar) For some time he lived at the residence of Haji Shaikh Basharat Ahqar, the Jagirdar of Bihar. He also continued his Tibb profession. After living for 20 years in Patna, he breathed his last. Whereas his poetic composition is concerned, his "Rouz-Marra" (daily usage) is fine and his poetic composition is highly simple . In Patna and its vicinity there were a good number of his disciples. His collection of poetic composition is "Parkala-e-Aatish".

Have a look of his highly enchanting couplet Says he:-

Barsoon Watan Sey Door Rahey Bey Nishan Rahey
Ham Sey Kisi Ney Yeh Bhi Na Poocha Kahan Rahey

(For years together away from home remained unknown yet nobody asked where I had been).

The first Marsia of Mirza Agha Hasan Azal whose first line of the Matla is "Jab Karbala Mein Rooz-e-Nahum Bhi Guzar Gaya" is on Imam Hussain (A.S.) taken from the book entitled "Kitab-e- Shagirdan-e- Anis" written by Dr.

Presented by www.ziaraat.com

Begum was married to Hakim Agha Hasan Azal The daughter of Fatima Begum whose name was Muhammadi Begum was married to Mir Hassan Ali whose poetic name was Mirrikh A son of Muhammadi Begum was Syed Mehdi Ahsan Luckhnavi whose grave is in the Imambarah of Agha Baqir. His date of demise, is 31st August, 1939. In "Waqiat-e- Anis" its writer Syed Mehdi Hasan Ahsan writes that Ahsan Luckhnavi was poetic disciple of Mir Anis's son, Nafees and was the son of maternal grand daughter of Mirza Shauq Luckhnavi A Masnavi of Azal is "Sahar-e-Ishq" which Ahsan Lucknavi had published, the script of whose title confirms that Azal was son -in- law of Mirza Shauq Luckhnavi.

Besides poetic composition, Azal had also consummation in Tibb. His youth was spent in Lucknow. At the age of 50 years owing to his limited income he left Lucknow and in search of livelihood reached, Azeemabad. Most of his life's time he passed in utmost difficulty He suffered from the disease of Sill (blood vomiting) and died in 1314 A.H. Even his date of demise was 108 years before now

A poetic collection of Azal is "Ziya-e-Tamanna" or "Parkala-e- Aatish" Some couplets of his Masnavi Sahar-e-Ishq denote his affiliation with Sunni Sect

Dr. Gayan Chand in his book "Urdu Masnavi Shumali Hind Mein" writes (English - rendering done by the writer of this treatise):-

"Hakim Mirza Agha Hasan Azal was the son-in-law of Mirza Shauq and was a poetic disciple of Saba His Ustad asked him to write. The pattern of Zahr-e-Ishq He complied with his Ustad's order and wrote "Sahar-e-Ishq in 1312 A.H i.e. 1892 A.D and the same year he died In 1314 A.H it was published. In it there are more than one thousand couplets In the beginning there is one Saqi Nama

Presented by www.ziaraat.com

18 Qitat –e- Tahseen-o- Taziet (Poetic pieces of praise and Taziet), By Prof. Taheer Nafsi.

19. Majlis-e-Soyem, Tanveer Naseer, Marhoom (Majlis-e- Soyem Tanveer Naseer) Address By Zamir Akhtar Naqvi

20. Naqd-o- Nazr (Critical Appreciation) By Shafie Aqeel.

21. Naey Naey Rukh (New Phases) By Adeeb Suhail

22. Khutoot Aur Unkey Jawab (Letters and their replies) in all 13 letters and their replies, By Zamir Akhtar Naqvi

23. The Language of Colours By Intezar Hussain

24 "Use of Colour in Meer Anis's poetry". By Afzal Hussain Naqvi

25 Akhbar Tauheed Mail Lucknow Ka tabsra (Review of Tauheed Mail, Luckhnow) By Sibt-e-Muhammad Naqvi.

26."The Passing Away of Patriarch " By Syed Mohsin Akhtar Naqvi.

Though each and every aforesaid literary piece is highly adorable yet it is difficult to give comment on each and every aforesaid item. However for deeper study and review a treatise on renowned poet and Hakim Mirza Agha Hasan Azal and his unpublished Marsia have been selected His profile and his poetic merits of marsiagoi have been put forth by Syed Naseer Raza, (Lucknow, Bharat) For general readership basing on the data given by Syed Naseer Raza, short profile of Hakim Agha Hasan Azal is appended below:

His Profile

Hakim Mirza Agha Hasan Azal was born in 1234 A H. in Lucknow no less than 188 years ago. His father's name was Mirza Abbas The younger daughter of Hakim Nawab Mirza Shauq Luckhnavi, Fatima Begum Alias Chhoti

Presented by www.ziaraat.com

under review. There are in all 26 chapters included in the journal under review. The titles of the chapters are appended below:

1 Idaria (Editorial).

2. Karbala (Ek Rajaz) a poem by Ali Sardar Jafri

3. Shamm – e – Imamat – Marsia (Elegy) by Ali Sardar Jafari.

4. Maktoob (Letter) a letter from shamsur Rahman Farooqi.

5. Maktoob (Letter) a letter from Mukarram Luckhnavi.

6 Maktoob (Letter) a letter from Asad Areeb

7 Salam (compliment) – By Khizan Mustafabadi.

8 "Hakim Mirza Agha Hasan Azal" a treatise by Syed Naseer Raza.

9. An unpublished Marsia of Mirza Agha Hasan Azal Luckhnavi.

10. London Ka Safarnama (A Journery to London), By Zamir Akhtar Naqvi.

11 Karbala Amn –o- Salamti Ki Pahli Darsgah (The First Teaching Centre of Peace & Safety) By, Syed Athar Raza Bilgrami.

12. Ghalib Ka Tasavvur-e- Bandagi (Ghalib's Ideal to Obedience) By, Mashkoor Hussain Yaad.

13. Bahadur Shah Zafar Ka Mazhab (The Religion of Bahadur Shah, last Mughal emperor) By, Shahab Kazmi

14. Qadeem – o – Jadid Marseyey Ki Maqbooliyat (The Popularity of old & Modern Elegies), By Kausar Allahabadi.

15.An Unpublished Jadid Marsia. By, Naisan Akbarabadi.

16. An Unpublished Salam (Compliment) By Late Prof. Sardar Naqvi

17. Bees Din America Mein (Twenty Days in United States) By Zamir Akhtar Naqvi

Presented by www.ziaraat.com

Daily News, Karachi Dated Friday, May 4, 2001

A RESEARCH ORIENTED JOURNAL-I

By: S.A. H. Naqvi

BOOK REVIEW

"Al-QALAM", Karachi;
An ouststanding scholastic, literary
Cultural & research-oriented journal; serial No.6
Chief Editor:
Syed Zamir Akhtar Naqvi
Published by
Markaz-e-Uloom-e-Islamia, Karachi Pakistan
Ph 4612868, Pages 304, Price Rs 250/=

The journal under review is one at the same time an outstanding scholastic, literary and research--oriented journal. Every serial of this journal is reassure of knowledge together with epoch -- making study of elegiac poetry of Urdu, more particularly Urdu Marsia (Urdu (Elegy). Besides projection of highly scholastic and literary-cum-religious articles, peerless republished Marasi of the day as well as of centuries back - old are published. Every literary, Scholastic, religious, cultural and prosodic query of the readers residing in any part of the world is amply given. This is in no way an ordinary task This is an utmost praiseworthy trend and achievement of the journal

Presented by www.ziaraat.com

Kaam Who Kar Gaya Jis sey Key Sada Naam Raha
(What a faithful person was Hur in this mortal world
He was lion of the field and extremely brave
From the Ocean of Love he was a priceless Pearl.

He was knower of the integrity & entity of the son of Holy Prophet (PBUH) Among lacs of person he was peer less.

He did such a thing which turned him, to be ever living).

Presented by www.ziaraat.com

more eminent. Ruswa was admirer of both."

Mirza Ruswa writes (English rendering done by the writer of this treatise):

Not only of our city but the whole of India there are highly renowned two poets Mirza Dabir and Mir Anis. They have poetically composed Rawayats, and Ahadis and introduced in their poetic compositions such Talmihat (Symbolic Expressions), the result of which was that those people who wanted to see Balaghat (Scholasticism) themselves accepted that through Scholasticism they were able to know the life of prophets (Seerat-e-Anbia) and were able to know the Ambia-e-Huda (the holy Imams) A good impression was inculcated on Ethics The way these adorable poets were given reverence, no other poet was able to achieve. My contention is the more the time will pass their poetic compositions will go getting published and will be more adored The fact is that over and above this their compositions needed reverence It is a matter of extreme sorryfulness that owing to different sects of Islam, their poetic compositions were applaud able only by one sect of Islam, Casting aside this sectarian difference if their poetry will be seen, it will yet more be adored (Critical Correspondence of Mirza Ruswa: Pages 54, 74)

The Marsia under review of Mirza Hadi Ruswa whose first line is "Wah Keya Aalam-e- Imkan Mein WafadarTha Hur" (What a faithful person was Hur in this mortal world) is of one hundred and twenty one Bands (Stanzas). Have a look do its opening stanza:

Opening Stanza

Whah Keya Aalam-e-Imkan Mein Wafadar Tha Hur
Sheir-e-Maidan Tha Namudar Tha Jarrar Tha Hur
Bahr-e-Mawwaj-e- Wila Ka Dur-e-ShahwarTha Hur
Rutba Dan-e-Khalaf-e- Ahmad-e-MukhtarTha Hur
La'kh Roodaron Mein Bey Misl-e Khush Anjam Raha

Presented by www.ziaraat.com

1.Sooratein Gham Ki Hein Yeon Taza Giraftaroon Mein.

Koi Dekhey To Kahey Naqsh Hai Dewaroon Mein.

2.Go Key Kamsin Thay Bahut Hazrat-e-Zainab Key Pisar

Aakh Jhapki Na Chamakti Hoi Talwaroon Mein

3.Sare-e- Asghar Ko Jo Dekha To Yeh Bola Insaf

Keya Yeh Bachcha Bhi Hai Hakim Key Gunahgaroon Mein

1 The facts of gloom are eminent amongst the new captives If anyone cast a look that would reveal as if sketches have been drawn on the wall.

2.Though the sons of Hazrat Zainab were of younger age, yet they did not close for once their eyes in the luminous light of naked swords.

3 when the head of Asghar was seen, the justice asked whether this child was also in the list of sinners of the ruler.

Indeed all the aforesaid couplets are alluring and superb About the unpublished Marsia of Mirza Hadi Ruswa. Zamir Naqvi is of the following view (English rendering done by the writer of this treatise.)

"Mirza Ruswa's unpublished Marsia was with me in my store of unpublished Marsias (Elegies) for quite a long time. The hand-written script of the Marsia has been in a most rotten and deplorable condition owing to which many poetic lines have been shattered and lost. This Marsiais in the praise of Hazrt Hur. In the Marsia there are some corrections of Meer Arif Sahib. How this Marsia reached the family members of Mir Anis is still not clear. Mirza Ruswa waw the poetic disciple of the Mirza Dabir and Mirza Auj. This Marsia has been brought out from the treasure of Meer Aarif In the Marsia instead of Mirza Dabir's poetic resemblance the resemblance of Mir Anis is

Presented by www.ziaraat.com

by him. He also made Urdu type-writes keyboard. His five Urdu Novels are prescribed for M.A. Urdu course.

Towards poetic composition he did not pay serious attention to it. Having exclusively novel mind he became a praiseworthy poet.

In the initial stages of his life Mirza Ruswa showed his poetic compositions to Mirza Dabir. After some times he began to take corrections on his poetic compositions from Mirza Auj

His Poetic Compositions:

Besides lyrical poetry, Ruswa composed Masnavi (long Poem), Qasidas (Eulogy), Salam, and Marsia (Elegy) and in this way he presented the exuberance and glow of his poetic genius.

Have a look of his following couplet:

Meer Ka Naam to Roushan Hia Magar Aey Mirza.
Ek Chiragh Aur Sar-e-Rah Jalatey Jao.

(Meer's name is already shining but O' Mirza let a lamp be kindled in the way also)

Indeed what a superb couplet!

Aziz Lucknavi is of the following view (English rendering is done by the writer of this treatise):

"Mirza Sahib (Mirza Ruswa) had no real inclination towards Marsia and Salam but for the appeasement of Mirza Jafar Auj he composed Salams. As per schedule late Hazrat Auj on 25th Rajab presented his new Marsia in the Imam barah of Mir Baqir Saudagar. On this occasion upon the compelling of Mirza Jafar Auj, Mirza Ruswa composed Salam and before his Marsia Mirza Auj himself recited that Salam. Along with Mirza Sahib I also attended the Majalis. From Mirza Tahir Sahib, Son of Hazrat Auj, I received a few salams of Mirza Ruswa while the treasure of his other Salams has been lost. For specimen's sake a few couplets of his Salam are reproduced below:

Presented by www.ziaraat.com

(Lucknow) and Rais Ahmer (Islamabad).

To beign with let us have a deeper view of Mirza Hadi Ruswa Ki Marsia Nigari (Elegy writing of Mirza Hadi Ruswa) by Zamir Akhtar Naqvi.

Zamir Akhtar Naqvi has given a highly authentic profile of Mirza Hadi Ruswa together with his consummation in various literary and scholastic fields as well as his acumen in the art of poetic composition covering various species of poetry

Mirza Ruswa's Profile

Mirza Ruswa was born in February 1858 in Mohalla Kocha Aafrin Ali. "Ruswa" was his scholastic name He was a fine elevated visioned poet of the day. His poetic name was "Ruswa".

Agha Muhammad Taqi, the father of Mirza Ruswa, was a member of renowned Mirza family of Lucknow, Mirza Ruswa for some time as Overseer in Rai Bareley. He also remained in Quetta for some time. He did not prolong his stay outside Lucknow and therefore, returned back to Lucknow and remained busy in his chemical experiments. He became successful in making silver in 1888, he became professor of Arabic and Persian in Christian College, Lucknow, in 1901 he went to Hyderabad Deccan and after staying there for some time he returned back Lucknow. In 1918 he again went to Hyderabad Deccan and after living a good many years he fell ill and his last there on 21st October 1931

Mirza Ruswa was a man of abnormal abilities Besides chemistry he had full insight of Science, Arithmatic, Nujum (Knowledge of stars) music and religious affairs. He had written many books on those subjects Major portion of his articles and treatises were published abroad, particularly in USA where in they were viewed with reverence The outlines of Urdu shorthand were compiled

Presented by www.ziaraat.com

craftsmanship of Mir Anis) – By Dr. Nayyar Masood.

5 .Mirza Hadi Ruswa Ki Marsia Nigari (Elegy writing of Mirza Hadi Ruswa) By Zamir Akhtar Naqvi

6. Mirza Hadi Ruswa ka Ghair Matbua Marsia (An unpublished elegy of Hadi Ruswa) By Zamir Akhtar Naqvi.

7 A'h Lucknow (Oh Lucknow) – By William Dil Rimple.

8. Rais Ahmar Ka Marsia (Elegy of Rais Ahmer) – By M Abdul Fazl

Out of fourteen treatises, seven have been written by Zamir Akhtar Naqvi. Twenty Six Distinguished persons from India, Pakistan, Iraq, U K, U.S.A and Canada sent their condolence messages to Zamir Akhtar Naqvi on the sad demise of his father, which are included in the journal under review.

Though all treaties included in the journal under review are scholastic, worth reading and highly adorable but in view of major contribution of Zamir Akhtar Naqvi which is no less than covering half of the portion of the journal under review, letus have a deeper view of his major contribution.

Amidst the written portion of Zamir Akhtar Naqvi totalling seven treatises, the following two treatises of Zamir Akhtar Naqvi have been selected for deeper review, They are as follows.

(i) Mirza Hadi Ruswa Ki Marsia Nigari (Elegy writing of Mirza Hadi Ruswa)- By Zamir Akhtar Naqvi along with

Mirza Hadi Ruswa Ka Ghair Matbua Marsia (An unpublished Marsia of Mirza Hadi Ruswa) – By Zamir Akhtar Naqvi.

(ii) Rais Ahmer (Islamabad)

Khutoot Aur Unkey Jawab (letters and their replies) covering two letters of (i) Syed Ali Ahmed Danish

Presented by www.ziaraat.com

Daily News, Karachi Dated Friday, 8th September, 2000

AN ADORABLE LITERARY AND RESEARCH-ORIENTED JOURNAL

By: S.A.H. Naqvi

BOOK REVIEW

"Al-QALAM", Karachi;
May 2000, serial No.5
Chief Editor:
Syed Zamir Akhtar Naqvi
Published by
Markaz-e-Uloom-e-Islamia, Karachi Pakistan.
Ph 4612868, Pages 272, Price Rs. 250/=

The Journal review is an adorable literary, scholastic cultural and research - oriented journal of not only Pakistan but the entire sub-continent. Before casting light on the sublimity of the literary and scholastic elevation of the journal under review, let us have a look on the list of its contents which as follows

1. Taaziat Namey-o-Tashakkur (Condolence messages and expressions of gratitude) By Zamir Akhtar Naqvi.

2 Kitabiyat Hussainiat (List of books on Hussainism) By Aal-e-Muhammad Razmi

3. Qasida Dar Madhey Imam Hussain (Eulogy in the praise of Imam Hussain) – By Abbas Raza Nayyar.

4. Mir Anis Ki Shairi Hirfat (Poetic excellence and

Presented by www.ziaraat.com

We see here an analytical study of colours as used by Anis in his marsias. The esteemed critic tells us which colours attracted Anis. What was their significance in relation to the events in Karbala and, with what dexterity were they employed in the depiction of various situations in Karbala.

Red and green obviously are two colours most relevant to Karbala. As expected, Anis has repeatedly employed these two colours; each time with a new picturesqueness and with a new significance.

But there are colours which do not appear relevant to Karbala. One such colour, as pointed out by Dr. Akhtar, is purple. He shows us how skillfully and in what situation Anis has employed this colour. Elaborationg on the five ways, Anis uses in employing colours in depicting a situation, he points out some finer shades of different colours in illrstrating various scenes.

The employment of a finer shade of this kind is seen as verifying the whole scene and appears to have given a whole new meaning to it. But just because of its fineness it refuses to be translated in any other idiom. It is here, Dr Akhtar points out, Anis appears untranslatable.

So, Such is the study of Anis in the background of colours creatively employed by him. The study is a precious addition to Anisiyat.

Presented by www.ziaraat.com

Colours, he says, can now be easily measured and can also be shown and explained through numbers. Primary colours, according to him, are few - three or four. And secondary colours are large in number. As for the number of primary colours, Newton, according to him, had determined their number at seven

But in the later periods the researchers reached the conclusion that primary colours are only three; all other colours are the outcome of combination of these three colours ___ red, green and blue.

Some scholars include yellow as well. Zamir Akhtar has quoted hazrat Ali, who regards red, green, yellow and white as primary colours

Dr Akhtar has enumerated colours as conceived in Urdu. It shows that even finer shades of the same colours have been treated as seperate colours, So in Urdu a long list of colours; which derive their names and qualities from animals, fruits, flowers, trees, birds, and different elements of nature.

The Urdu word for colour is rang. This word, according to Dr Ahktar, carries with it 37 meanings, And Anis, he claims, has used this word in all 37 senses associated with it

Dr. Akhtar has also disscussed briefly, ways in which urdu poets have employed colours in their poetry. Quli Qutab Shah is the first Urdu poet, who appears to have taste for colours Poets like sauda and Mir Hasan have employed colours in a Picturesque way

Dr Akhtar has singled out Nazir Akbarabadi and Josh, who relish in talking about colours. But they, as pointed out by him, seem content to enumerate colours So they can help in making an exhaustive list of colours in Urdu. But, opposed to them, Anis employs colours in a picturesque and creative manner.

Presented by www.ziaraat.com

DAILY DAWN Sunday, May 28, 2000 Karachi.

POINT OF VIEW

THE LANGUAGE OF COLOURS

By: Intizar Hussain

Mir Anis had a rare sense of colours hardly discernible in any other Urdu poet. Such is the assertion made by Dr Syed Zamir Akhtar Naqvi in his new study of Anis' marsias entitled "Mir Anis Ki Shairi Main Rangon Ka Istamal".

The book makes an interesting reading and gives the impression of a fresh critical evaluation of Anis. Dr Zamir Akhtar has chosen to study Anis from a viewpoint not very common in Urdu criticism.

Particularly in the case of Anis, the critics in general, have still not gone very far from the critical principles laid down in the first serious study of Urdu marsia, by Mulana Shibli in his Mawazna - I - Anis - aur - Dabir.

Dr. Zamir Akhtar's is a breakaway from the Shiblian way of criticism and has discovered a fresh angle to study Anis' marsias, From this perspective, Anis appears to be a poet very different from a traditional marsia writer.

As an introduction to this study, Zamir Akhtar has discussed the science of colours and has tried to explain their role in human life Benefiting from the researches of some western Scholars makes some interesting observations

Presented by www.ziaraat.com

is the favourite colour of Meer Anees.

Henry Corbin, a European scholar and intellectual, in his renowned book "Temple & Contemplation" says that the theory of colours as propounded by Shaikh Muhammad Karim Khan Kirmani makes him so much elevated that he is no less than the Iranian Goethe of the day

He in his book has given analysis of Shaikh Mohammad Karim Khan Kirmani (Died in 1870) his book "Yaqoot-e-Surkh" (Book of Red Hyacinth) under the title "The Realism & Symbolism of Colours" and in it has given startling views about the reality and symbolism of colour

Conclusion

Keeping the aforesaid startling facts in view in context with projection of colour through the auspices of the sublime poetry of Anees, the book under review written by Allama Dr Syed Zamir Akhtar Naqvi is such a treasure of sublime view, and novel thoughts in context with colour projection through the medium of the elegies of Meer Anees, enveloping actual colours, their shades, their mixing, their contrasts, their ecstasy-ridden impact so much so that not the slightest and sublimes side of colour projection has been left. In fact it is encyclopedia of colour projection in context with elegies of Meer Anees The revered author deserves highest commendation for bringing to light such a thought-provoking Informative and highly adorable book that the deserves to be given the highest Anees-knowing Award of the Century.

Presented by www.ziaraat.com

changed.

Heart was shaken in chest and the colour of face faded

Everyone pondered let us see what would be the fate of war

Somebody told today is the new trend of war

Though they are in millions still their hearts are dismayed. Without waging war due to fear their faces have turned yellow).

Meer Anees used one proverb in context with colour in different meanings, first he use it in the sense of Dahshat (Danger) Sayes he:

Dahshat Sey Ura Rang Rukh-e-Jin-o-Malak Ka

Tharra Gaya Dahshat Sey Badan Sher-e-Falak Ka

(Due to utmost danger the colour of the faces of Jinn and angel were changed. Even the body of the Lion of Sky was shivering).

Rang Urna- Sense of fear (Become afraid)

Rang Urta hai A'ndhi Sey Jo Urti hai Kabhi Gard

(Fear Besieges if due to heavy wind dust is raised).

So are dozens of such proverbs used by Anees

In the poetry of Meer Anees colour mixing is of numerous ways.

In the pictures drawn by Meer Anees there are seven colours as Newton has told about the colour of sun-red, orange, yellow, green, blue, indigo and violet. Newton was born in 1642 and died in 1727, Seventy five years after his demise Anees was born. Needless to say that Anees however gone through the Theory of Colour of Newton. In spite of that the way Anees has made use of the seven colour in which in context with science, art, psychology and craftsmanship everything is superb.

Besides these seven colours, Anees has also used the colours of white, black, golden and silver. According to the research of the author of the book under review, red colour

Presented by www.ziaraat.com

poetic genius. Both aforesaid headlines are in fact presented in one chapter. In this chapter the realism of colour in context with the views of eastern and western writers, thinkers and scientists as well as the quotations from Holy Quran have also been given. The realism of colour is fully projected through these quotations. Anees is fully conversant with the reality of colour.

The Word Rang

In Urdu the word Rang (Colour) has got much importance According to Muhazzabul Lughat there are thirty-seven meanings of the word Rang (Colour). Meer Anees has used it in more than thirty-seven meanings. A few examples in this connection in the chapter under reference have been presented.

For faintness of colour (Rang Ka Phika Pan) have a look of the following couplet of Meer Anees. Says he:

Mail Ba Sufedi Hua Rang-e-Rukh-e-Mahtab
Aur Deeda-e-Mardum Sey Safar Karney Lagey Khwab

(When moon got inclined towards becoming faint
Sleeping time finished dreams began to run away from human eyes)

In one stanza Meer Anees has used the word "Rang" in different meanings. He has used it to denote four meanings. These four meanings are: Dahshat, Khauf, Tashweesh, Taur Tareqey (Danger, Fear, Anxiety & Different ways) The stanza is reproduced below:-

Aana Tha Key Kuch Aur Hi Lashkar Ka Hua Rang
Seenon Mein Jigar Hil Gaey Chehroon Sey Ura Rang
Sab Sooch Mein They Dekhey Ab Houta Hai Keya Rang
Bola Koii Hai Aaj Larai Ka Naya Rang
Lakhoon Hein Magar Fatha Sey Dil Sard Huey Hain
Bey Jang Kiyey Khauf Sey Munh Zard Huey Hain

(Came he and the whole condition of army was

Presented by www.ziaraat.com

The Chapter included in the book under review entitled "Urdu Shairi Mein Rangoon Ka Istemal" (Use of colours in Urdu Poetry) is a highly informative chapter which is very consummately presented. From the Southern Indian poet Quli Qutub Shah (Progenitor of introducing colour projection in Urdu poetry) upto Mirza Ghalib the poetic compositions in context with projection of colours have been presented including eminent poets like Wali Daccani Mirza Rafie Sauda, Mir Taqi Mir, Nasikh, Inshaullah Khan Insha, Mushafi and Mir Hasan. In this highly erudite projection the reader comes across how colours have been projected in Urdu poetry. By going through this chapter and then having a look on the sublime poetry of Meer Anees, the sublimity and poetic superiority in context with colour-projection of Meer Anees is accepted.

Urdu Marsiyey Mein Rangoon Ka Istemal:

In the like Manner in the Chapter entitled "Urdu Marsiyey mein Rangoon Ka Istemal" (Use of colours in Urdu Elegies) the elegiac poetic compositions in context with projection of colour of eminent poets like Mir Zamir, Mir Khaleeq and Mirza Dabir have been presented. After going through the poetic compositions of these eminent poets of elegy writing one becomes conversant how they wrote in context with projection of colours. Seeing their mastery and consummation when comparison is made with the poetic compositions of Meer Anees in context with colour projection one becomes fully conversant in actual terms what greatness Meer Anees holds in this context.

Meer Anees Ki Rang Shinasi

After going through the aforesaid chapters when one goes through the chapter entitled "Meer Anees Ki shairi Mein Rangoon Ka Istemal" (Use of Colours in Meer Anees' Poetry) one becomes startled to see the Anees

Presented by www.ziaraat.com

The Aforesaid are introductory chapters otherwise there is no slightest side in context with colour projection which has not been aptly dealt with in the book under review The book under review is a colour encyclopedia in context with poetic projection of Anees.

Nazr-e-Anees

Let us have a cursory view of the aforesaid chapters. To begin with in the Chapter "Nazr-e-anees" (Presentation to Anees) it has been brought to light that not only the renowned poets writers, scholars and critics of the sub-continent of South Asia but the entire world, more particularly European countries and America including U.K France, Germany, Italy, USA and Canada are full of praises for the outstanding poetic genius of Meer Anees.

Glowing tributes have been paid to Meer Anees through the auspices of great writers and scholars like Garcen De Tassey, Richard Curin, Graham Bailey etc. Prof. Dr David Mathews who is professor of Urdu in London University has translated in English verse the most acclaimed marsia of Meer Anees whose first line of the introductory stanza (Matla) is "Jab Qata Ki Masafat-e-Shab Aftab Ney" (when the sun had run his journey o'er the night) The English translation has been widely acclaimed. In almost all the universities of western world in their departments of Urdu Literature due stress is laid on the study of Meer Anees

In nutshell the chapter under review is highly adorable, informative and consummate which brings to light the poetry of Meer Anees which is so multi-coloured and multi-dimensional that every time the reader of Meer Anees comes across with new subjects and ideas in context with poetic depiction which gives the reader an urge for search of new horizons.

Urdu Shairi Mein Rangoon Ka Istemal

Presented by www.ziaraat.com

Jeem Meer Anees Ki Shairi Mein Rangoon Ka Istemal (c Use of colours in Meer Anees's poetry)

2. Meer Anees Ki Rang Shinasi (Colour Affinity of Meer Anees). These two are in fact one chapter in actual presentation.

3. Rang, Science, Nafsiyat, Art, Hikmat, Quran, Taurat, Zuboor, Injeel, Tarikh, Falsafa, Ilm-e-Kalam, Hadith Aur Nahjulbalagha Ki Roushni Mein (Colour in context with Science, Psychology, Art, Knowledge, Quran, Turah, Zuboor, Bible, History, Philosophy, Knowledge of Expression, Hadith and Nahjul Balagha)

4 Meer Anees Ki Shairi Mein Rangoon Key Muhavrey (Proverbs in context with colours in the poetry of Anees).

5. Meer Anees Ki Rangeen Bayani (Colourful Poetic Portrayal of Meer Anees)

6 Meer Anees Ki Shairi Mein Surkh Rang (Use of red colour in Meer Anees Poetry).

7. Meer Anees Aur Surkh Gulab (Meer Anees and red rose)

8. Ghaiz Aur Jalal Mein Chehra Surkh Houna (Becoming red faced in anger and rage)

9. Meer Anees Key Jawaharat (Jewels of Meer Anees)

10. Aqeeq

11. Yaqoot (Ruby).

12. Lal (Spinal)

13. Talwar Aur Surkh Rang (Sword & red colour).

14 Shaheedon Ka Labas Surkh Houta Hai (The drees of martyrs is red)

15 Meer Anees Key Eik Marsiyey Mein Surkh Rang Ka Isteara (Metaphor of red colour in an Elegy of Meer Anees), Phoola Shafaq Sey Gharkh Pey Jab Lala Zar-e-Subh)

Presented by www.ziaraat.com

(Elegies) of Meer Anees with utmost beauty and style of projection

Prof Sahar Ansari, Head of the Urdu Department, Karachi University is of the following view (English-Rendering done by the writer of this treatise):-

"Allama Zamir Akhtar Naqvi has not only mere inclination towards Anees-knowing, but has in fact utmost love for it. In his fertile and creative mind in context with Meer Anees there are matchless ideas and thoughts which go on coming to light. In the book under review in context with colours he has taken note of Meer Anees's elegies and the fact is that he has done his utmost in this context. He has taken note of colour besides scientific point of view in context with its integrity, its influence, its urge of beautifying civilization as well as in context with beautification and psychology also.

" How to pay tribute to Allama Zamir Naqvi's unique and scholastic creation. On this subject it was difficult to write one article even, what to say of producing such a full-fledged and full sized book which indeed in context with new angles of Anees knowing is the most applauded addition of the era"

Its Contents

The book under review consists of 156 chapters spreading in the big volume of 416 pages. For specimens sake out of such a big treasure of 156 chapters, following are the headlines of a few introductory chapters duly English-rendered:-

سبیل سکینہ حیدرآباد لطیف آباد

1. Nazr-e-Anees (Presentation to Anees)

Alif.Urdu Shairi Mein Rangoon Ka Istemal (a. Use of colours in Urdu poetry).

Bey.Urdu Marsiyey Mein Rangoon Ka Istemal (b. Use of Colours in Urdu Elegies).

Presented by www.ziaraat.com

colours

Allama Dr. Syed Zamir Akhtar Naqvi is an exceptional genius, a highly reliable scholar, a fine critic, a matchless orator and a peerless poet. Indeed his brain is the centre of most novel ideas.

He is a distant relation of mine from maternal side. He is much younger than me in age He is hardly in his early fifties. I have seen him going upwards on the ladder of progress through my own eyes

Till today with the exception of the book under review on the subject of colour in context with poetic projection, no book has been written in Urdu. Credit goes to Allama Dr Zamir Akhtar Naqvi who has filled this gap with his own novel creation.

The presentation in nutshell is as to what is the realism and symbolism of colour projection it on the valuable criteria of science, art knowledge, religion, history, literature and taking into account various aspects and trends of human brain in context with poetic projection of Meer Anees is its theme The author has presented his valuable thoughts corroborating them with revealed books, the initial knowledge of oration and expression Hadith (Sayings of holy Prophet Muhammad S.A.W.) and Nahjul Balagha (the collection of highly adorable speeches of hazrat Ali Al-Murtaza A.S).

In context with Marasi of Meer Anees (Elegies of Meer Anees). The revered author has projected all possible sides of human thinking, knowledge and psychology

"Zamir Akhtar Naqvi is an orator of different grace and style who in spite of fine diction and enchanting narration of the Marasi of Meer Anees, projected qualities of imaginative power in them also He has projected in Meer Anees a unique picture of colours and up-held that these scenes and this love of colour is visible in the Marasi

Presented by www.ziaraat.com

Daily News Friday. February 25, 2000

USE OF COLOURS IN MEER ANEE'S POETRY

By: S.A.H Naqvi

BOOK REVIEW

Meer Anees Ki Shairi Mein Rangoon Ka Istemal
(Use of Colours in the poetry of Meer Anees)
Projection of Anees' of Anees views through
the medium of colours).
Written by **Dr. Syed Zamir Akhtar Naqvi**
Published in 1999: Pages 416· Price Rs 300/-
Available at Markaz-e-Uloom-e-Islamia,
Flat No I-4, Noman Terrace Phase III,
University Road, Gulshan-e-Iqbal, Block 11,
Karachi Phone No. 4612868

The book has been dedicated to year 2002 i.e. four years after when the 200-year birthday celebrations of Meer Anees will be held.

The book is a presentation to Janab Syed Hashim Raza Mad-e-Zillahul Aali (the Most Revered Self).

The book under review is a peerless creation of Dr Syed Zamir Akhtar naqvi in which in context with the Elegies of Meer Anees, efforts have been made to project the sublime view of Meer Anees through the medium of

Presented by www.ziaraat.com

IN NUTSHELL:

Indeed Janab Syed Zahir Hasan Naqvi was a man of multiple personality. He had the courage of expressing his views. He had peerless determination. He was an outstanding mourner of the tragedy of Kerbala. He was a highly pious person. He had immensely taken care of fulfilling the rights of his parents. He had immense love for children. He immensely helped poor and needy.

In the words of Nasim Hasan Amrohvi (Bhai Puttan) the figure of Nine immensely suited him. What a coincidence he had three sons, three daughters and three son-in-laws. All put together comes to Nine. In the figure of Nine there are nine angles not more than that.

The fourth issue of Al-Qalam (September, 1999) is, in fact, Zahir Hasan Naqvi's number.

Syed Zahir Hasan Naqvi died at the age of eightynine years at a time when for the close of the present century there remained only three months. The dying century pondered that why not it should take the most eminent man of the century with it. So it did.

So was the unforgettable august personality of Janab Syed Zahir Hasan Naqvi. May Almighty Allah bestow his soul eternal peace, Amin!

Presented by www.ziaraat.com

deprivation He always helped the needy with utmost vigour. He always came to the help of sick. Indeed he was the living symbol of the memories of our old humanitarian elites.

HIS SOYEM

He was buried in the graveyard of Jannatul Baqie, Karachi. The Majlis of his Soyem held at Imambargah Shah-e-Karbala Rizvia Trust, Karachi was exceptionally superb. Majid Raza did Souz Khwani and Allama Zamir Akhtar Naqvi addressed the Majlis. It was indeed superb and one of the highly adorable Majalis of his life. A very fine Hissa was distributed and a good Soyem feast was offered.

The leading poets, writers and scholars of the day attended the Soyem and offered their condolences to Zamir Naqvi and other bereaved members of the family.

Many Qitat of Tarikh-e-Wafat (Poetic Composition of Date of Demise) were presented. One Qita of Majid Raza Abedi is as follows:-

Zinda Agar Jahan Mein Kisi Ka Zamir Hai
Us Ko Fana Nahien Who Baqa Ka Saffir Hai
Ab Ustak Aaey Gardish-e-Dauran Ki Kya Majal
"Noor-e-Ali Key Saey Mein Qabr-e-Zahir Hai"

------------1999----------------

The English-rendering of the aforesaid Qita, done by the writer of this treatise, is reproduced below:-

If Anybody's conscience is alive in the World
Then for him there is no demise, he is ambassador of life
Devastation cannot come near him
"Under the sublime light of Ali is the grave of Zahir"

------------1999----------------

Presented by www.ziaraat.com

maternal grandsons he was immensely attached with Hussain Raza and Abbas Raza He immensely liked and loved his youngest maternal granddaughter.

HIS RELIGIOUS FERVOUR

He was highly religious person He offered Ba-Jam'aat prayers at mosque. He regularly read holy Qura'an daily. He regularly read holy Qura'an daily. He did Ziarat of the holy Mausoleums and places of Ziarat of Chaharda Masoomin He performed Hajj at the age of eighty-seven years. He was Mohib-e-Ahl-e-Bait-o-Chaharda Masoomin (The Lover of Fourteen Holy Elites). He was great lover and admirer of Majalis-e-Hussain He was the sole witness of the history of Khitabat (Oratory) of the sub-continent Owing to his extreme attachment with Majalis-e-Husain he travelled far and wide in the sub-continent. He attended majalis held at Faizabad, Agra and Jogi Rampura. He was vehement adorer of the Majalis of his son, Syed Zamir Akhtar Naqvi To listen his son's Majalis for years together he went to Lahore in the severest summer season

He had the distinction of attending the Majalis of Mulla Mirza Muhammad Tahir, Natiquzzaman Maulana Sibtey Hasan, Maulana Abrar Hussain Parvi, Maulana Ibney Hasan Nunahrvi and Maulana Shamsul Hasan Delavi and he had also distinction of remaining in the company of Sadrul Muhaqqeqin Sarkar Nasirul Millat, Sarkat Najmul Millat and Sarkar Baqir Sahib.

Though he did not belong to Lucknow but owing to his dexterity and consummation in its language and culture he was considered as highly acclaimed resident of Lucknow. His attire, his way of living, his way of talking, his accomplished - all united he was considered the soul of Lucknow He always excelled in offering Salam first

Humanity and humane spirit overwhelmed his existence. He could not see anybody's uneasiness and

Presented by www.ziaraat.com

The Sadaats of Erayan Sadaat, Mandwa Sadaat, District Fatehpore Haswa, U.P. India and Mustafabad, District Rai Baraily, U.P., India are related to each other. So the writer of this article belonging to Erayan Sadaat is also related to Khala Mohsina Begum, from maternal side.

After his marriage Syed Zahir Hasan Naqvi permanently settled at Lucknow. Firstly, he resided in Mohalla Gola Gunj and later on in Mohalla Wazir Gunj. His childhood friends included Qamar Abbas alias Basi Mian, Prof. Zainul Ebad Naqvi, Syed Muhammad Sibtain and Syed Ghulam Hasnain, Advocate.

Besides the above he had a big circle of friends belonging to Lucknow. They were Syed Zafaryab Haider Zaidi, Registrar, Aligarh University; Prof. Hasan Yawar Naqvi and his younger brother Justice Ali Nusrat Naqvi; Syed Khurshid Ahmed, M.A.; LL.B., Editor Monthly "Naya Daur", Lucknow; Ali Jawad Zaidi and an outstanding poet and writer, President Uttar Pradesh Urdu Academy, Mirza Wajid Hussain, Advocate, writer of "Aurat Ki Azmat"; Maulana Yawar Mehdi, Professor of Persian and Urdu who was a good reciter of Mukhtar Nama. As he had akiness to hunting, Ziaullah, Raja Lakhempur, was also his friend.

Syed Zahir Hasan Naqvi lived in Lucknow for thirtyfive years and after his retirement from government service he came to Pakistan in 1970 and remained here till his demise.

He specially paid attention towards properly educating his sons. He was father of outstanding scholar, researcher, poet and Khateeb, Syed Zamir Akhtar Naqvi. His other sons are Syed Mohsin Akhtar Naqvi and Syed Tanvir Akhtar Naqvi. His eldest son Syed Mohsin Akhtar Naqvi is highly educated person and is settled at New Jersey, USA. He had three daughters. All are married. He immensely liked his son-in-law Syed Nasir Raza Rizvi and among his

Presented by www.ziaraat.com

Daily News, Karachi. Friday, December-24 1999

AN ELITE OF SADAAT-E-GARDEZI

By S.A.H. Naqvi

Janab Syed Zahir Hasan Naqvi, an elite of Sadaat-e-Gardezi of Mustafabad, District Rai Baraily, U.P., India, and father of renowned scholar, researcher, poet and Khateeb. Syed Zamir Akhtar Naqvi, breathed his last on 9th September, 1999 at Karachi at the age of eightynine years In nutshell he was highly erudite, exceptionally religious, immensely pious and peerlessly kind and humane.

HIS ANTECEDENTS

He was son of Syed Dayanat Hussain (Dannu Mian). He was the youngest son of his father and therefore was highly liked and loved by his parents. He was born on Sunday 8th Safar, 1338 A.H., i.e 20th February, 1910 at Mustafabad, Rai Baraily, U.P., India. He received his early education at Mustafabad and his school education at Rai Baraily and Hussainabad High School, Lucknow

Syed Zahir Hasan Naqvi got government employment in the Medical and Health Department of U.P., India in 1930 and during his service he was posted at Muradabad and Lucknow He was married with Mohsina Begum, the eldest daughter of Syed Zafar Abbas alias Dilshad Mian on 15th November, 1935. At the time of his marriage he was 25 years old and his wife was seventeen years old.

Presented by www.ziaraat.com

wife of Muhammad (PBUH) who lived till after the murder of Imam Hussain (AS).

The mourning of Hazrat Imam Hussain is commemorated throughout the world Many places and nations are famous in the world because of mourning and sarcophaguses.

Temur Lang, Historically, brought Taziah of Imam Hussain to India for the first time.

Raja Mehmoodabad, Asif-ud-Duala, Haider Ali, Tipu Sultan commemorated the martyrdom of Hussain (AS) by making the sarcophaguses with gold, pearls and other expensive stones, Raja Ranjeet Singh was famous for his Taziah of Hazrat Imam Hussain The most expensive and ornamentally decorated Taziah of Hazrat Imam Hussain is still placed in the castle of the Queen of England, which was stolen by the British.

Liaquat Ali Khan used to make Taziah on every Muharram with his own hands. Allama Iqbal took great pain to learn the real meaning and spirit of Imamat. Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah commemorated annually the Shahadate-e-Imam Hussain with great fervour Muhammad Ali Jinnah was first named by his mother as Zul- Jinah, which later on was left as Jinnah only.

The Scholarly research of Dr Zameer Akhtar Naqvi is quite commendable and helps develop religious thought. The real spirit of Islam is, in fact, alive due to the historically unparalleled sacrifice of Hazrat Imam Hussain (AS) which is being commemorated with a depth of zeal and respect of love.

Presented by www.ziaraat.com

out instantly The Holy Prophet took his grandson in his lap and informed Umm-e-Salma that he had not prohibited Hazrat Imam Hussain from meeting him. The Prophet took Imam Hussain to his room and started talking with his grandson, After sometime, when Umme-e-Salma entered the room, she saw Imam Hussain sleeping on the chest of the Prophet and the tears were drooping from the eyes of the Prophet Muhammad (PBUH) held a baneful of soil and sniffed it. At this Muhammad (PBUH) told Umme-e-Salma that Gabriel revealed to him the whole story of the murder of his grandson at Karbala and gave him the soil of Karbala Muhammad (PBUH) said that the fragrance of both the soil and of Imam Hussain was similar. Umme-e-Salma said that Muhammad (PBUH) handed over that soil to her and advised her to preserve it saying that when that soil would turn to blood, you should believe that his grandson had been killed.

Umme-e-Salma preserved that soil in a jar of glass and placed it in a niche After every prayer she used to see this soil in the jar of glass. This was actually the first sarcophagus (Taziah) of Imam Hussain made of glass by Umme-e-Salma, the wife of the Holy Prophet (PBUH)

After the Zuhr Prayer, on the day of the 10th of Muharram, Umme-e-Salma slept for sometime, she saw the Holy Prophet in her dream, who was holding two glasses of blood and said that his grandson had been killed but he did not let the blood of Hussain drop on earth When Umme-e-Salma got up, she hurriedly went to see the soil in the jar. She saw that the soil had really turned into blood. Umme-e-Salma said that she took that jar to her courtyard and called the other women in lamentation and mourned there for Imam Hussain. Umme-e-Salma told Hazrat Sughra (SA), the daughter of Imam Hussain, that her father had been murdered. Umme Salma was the only

Presented by www.ziaraat.com

Bible, The Bible indicated the future happening of martyrdom of Hazrat Imam Hussain.

Socrates, the great scholar and philosopher of Greece, told his father that he had seen three stars in his dream written upon them the names of Allah, Muhammad and Ali. Two thousand five hundred years ago, Socrates was sick but refused to take medical treatment by the god of snakes. Though his heart was shadowed, he claimed that he had seen the one who could tear the snake into pieces Since then Socrates believed in the unity of God, philosophy of truth, virtue, and the end of the world The King of Greece sent him to jail and tied him with heavy chains

Socrates lamented while walking in chains and said he lamented not for himself but for Abid jawan, who would be sick and tied in heavy metal chains in the streets of Syria

Dr Zameer Akhtar has travelled the world to conduct an extensive research on the modes of holding Azadarie - e - Hussain in Europe. Iran, Iraq, Azerbaijan, Tashkent, Africa, India, Pakistan and other parts of the world.

The true spirit of the mourning of martyrdom of Hazrat Imam Hussain is to keep alive the complete religion of Allah to guide the humanity to the right path We can refer to the narration by Umme-e-Salma the wife of Muhammad (PBUH) One day the Holy Prophet was not feeling well and asked Umme-e-Salma that he would not meet anybody and went to his bed By the time Hazrat Imam Hussain, Who was five years old, entered the house of his maternal grandfather and stepped forward toward the room of Muhammad (PBUH), Umme-e-Salma stopped Hazrat Imam Hussain and told him that Rasool-I-Khuda would not meet anybody that day During their talk Muhammad (PBUH) listened to the voice of Hazrat Hussain and came

Presented by www.ziaraat.com

argumentative speeches on the subject of the "mourning of Hussain and the nations of the world". Dr Zameer Akhtar, a great orator and author of more than 130 books on religion and literature, has been addressing the Majaalis throughout the world for the last 37 years. He is also and authoritative research scholar and a religious philosopher with a strong grip on the history of reference. Allah says in the Holy Quran, "And you laugh but do not weep, you are in sheer negligence". (Sura Najam, verse No. 59, 60). " And you will be returned to your God, and He makes you laugh and weep" (Sura Najam verse 42, 43).

Dr Zameer Akhtar then discussed the life of Hazrat Nooh (AS), Who lived for 900 years and wept for whole of his life. The word Nooh means the person who weeps or laments. The name of Hazrat Nooh in Bible is Nooha which is similar to the Urdu word Noha - a kind of elegiac verse.

Allah ordered Hazrat Nooh to make a boat for his salvation. Hazrat Nooh faced difficulty in putting the wooden planks together, so Allah ordered Gabriel to help him make the boat with five pins. When Hazrat Nooh pegged the fifth pin. It began bleeding, he was surprised and asked Gabriel about the reason of this flow of blood. Gabriel told Nooh that the five pins represented Allah, Muhammad (PBUH), Ali (AS), Fatima (SA), Hassan (AS) and Hussain (AS) respectively. The fifth pin bled because it was for the name of Imam Hussain, who would be martyred at Karbala. When the boat floated, the whole earthwas inundated, the boat stopped at the land of Karbala, where Hazrat Nooh said a poem at the bank of Arafaat in lamentation for the future murder of the grandson of the last and the greatest prophet.

Dr. Zameer Akhtar informed that all events which are in the Taurah and the Psalms of David are also written in

Presented by www.ziaraat.com

THE NATION Saturday, May-17, 1997

THE ORIGIN OF AZADARI-E-HUSSAIN (AS)

By: Muhabbat Shuja Rana

The mourning for the martyrdom of Hazrat Imam Hussain Historically does not start after the incident took place at Karbala. It began on the arrival of the first Prophet of Allah, Hazrat Adam (AS), at Karbala After the assassination of his son Habeel at the hands of his other son Kabeel, Hazrat Adam travelled through the harsh areas and got injured at one place when his foot started bleeding. When Adam invoked Allah to know about this place, God revealed upon Adam that the name of this place was Karbala Adam was then narrated the story of martyrdom of the grandson of the Holy Prophet (PBUH) and was told that Hazrat Imam Hussain (AS) would be brutally killed in thirst and hunger with all of his family members for the sake of Allah, Adam wept sorrowfully and lamented. This could be called the first mourning of Hazrat Imam Hussain (AS) by Adam.

All this was stated by Dr. Prof. Zameer Akhtar Naqvi during his address to a mammoth rally of mourners gathered at Khema-i-Sadat, Edward Road Lahore During the Muharram days he will deliver some twenty

Presented by www.ziaraat.com

cared to distinguish themselves in this field It was left to Mir Khaliq, who was the son of Mir Hasan, to pay due attention to this genre and win prominence as a marsiya writer, though he in his times was perhaps more prominent as a ghazal-writer. Though primarily a ghazal-writer, Mir Khaliq wrote marsiyas, salams and rubais and soon distinguished himself as a marsiya writer. He bequeathed this legacy to his three sons of whom Anis was one He may be seen in the light of an overwhelming family members, who scarcely allowed any of his brothers or children or those who came in the generations after him to shine with an individuality of their own.

The credit is all Zamir Akhter Naqvi's who after much research, has reestablished the identity of all the overshadowed generations of his family, and has tried to provide for each of them an honorable place in tradition of the marsiya. He has also been bale to retrace a number of their marsiyas which were lost to us and were regarded as untraceable. This voluminous book, spread over 988 pages, may be taken as an exhaustive tazkara of the marsiya writers belonging to the family of Mir Anis.

Presented by www.ziaraat.com

research work in the field of poetry written with a religious sensibility, I have two such works of his. In one of them entitled Shaura-e-Urdu Aur Ishq-e-Ali, he has traced the history of the form of devotional poetry known as munqbat as it developed in Arabic, Persian, and lastly, in Urdu, and as it was practised from and early period by poets such as Hassan Bin-e-Sabit in Arabic, Firdausi in Persian, and Quli Qutub Shah in Urdu

The Other work which has been published under the title of Khandan-e-Mir Anis kai namvar shaura is his research about the marsiya writers belonging to the family of Anis. Marsiya writing was regarded in the family of Anis as precious heritage which was successively handed over from one generation to the next. Anis belonged to the fourth generation and in turn was followed by others in the coming generations. This work may be taken as the genealogical survey of the 'Anisian' marsiya. Zamir Naqvi has traced the descent of marsiya writing in this family from Mir Zahik, who was the great grandfather of Anis, and has ended with the mention of Mir Layaq Lucknavi, who appeared in the fourth generation after Anis. They make eight generations in all marking the grand journey of marsiya-writing in a family beginning from the second decade of the eighteenth century to the seventh of the present century when the last marsiya writer of Anis's family, Mir Layaq, breathed his last

In the history of Urdu poets, Anis's great grandfather is known to us as a satirist rivaling Mirza Sauda, the great satirist of his times. His son, Mir Hasan, is well-known chiefly for his masnavi Sahrulbahar, which even today outshines all the masnavis written in Urdu. Both father and the son were poets of stature and with an individuality of their own. They occasionally wrote marsiyas and salaams under the influence of the tradition of Muharram, but never

Presented by www.ziaraat.com

the marsiya but had also contributed to the enrichment of Urdu as a language

A language with a long history grows rich with the passage of time, and with the help of creative minds which appear at different stages of this development It accumulates manifold modes of expression But Urdu with its brief history is still in the process of exploring the possibilities of its expression Anis appeared at the early stage of its linguistic development and, as pointed out by Iftikhar Arif, injected into it new modes of expression and made creative use of the language Iftikhar Arif also talked about the poet's contribution in his addition to the existing stock of words Perhaps no poet, with the exception of Nazir Akbarabadi, rivals Anis in this matter

Iftikhar Arif and Professor Agha Suhail were the two writers, who in their papers cared to probe, understand and communicate the real contribution of Anis to the tradition of the marsiya and to Urdu poetry in general

As for the speakers, who are generally present at all kinds of functions, they delivered thunderous speeches and paid glowing tributes to the poet and took pride in calling him sanakhwan-e-Husain Among them, however was a speaker of a different sort This was Zamir Akhtar Naqvi, who, in spite of his oratory skills, stuck to the text and pointed out the imagistic qualities found in the marsiyas He discovered in Anis a love for certain colors which, make their appearance regularly

Zamir Akhtar also talked of the animals we come across in the marsiyas of Anis. Apart from the horse, the lion is, according to him the animal which is seen to dominate the scene He offered an explanation for this

In fact, Zamir Akhtar is not content to be only an orator In contradiction to the orators and zakirs associated with the tradition of Moharram He has also done valuable

Presented by www.ziaraat.com

"Dawn Magazine" Friday, January-5, 1996

Remembering Mir Anis

POINT OF VIEW

By: Intizar Hussain

Why is it that it is only during the month of Moharram that we feel inclined to talk about Mir Anis? The Dabistan-e-Anis in Islamabad did the right thing in making a departure from this tradition.

Last month, it paid homage to this celebrated poet thus providing his fans with an opportunity to discuss him in an atmosphere quit different to the one that prevails during sentimental Moharram rituals. Mir Anis's marsiyas could thus be evaluated on sheer poetic merit

Marsiyas are no doubt part and parcel of the Moharram tradition. But their poetic evaluation

Demands that for a while we should separate them from the emotional atmosphere generated by the rituals of Moharram. So many Marsiya writers many not stand this test

However, Mir Anis is the kind of marsiya writer, who with his poetic genius has transcended this limitation. In fact, he raised the genre of the marsiya from the level of ritualistic expression to one of creative expression which seems to touch epic dimensions. But Iftikhar Arif went a step further and indicated in the article he read out at this function that Anis had not only raised the poetic level of

Presented by www.ziaraat.com

specific kind of people.

Hasnain Kazmi, Naisan Akbarabadi, Zahid Naqvi, Nusrat Zaidi and Abbas Kazmi recited poetry and paid rich tribute to him. Nighat Rizvi, Allama Zulfiqar Jafri, Alia Imam and Zameer Akhtar Naqvi and other scholars also spoke on the occasion.

Zameer Akhtar Naqvi termed him the great colourist and said he played with colours and a unique shade could be found in his verses. "He represents even the present age and portrays evils and other aspects of his contemporary society commendably and comprehensively. When a person reads his verses he can feel that the existing conditions are similar to the ones which were described through his verses," he added.

Intizar Hussain said Mir Anis painted human relationships in a very skilful manner in his marsihas' Even the Greek epics or 'Ramayan or 'Maha Bharat' had no parallel with Mir Anis's poetry in which human feelings and relations have been beautifully described. "In Karbala, with the effective description of human relationships, a whole family is reflected and later the entire civilization is dominated by that immortal sacrifice which will keep the humanity alive till the day of judgment," he said.

There were some other functions in the same hotel and the people after attending one function started arriving in the hall.

This encouraged the organizers and after two hours the hall was full. The speakers who were invited first took much time and even after two hours the main speakers were left.

Deputy, Speaker National Assembly presided over the function while Chairman of the National Language Authority (NLA) Iftikhar Arif was the chief guest.

Presented by www.ziaraat.com

The Muslim Monday, December-18, 1995

"Mir Anis's Poetry for all ages,For everyone"

By: Nabeela Aslam

ISLAMABAD, Dec 17· Speakers at a function organized by the Dabistan-e-Anis-o-Dabeer on Sunday to observe the 123 death anniversary of Mir Anis highlighted his matchless contribution to Urdu literature.

The function started almost one and a half hours late, which caused inconvenience to the people. Although very few people were present in the hall, the organizers had to start the proceedings when Deputy Speaker National Assembly Syed Zafar Ali Shah arrived

The speaker highlighted various aspects of life and literary acumen of the poet and said the was on the top of his contemporary poets He greatly influenced the poets who came on the horizon of Urdu poetry after him such as Josh Maleehabadi and Iqbal with his super use of words, fluency, spontaneity and rhyme

Mir Anis used the word "Bas" in such a way that nobody could surpass him

They said it is not fair to confine such a great poet of Humanity, morals and mankind to one sect only because he portrayed human beings and their feelings through his verses and no poet could ever succeed in creating countless verses of such quality.

They were of the view that in this hour of need the whole nation should seek guidance from his verses "It is necessary for everyone to read Mir Anis's poetry because "He was for all ages and he was for everyone irrespective of religion and sect," they said They termed him an international poet whose 'kalam' is not restricted to a

Presented by www.ziaraat.com

9. A RESEARCH ORIENTED JOURNAL-II ----47
By: S A. H. Naqvi...Daily News, Karachi
(Friday 18th May-2001)

10 KHATIB-UL-KAUSAR ------------------------55
AN ANTHOLOGY OF TRIBUTES TO
ALLAMA ZAMIR AKHTAR'S ORATORY
By: S.A.H. Naqvi ..Daily News, Karachi
(Friday 25th January-2002)

11. RESURGENCE Of Shiite Iraq------------------59
By Imam Shamil...The News Karachi,
(Sundy 25 May-2003)

12. Exponent of Karbala---------------------------65
- The Study of Elegies of Mir Anees
By: Rizwana Naqvi ..Daily Dawn, Karachi
(29th February-2004)

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

Presented by www.ziaraat.com

CONTENTS

1. MIR ANIS'S POETRY FOR ALL AGES, FOR EVERYONE ---------------------------------- 5
By Nabeela Aslam. The Muslim Karachi, (Monday 18th December-1995)

2. REMEMBERING MIR ANIS ------------------ 7
By Intizar Hussain..."Dawn Magazine" Karachi, (Friday, 5th January-1996)

3. THE ORIGIN OF AZADARI-E-HUSSAIN(as) ---11
By: Muhabbat Shuja Rana. The Natuion Karachi (Saturday 17th May 1997)

4. AN ELITE OF SADAAT-E-GARDEZI --------16
By: S.A.H Naqvi....Daily News, Karachi 24th December-1999

5. USE OF COLOURS IN MEER ANEES'S POETRY ---21
By: S.A.H Naqvi....Daily News, Karachi 25th February-2000

6. THE LANGUAGE OF COLOURS -------------30
By: Intizar Hussain. Daily Dawn, Karachi 28th May-2000

7. AN ADORABLE LITERARY AND RESEARCH-ORIENTED JOURNAL -------33
By: S.A. H. Naqvi...Daily News, Karachi (Friday 8th September-2000)

8. A RESEARCH ORIENTED JOURNAL-I -----40
By: S A H Naqvi... Daily News, Karachi (Friday, 4th May-2001)

Presented by www.ziaraat.com

Dr. Allama Syed Zamir Akhter Naqvi

Born in Lucknow (India). Studied in Shia college Lucknow. He is an author of more than 300 Books, His work confines in different fields i,e literature, culture, religion, philosophy, logics, journalism, sociology, science, oratory, language etc. He is the president of Meer Anees Academy, as well as the president of Islamic scholastic institute (Karachi-Pakistan). He is editor in Chief of quarterly, classical, literary, knowledgeable, cultural and researcher's magazine "AL-QALAM". He is an orator of his own style and recited more than 10,000 speeches nearly on every topic of the world. A calculation made by a journalist shows that he speaks more than 27000 words in his one hourly speech.

Presented by www.ziaraat.com

IHSAS

(Feeling)

Presented by www.ziaraat.com